انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں

حیات عیسیٰ علیہ السلام

حضرت مولانا مہر الدین رحؒ

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم النبیین والہ الطاہرین واصحابہ الکاملین اجمعین ، اما بعد!

یہ کمترین ہیچمدان محمد مہر الدین بن چوہدری روشن الدین حفظہما اللہ عن کل عیب ورین حضرات باانصاف سے عرض پرداز ہے کہ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ جس طرح دین اسلام اپنی ظاہری اور باطنی حقیقت کی مثال نہیں رکھتا۔ اسی طرح برعکس اس کے ہر دور میں بعض بدباطن افراد ایسے پیدا ہوتے رہے، جن کا مقصد حیات اسلامی نظریات پر کیچڑ اچھالنے کے سوا اور کچھ نہ رہا مگر یہ موجودہ دور اس اعتبار سے زیادہ ہی خطرناک ہے۔ کیونکہ خود مسلمانوں میں شومئی قسمت سے ایسے اشخاص نمودار ہو گئے ہیں۔ جنہوں نے حصار اسلام کی سنگین اور مستحکم بنیادوں کو اپنے ناپاک حربوں سے کھوکھلا کرنے کی سعی مطرود شروع کر رکھی ہیں۔ بلاشبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جتنا نقصان ان گندم نما اور جوفروش حضرات نے اسلام کو پہنچا ہے۔ وہ کفار و مشرکین اور دیگر متعصبین کے نقصان سے کہیں زیادہ ہے۔ لیکن اب تو حد ہو گئی کہ یہ بداندیش مصلحین و متقین کا لباس اوڑھ کر عوام کے سامنے رونما ہوتے ہیں اور اپنے دجل و فریبی تصورات سے دوسروں کو متاثر کرنے کی سرتوڑ کوشش کرتے ہیں اور پھر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے ملک و ملت کی بے مثال خدمت کی ہے اور قوم کو شاہراہ ترقی پر گامزن کر دیا ہے اور اقوام عالم کی فہرست میں قوم کو ایک مرتبہ پر لا کھڑا کیا ہے۔ حالانکہ ملک و ملت کی تباہی و بربادی اور اسلامی نظریات میں تزلزل معتقدات شرعیہ میں تذبذب انہی مکاروں اور منافقین کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ان منافقین اور مفسدین نے اپنی ابلیسانہ فریبوں سے محض اپنی خواہشات نفسیہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے جس طرح اسلامی مسائل کو تختہ مشق بنا رکھا ہے۔ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ مگر الحمد للہ کہ دین و ملت کی حفاظت اور نگرانی کے لئے قدرت ایسے مخلص اور نیک طینت افراد پیدا کرتی رہی جو ایسے مکاروں کی عیاریوں اور فریب کاریوں سے قوم اور عوام کو لگاتار آگاہ کرتے رہے اور کرتے رہیں گے۔ علمائے ربانی کثر ہم اللہ سوادہم کے متواتر تنبیہ اور آگاہ کرنے کے ساتھ پھر بھی بعض افراد خطرناک اور مہلک ناسور کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جو کہ ملت و مذہب کے لئے انتہائی طور پر قلق و اضطراب کا سبب بنے ہوئے ہیں۔ ان سے ایک

مرزائی گروہ ہے کہ انگریز نے جھوٹی نبوت کی تخلیق وایجاد کر کے اور اس کی بڑے اہتمام سے اپنے زیر سایہ پرورش کر کے اسلام پر جو گہری ضرب لگائی ہے وہ ملت اسلامیہ کے لئے خطرناک نتائج کا پیش خیمہ بن رہی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اس کے مفاسد سے اہل اسلام کو محفوظ رکھے۔

مرزائیت انگریز کا خود کاشتہ پودا

مختصر یہ کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی مسلمان اور انگریز کے مابین اسلام اور کفر کی آخری جنگ تھی جو لڑی گئی۔ جس میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور مسلمانوں کے دل جس کی وجہ سے دو نیم ہو گئے۔ مگر زخم خوردہ شیر غراں کی طرح موقع کی تلاش میں رہے کہ موقع پا کر شکست کا بدلہ لیں۔ مگر انگریز کی شاطرانہ پالیسی نے دوبارہ موقعہ نہ دیا۔ بلکہ اس نے اپنے قدم مضبوط کرنے کے لئے سازشی تحریکوں کا آغاز کیا۔ منجملہ ان دیگر قسم کی تحریکوں کے خلاف دینی اور مذہبی محاذ پر قادیانی سازش کی بنیاد ڈال کر اسے اپنے زیر سایہ کما حقہ، پروان چڑھایا۔ نیز ایک کمیشن لندن سے ہندوستان بھیجا۔ تا کہ وہ انگریزوں کے متعلق مسلمانوں کا مزاج معلوم کرے اور آئندہ مسلم قوم کو دائمی طور پر مطیع کرنے کی تجاویز مرتب کرے۔ اس کمیشن نے سال کے بعد ہندوستان رہ کر جو حالات معلوم کیئے ان کی رپورٹ پیش کی۔ ۱۸۷۰ء میں وائٹ ہاؤس لندن میں کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں کمیشن مذکور کے نمائندگان کے علاوہ ہندوستان میں متعین مشنری کے پادری بھی دعوت خاص میں شریک ہوئے۔ جس میں دونوں نے علیحدہ علیحدہ رپورٹ پیش کی جو کہ ”دی آرائیول آف برٹش ایمپائر ان انڈیا“ کے نام سے شائع کی گئیں۔

رپورٹ سربراہ کمیشن سر ولیم ہنٹر

مسلمانوں کا مذہبا عقیدہ یہ ہے کہ وہ کسی غیر ملکی حکومت کے زیر سایہ نہیں رہ سکتے اور ان کے لئے غیر ملکی حکومت کے خلاف جہاد کرنا فرض ہے۔ جہاد کے اس تصور میں مسلمانوں کے لئے ایک جوش اور ولولہ ہے اور وہ جہاد کے لئے ہر وقت ہر لحہ تیار ہیں۔ ان کی یہ کیفیت کسی وقت بھی انہیں حکومت کے خلاف ابھار سکتی ہے۔

ناظرین! ان الفاظ کو بار بار پڑھیں اور اندازہ لگائیں کہ مسلمانوں کے لئے جہاد کتنی اہمیت رکھتا ہے؟ گویا مسلمان اور جہاد لازمی اور دائمی طور پر لازم ملزوم ہیں کہ دونوں میں افتراق ناممکن ہے۔

بڑی رپورٹ پادری صاحبان

"یہاں تک کے باشندوں کی ایک بہت اکثریت پیری مریدی کے رجحانات کی حامل ہے۔ اگر اس وقت ہم کسی ایسے غدار کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہو جائیں جو ظلی نبوت کا دعویٰ کرنے کو تیار ہو جائے تو اس کے حلقہ نبوت میں ہزاروں لوگ جوق در جوق شامل ہو جائیں گے۔ لیکن مسلمانوں میں اسے اس قسم کے دعویٰ کے لئے کسی کو تیار کرنا ہی بنیادی کام ہے۔ یہ مشکل حل ہو جائے تو اس شخص کی نبوت کو حکومت کے زیر سایہ پروان چڑھایا جا سکتا ہے۔ ہم اس سے پہلے برصغیر کی تمام حکومتوں کو غدار تلاش کرنے کی حکمت عملی سے شکست دے چکے ہیں۔ وہ مرحلہ اور تھا اس وقت فوجی نقطہ نظر سے غداروں کی تلاش کی گئی تھی۔ لیکن اب جب کہ ہم برصغیر کے چپہ چپہ پر حکمران ہیں اور ہر طرف امن و امان بحال ہو چکا ہے تو ان حالات میں ہمیں کسی ایسے منصوبے پر عمل کرنا چاہیے جو یہاں کے باشندوں کے داخلی انتشار کا باعث ہو۔"

اقتباس از مطبوعہ رپورٹ کانفرنس وائٹ ہال لنڈن منعقدہ ۱۸۷۰ء دی آرائیول آف برٹش ایمپائر ان انڈیا۔

ناظرین! ملاحظہ فرمائیں۔ ان الفاظ کو مکرر، سہ کرر مطالعہ فرمائیں کہ ہندوستان کی دینی اور ملکی اقتدار کی صورت کو ختم کرنے کے لئے دینی اور دنیاوی غداروں کا سہارا لیا گیا اور یہ کہ ظلی نبوت کے اجراء کو اس مقصد کے حصول کے لئے خاص اہمیت دی گئی اور یہ کہ ظلی نبوت اور ایسے ہی بروزی، مجازی، عرفی وغیرہ ساری نبوتوں کا محسن اعلیٰ باوا انگریز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ انعام ہرگز نہیں اور یہ کہ یہ ظلی نبوت انگریزی اقتدار کے سہارے پروان چڑھی اور چڑھ رہی ہے اور یہ کہ اس ظلی نبوت کو داخلی انتشار اور فتنہ وفساد وغیرہ کا سبب بنایا گیا اور یہ کہ اسی انگریزی ظلی نبوت کے انکار کو کفر والحاد اور اس پر ایمان لانے کو حصول جنت کا ذریعہ بنایا گیا اور یہ کہ جہاد مسلم جو کہ شرعاً تا قیامت جاری رہے گا۔ مسلمان کی ذات کو لازم ہے۔ کس قدر واضح ہے کہ مرزا قادیانی کی یہ نبوت انگریز کا عطیہ ہے۔ جو مقاصد مذکورہ بالا کی تکمیل کے لئے عطا ہوا۔ چونکہ اسی جہاد سے انگریز کی غاصبانہ مفسدانہ اقتدار کو خطرہ لاحق ہونے کا امکان تھا۔ اس واسطے جہاد کی ممانعت انگریز کے اشارہ پر اور اس کی رضا کے لئے اس قدر مرزا قادیانی نے کتابیں لکھ ماریں کہ پچاسوں الماریوں میں نہ سما سکیں۔ افسوس مرزا قادیانی نے حرص وہوا سے مرتد ہونا پسند کیا اور دامن مصطفیٰ ﷺ کو ہاتھ سے چھوڑ دیا۔

بریں علم وایمان بباید گریست

اور حقیقت یہ ہے کہ ۱۸۷۰ء کی لندن کانفرنس کا انعقاد ایک رسمی کارروائی تھی۔ حالانکہ اس سے پیشتر حکومت برطانیہ ہندوستان میں ایک پشتینی خوشامدی حکومت پرست خانوادے کی تلاش میں کامیاب ہو چکی تھی۔ یہ خاندان شروع میں سے حکومت کے کاسہ لیس اور وفاداری کا دم بھرنے والے لوگوں میں سے صف اوّل کا خاندان تھا۔ جس کی تصدیق کے لئے مرزا قادیانی کا اپنا بیان کافی ہے۔ مرزا قادیانی اپنے خاندان اور حکومت برطانیہ کے دیرینہ تعلقات کے ثبوت میں تحریر فرماتے ہیں۔

”میں ایک ایسے خاندان سے ہوں جو اس حکومت کا پکا خیر خواہ ہے۔ میرا والد مرزا غلام مرتضٰی گورنمنٹ کی نظر میں وفادار اور خیر خواہ آدمی تھا۔ جن کو دربار گورنری میں کرسی ملتی تھی اور جن کا ذکر مسٹر گریفن صاحب کی تاریخ رئیسان پنجاب میں ہے اور ۱۸۵۷ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار انگریزی کی مدد کی تھی۔ یعنی پچاس سوار اور گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانہ غدر کے وقت سرکار انگریزی کی امداد میں دیئے تھے۔ ان خدمات کی وجہ سے جو چٹھیاں خوشنودی حکام ان کو ملی تھیں۔ مجھے افسوس ہے کہ بہت سی ان میں سے گم ہو گئیں۔ مگر تین چٹھیاں جو مدت سے چھپ چکی ہیں۔ ان کی نقلیں حاشیہ میں درج کی گئی ہیں۔ پھر میرے دادا صاحب کی وفات کے بعد میرا بڑا بھائی غلام قادر خدمات سرکار میں مصروف رہا اور جب تموں کے گذر پر مفسدوں کا سرکار انگریزی کی فوج سے مقابلہ ہوا تو وہ سرکار انگریزی کی طرف سے لڑائی میں شریک تھا۔“

(حوالہ اشتہار الاظہار مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء، مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۴۵۹)

مرزا قادیانی کی انگریزی ظلی نبوت اور اس کی پروان

مرزا قادیانی ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء قادیان میں پیدا ہوئے۔ چند کتابیں گھر پر پڑھیں۔ والد کے حکم سے پھر زمینداری کو سرانجام دینے لگے۔ والد کے انتقال کے بعد دادا کی مرضی سے سیالکوٹ کسی دفتر میں پندرہ روپے پر ملازم ہو گئے۔ پھر چار سال کے بعد مختار کاری کا امتحان دیا۔ مگر فیل ہو گئے۔ عرصہ ملازمت میں ایک دو کتابیں انگریزی کی بھی پڑھ لیں۔ گذارہ نہ ہوتا تھا۔ ملازمت چھوڑ کر گھر آ گئے۔ قرآن اور حدیثوں کا مطالعہ شروع کر دیا۔

(کتاب البریہ ص ۱۵۹ تا ۱۶۳، خزائن ج ۱۳ ص ۱۷۷ تا ۱۸۱، سیرت المہدی حصہ اوّل ص ۴۳، ۱۵۵، ۱۵۶)

مرزا قادیانی کی مالی حالت

مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ”مجھے اپنے دستر خوان اور روٹی کی فکر تھی۔“

(نزول المسیح ص۱۱۸، خزائن ج۱۸ ص۴۹۶)

”اسی قصبہ قادیان کے تمام لوگ اور دوسرے ہزارہا لوگ جانتے ہیں کہ اس زمانہ میں درحقیقت میں اس مردہ کی طرح تھا جو قبر میں صدہا سال سے مدفون ہو اور کوئی نہ جانتا ہو کہ یہ قبر کس کی ہے۔“ (تتمہ حقیقت الوحی ص۲۸، خزائن ج۲۲ ص۴۶۱)

”میں ایک دائم المرض آدمی ہوں..... بسا اوقات سو سو دفعہ رات کو یا دن کو پیشاب آتا ہے۔“ (اربعین نمبر۴ ص۴، خزائن ج۱۷ ص۴۷۰)

ناظرین! اندازہ لگائیں کہ مرزا قادیانی کی ابتدائی زندگی کس نوعیت کی تھی۔ مگر آخری زندگی کہ جب ظلی نبوت انگریز بالا نے عطا کی، پھر کیا کہنا کہ جب انگریز سازشی کھونٹے پر باندھ کر اس کی پرورش کرتا ہے تو وہ بحق انگریز ایسی مداحی کرتا ہے کہ انگریزی حکومت پر رحمت الٰہی کا گمان ہونے لگتا ہے اور دوسری طرف اپنے مخالفین کی قولاً و فعلاً وہ یلغار کرتا ہے کہ شیطان کے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور کیا مجال کہ دوران تبلیغ مرزا قادیانی کو کہیں کسی قسم کی رکاوٹ یا نقصان کا سامنا کرنا پڑا ہو۔ بلکہ آج تک اسے کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوا۔ بہرصورت ظلی نبوت کے محسن حضرات نے اس کو اس قدر پروان چڑھایا کہ مرزا قادیانی نے مرتے دم تک نہ یہ کہ اس کی حمایت میں سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ بلکہ اس کی وصیت بھی کر دی۔ تسلی کے لئے ایک دو حوالے اور سماع فرمایئے۔ ۱۸۵۷ء کے انقلاب (یا غدر دہلی) کے متعلق لکھتے ہیں: ”ان لوگوں نے یعنی مسلمانوں نے چوروں اور قزاقوں اور حرامیوں کی طرح اپنی محسنہ گورنمنٹ پر حملہ کرنا شروع کر دیا اور اس کا نام جہاد رکھا۔“ (ازالہ اوہام حصہ دوم ص۷۴۲، خزائن ج۳ ص۴۹۰)

”سو اگر ہم گورنمنٹ برطانیہ سے سرکشی کریں تو گویا اسلام اور خدا رسول سے سرکشی کرتے ہیں..... جب ہم ایسے بادشاہ کی صدق دل سے اطاعت کرتے ہیں تو گویا اس وقت عبادت کر رہے ہیں۔“ (شہادت القرآن گورنمنٹ کی توجہ کے لئے ص۸۵، خزائن ج۶ ص۳۸۱)

”(گورنمنٹ انگلینڈ) خدا کی نعمتوں سے ایک نعمت ہے۔ یہ ایک عظیم الشان رحمت ہے۔ یہ سلطنت مسلمانوں کے لئے آسمانی برکت کا حکم رکھتی ہے۔“

(شہادت القرآن گورنمنٹ کی توجہ کے لئے ص۹۲، خزائن ج۶ ص۳۸۸)

”میں نے سترہ سال مسلسل تقریروں سے ثبوت پیش کئے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ میں سرکار انگریزی کا بدل وجان خیر خواہ ہوں اور میں ایک شخص امن دوست ہوں اور اطاعت گورنمنٹ ہمدردی بندگان خدا کی میرا اصول ہے اور یہ وہی اصول ہے جو میرے مریدوں کی شرائط بیعت میں داخل ہے۔ چنانچہ پرچہ شرائط بیعت جو ہمیشہ مریدوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس کی دفعہ چہارم میں ان ہی باتوں کی تصریح ہے۔“

(کتاب البریہ ص ۱۰، گورنمنٹ عالیہ قیصرہ ہند، خزائن ج ۱۳ ص ۱۰)

مرزا قادیانی اور مسئلہ جہاد

”گورنمنٹ انگلینڈ خدا کی نعمتوں سے ایک نعمت ہے۔ یہ کہ ایک عظیم الشان رحمت ہے۔ یہ سلطنت مسلمانوں کے لئے آسمانی برکت کا حکم رکھتی ہے۔ خداوند کریم نے اس سلطنت کو مسلمانوں کے لئے ایک باران رحمت بھیجا۔ ایسی سلطنت سے لڑائی اور جہاد کرنا حرام ہے۔“

(شہادت القرآن ضمیمہ گورنمنٹ کی توجہ کے لائق ص ۹۲، ۹۳، خزائن ج ۶ ص ۳۸۸، ۳۸۹)

”جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ہی مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے۔ کیونکہ مجھے مسیح ومہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔“

(ضمیمہ کتاب البریہ اشتہار بحضور نواب ص ۱۱، خزائن ج ۱۳ ص ۳۴۷)

”مرزا قادیانی کی عرضی بخدمت گورنمنٹ پنجاب ۲۴ رفروری ۱۸۹۸ء میں نے مخالفت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابیں تمام ممالک عرب مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچادی ہیں۔“

(تریاق القلوب ص ۱۵، خزائن ج ۱۵ ص ۱۵۵)

”میں ایک حکم لے کر آپ کے پاس آیا ہوں۔ یہ کہ تلوار سے جہاد کا خاتمہ ہے۔“

اقتباس از فیصلہ جناب محمد اکبر۔ (ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج راولپنڈی مورخہ ۳ رجون ۱۹۵۵ء)

”اسلام میں جو جہاد کا مسئلہ ہے۔ میری نگاہ میں اس سے بدتر اسلام کو بدنام کرنے والا اور کوئی مسئلہ نہیں۔“ (حوالہ منیر رپورٹ)

”اس زمانہ میں جہاد کرنا یعنی اسلام کے لئے لڑنا بالکل حرام ہے۔ مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا۔“ (اربعین نمبر ۴ حاشیہ ص ۱۳، خزائن ج ۱۷ ص ۴۴۳)

ان حوالہ جات مذکورہ بالا کا ماحصل

ناظرین کرام! آپ کو مندرجات بالا سے مندرجہ ذیل امور روز روشن کی طرح واضح ہو گئے ہوں گے۔

۱...... یہ کہ انگریز نے سرزمین ہندوستان پر اپنے آخری قدم جمانے اور مضبوط کرنے کے لئے یہ سازش کی تھی کہ اقوام ہند بالخصوص مسلمانوں کو خارجی اور داخلی انتشار میں مبتلا کرنے کی سازشیں کریں۔ تا کہ ان کے اقتدار اور حکومت کو کسی طرح کا خطرہ نہ رہے اور وہ ہر طرح کی من مانی کاروائی کر سکیں۔ ان کے معنی یہ کہ کسی ایسے غدار کی تلاش کرے جو کسی لالچ کی وجہ سے ہمارا آلہ کار بن سکے۔ چنانچہ مرزا قادیانی کا خاندان جو کہ پہلے سے انگریز کا وفادار تھا۔ اس بات کا ذمہ دار بنے گا۔

۲...... مرزا قادیانی کو انگریز نے ظلی نبی بنایا تا کہ یہ اپنے پیری مریدی کے اثر رسوخ سے بھی ہمارا رابطہ دوام اقتدار مکمل کرے۔

۳...... مرزا قادیانی نے اس مقصد انگریز کے لئے جہاد شرعی کو حرام کر دیا اور اس کے مرتکب کو جہنمی وغیرہ قرار دیا۔

۴...... مرزا قادیانی نے مسیح موعود بن کر قرآن، حدیث، اجماع میں تغیر وتبدل کرتے ہوئے اپنی اختراعی ونفسیاتی تبلیغ کی۔

۵...... مرزا قادیانی نے اپنی تمام عمر مقصد انگریز کے لئے صرف کر دی۔ بلکہ اپنے تمام عقیدت مندان کو اپنی بیعت لینے میں یہ شرط کر دی کہ وہ ظاہری وباطنی طور پر انگریز کے فرمانبردار رہیں اور اس کی تبلیغ کریں۔

۶...... مرزا قادیانی نے انگریزی حکومت کو اہل اسلام کے لئے خدا کی رحمت اور نعمت اور برکت جائے پناہ وغیرہ قرار دیا ہے۔

۷...... مرزا قادیانی نے ۱۸۵۷ء میں جو اسلام وکفر کی جنگ تھی جس میں اکابر علمائے کرام مثلاً مولانا فضل الحق خیر آبادی، حافظ محمد نعیم الدین مراد آبادی وغیرہم بھی شامل تھے۔ ان مجاہدین کو چور ڈاکو بد اندیش وغیرہ غیر مہذب الفاظ سے موسوم کیا ہے۔ مرزا قادیانی کا خاندان اس جنگ میں انگریز کے ساتھ رہا۔ عملی طور پر پچاس گھوڑ سوار دے کر امداد کی مسلمانوں کو پریشان

کیا اور مرزا قادیانی نے جہاد کے خلاف پچاس الماریوں کی مقدار کتابیں اور اشتہارات چھپوا کر عرب وعجم کے چپہ چپہ میں پھیلا دیں۔

۹...... مرزا قادیانی کے خاندان بلکہ جملہ متعلقین کو انگریز نے ملی وملکی سیاسی بے شمار رعایتیں دے کر مالا مال کیا اور آج تک کر رہا ہے۔

۱۰...... مرزا قادیانی انگریز کے سایہ میں رہ کر نہ صرف اولیاء اللہ سے بلکہ برغم خود تمام انبیاء سے بڑھ گئے۔ بلکہ خود خدا بھی بن گئے۔ استغفر اللہ!

حقائق کا انکار

ناظرین حضرات! بلاشبہ مرزا قادیانی نے باوجودیکہ اپنے کو مسلمان اور حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا امتی کہنے میں کس قدر جسارت اور بے باکی کا ثبوت دیا ہے۔ قرآن وحدیث امت کے متقررات ومسلمات کا انکار کر دیا اور دائرہ اخلاقیات سے نکل گئے۔ انگریز جس کو قرآن وحدیث وحالات نے اسلام اور اہل اسلام کا بدترین دشمن قرار دیا ہے۔ جس انگریز کو ایک لحہ کے لئے مسلمانوں کی خیر وبہبود برداشت اور گوارا نہیں۔ اس کو مسلمان کے لئے نعمت، رحمت باران کرم وغیرہ کہنا کس قدر قدرت کو چیلنج ہے۔ کیا جس انگریز نے دھوکہ، مکروفریب اور غاصبانہ، مفسدانہ طور پر مسلمانون کے ملک پر لاکھوں میل دور سے آ کر حملہ کیا۔ ایسے خونخوار حملہ آور کا عزت وناموس اور شعائر اسلامیہ کو بچانے کے لئے دفاع کرنا حرام ہے۔ ناجائز ہے؟ اور کیا ایسے خونخوار حملہ آور کا اپنے ملک سے لاکھوں میل دور آ کر کون سی شرافت اور قابل تعریف اقدام ہے؟ کیا انگریز کو انجیل وبائبل ایسی اجازت دیتا ہے؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ کیا ایسے دشمن کی امداد کرنا یہ اسلام دشمنی نہیں ہے؟ اور اسلام دشمنی شرعی نقطۂ نظر سے مسلمانوں کو جائز ہے؟ کیا دشمن اسلام کے لئے شریعت کو بدلنا اور امت کے مسلمات کو ٹھکرانا یہ ایمان ہے؟ کیا قرآن وحدیث کو چھوڑ کر انجیل وغیرہ کی پناہ لینا ناقابل عفو جرم نہیں ہے؟ کیا انگریز کے نظریات جو کہ سراسر اسلامی نظریات کی ضد ہیں، کو دنیا بھر میں پھیلانا حتیٰ کہ اپنی اولاد اور متبعین کو بھی اس کی وصیت کرنا، کیا یہ اسلام ہے؟ ایمان ہے؟ ہرگز ہرگز نہیں یہ مرزا قادیانی کی نیت فاسدہ کا پس منظر ہے۔ اسی طرح جہاد کا مسئلہ جو کہ شرعی حیثیت کے علاوہ دنیاوی طور پر بھی قوم کی بقاوفنا کا مسئلہ ہے جو قوم مجاہدانہ زندگی بسر کرے گی محنتی ہوگی، جفاکش ہوگی۔ وہ یقینی طور پر دنیا میں کامران اور فتح یاب ہوگی۔ آزادی کی دولت

سے سرشار ہوگی۔ اس کی عزت وناموس اور معمولات زندگی شرافت، سیادت، امارت، سیاست وغیرہ پر کبھی آنچ نہیں آئے گی اور پھر جب کہ مسلمان کو شرعی ہدایت ہو کہ اس کا سودا ہو چکا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کا نام بلند کرنے کے لئے دائمی طور پر برسرپیکار اور سربکف مجاہد اور سپاہی ہے، تو بھلا فرمائیے کہ پھر مسلمان کیسے جہاد کو ترک کر سکتا ہے؟ اور کیسے وہ غافل اور محنت چھوڑ کر اپنے مال وجان، عزت ووقار کو خطرہ میں ڈال سکتا ہے۔ کیا وہ عمداً وارادۃً اور پھر دشمن اسلام کے کہنے پر دشمن کو راضی کرنے کے لئے شریعت کی مخالفت کر سکتا ہے۔ ہرگز ہرگز نہیں۔ بہر صورت جہاد اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی نگہداشت جو کہ جہاد کا ثمرہ ہے۔ مسلمان کا شرعی بلکہ فطری نقطہ حیات ہے۔ جس کو وہ زندگی بھر ہر وقت ہر طرح معمول بنانے پر مجبور ہے۔ کیونکہ اس کی یہی بقا ہے۔ الغرض مرزا قادیانی نے جو کچھ کیا وہ محض اپنی دنیاوی حرص وہوا کی تکمیل کے لئے کیا ہے اور عزت ووقار کے لئے کیا ہے۔ حالانکہ عزت، ذلت، فقر وغنا، راحت بقا وفنا سب اللہ سبحانہ کے ہاتھ ہے۔ مرزا قادیانی کو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ مگر افسوس صد افسوس کہ وہ کر گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون! والی اللہ المشتکی

بہر صورت مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد فاسدہ باطلہ تو ایک طویل فہرست رکھتے ہیں۔ جو کہ اپنی مصنوعی نبوت کے ثبوت وبقا کے لئے جمہور اسلام کے برخلاف کھڑے کئے گئے ہیں اور ان کی صحت اور استحکای کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جا رہا ہے۔ ان میں سے ایک عقیدہ فاسدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور جس عیسیٰ بن مریم کے آنے کی احادیث میں خبر آئی ہے۔ اس کا مصداق صرف اور محض میں ہوں اور اہل اسلام کا یہ عقیدہ کہ عیسیٰ بن مریم آسمان پر اٹھا لئے گئے ہیں اور قیامت کے قریب وہ آسمان سے اتریں گے۔ بالکل غلط ہے اور جو ایسا عقیدہ رکھتے ہیں اور مجھ کو مسیح اور نبی نہیں مانتے وہ نہ صرف یہ کہ گمراہ ہیں۔ بلکہ بے دین، کافر، جہنمی ہیں۔ لہٰذا قرآن واحادیث وادلہ شرعیہ سے مسئلہ حیات مسیح ودیگر بعض ضروری امور پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو صحیح عقیدہ رکھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

مسئلہ حیات مسیح

حیات مسیح کے مسئلہ سے یہ یقین کر لینا ضروری ہے کہ اس مسئلہ کو مسئلہ ختم نبوت کے

ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ بالفرض والتقدیر اگر حیات مسیح ثابت نہ ہو سکے تو بھی حضور پر نور ﷺ سب سے آخری نبی و رسول ہیں۔ آپ کے زمانہ یا بعد میں کسی قسم کی نبوت کے جائز ہونے کا دعویٰ کرنا قرآن و حدیث اور مسلک جمہور اسلام کا صریح انکار ہے جو کہ کفر ہے۔

منشاء نزاع

اہل اسلام اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، خدا تعالیٰ کے اولوالعزم نبی و رسول جو کہ بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے تھے وہ بوقت صعود الی السماء بقید حیات تھے اور ان کو روح و جسم ہر دو کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھا لیا اور وہ آج تک آسمان پر زندہ ہیں اور قیام قیامت سے پہلے آسمان سے زمین پر اتریں گے۔

مسئلہ کی تنقیح کے لئے معیاری امور

ناظرین! پہلے اس کے کہ مسئلہ حیات مسیح پر شرعی دلیلوں سے روشنی ڈالی جائے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند ضروری امور جو کہ مسئلہ کو سمجھنے کے لئے ایک معیاری حیثیت رکھتے ہیں۔ ذکر کرتے جائیں تا کہ ان کی روشنی میں مسئلہ کو سمجھنے میں سہولت ہو اور بغیر کسی وقت کے صحیح نظریہ پر پہنچا جاسکے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر شخص کا اپنے ہی خیال سے اس کا صحیح العقیدہ ہونا درست نہیں ہو سکتا۔ تاوقتیکہ وہ کسی معیار صداقت، عقلی اور نقلی کے ماتحت ہو کر اپنے خیالات کا اظہار نہ کرے۔ آج کو روئے زمین پر متعدد گروہ اپنے اپنے لباس میں نمودار ہیں اور ہر ایک اپنی ہی حقانیت کا آواز دہل چیلنج کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ لیکن درحقیقت صحیح وہی ہو سکتا ہے جو کہ نقلی و عقلی اور قدرتی قانون اور ضابطہ کے موافق ہوگا اور جو اس کا مخالف ہوگا بالخصوص اپنے تسلیم کردہ اصول وضوابط کا ہی، وہ کاذب اور یقینی طور پر جھوٹا ہوگا۔

قرآن مجید اور معیار صداقت

”یٰایها الذین امنوا اطیعوا الله واطیعوا الرسول واولی الأمر منكم فان تنازعتم فی شیئ فردوه الی الله والرسول ان كنتم تؤمنون بالله والیوم الآخر“ ﴿اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے صاحب امر لوگوں کی، پھر اگر کسی چیز میں تنازع پیدا ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لے جاؤ۔ اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہو۔﴾

دیکھئے! کیسا صاف فیصلہ فرمایا ہے کہ متنازعہ فیہ امر میں فیصلہ کرنے والی فقط دو چیزیں ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ کا کلام پاک، قرآن مجید اور دوسری حدیث پاک، تیسری کوئی چیز نہیں۔ کیونکہ اور سب دلیلیں ان دونوں کی طرف رجوع کرتی ہیں۔ پھر کس قدر اس پر تنبیہ فرما کر اس کو مستحکم کیا ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ اور قیامت کو مانتے ہو تو فیصلہ کن صرف دو ہی امر ہیں۔ پس انہی دو سے فیصلہ کرو۔ ورنہ تم ایمان دار نہیں۔ بہرصورت ثابت ہوا کہ مسلمان بحیثیت مسلمان ہونے کے اس صریح اور ناطق فیصلے سے گریز نہیں کر سکتا۔ جب کبھی امر متنازعہ فیہ میں فیصلہ لے گا تو انہی دو سے لے گا۔

مرزا قادیانی بانیٔ فرقہ مرزائیہ کا نظریہ

اشتہار ۱۲/۱ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں: ”میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائکہ اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے۔ ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔“ (مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۳۰)

”میں اسلامی عقائد کو مانتا ہوں۔ اہل سنت و جماعت کے ہاں جو چیزیں اور عقائد قرآن و حدیث کی رو سے ثابت ہیں۔ ان سب کو مانتا ہوں اور آنحضرت ﷺ ختم المرسلین کے بعد اور کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو پکا کافر جانتا ہوں۔“ خلاصہ یہ کہ ہر امر میں قرآن و حدیث فیصلہ ناطق ہے۔ پس (ایام صلح ص ۸۷، خزائن ج ۱۴ ص ۳۲۳) میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

”غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالحین کا اعتقادی و عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو کہ اہل سنت و جماعت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے۔“

(تحفہ گولڑویہ ص ۱۶۶)

مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ: ”یاد رہے کہ ہمارے مخالفین کے صدق و کذب کو آزمانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات و حیات ہے۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت زندہ ہیں تو ہمارے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل ہیچ ہیں اور اگر وہ درحقیقت قرآن کریم کی رو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالف باطل پر ہیں۔ اب قرآن درمیان ہے اس کو سوچو۔“

(تحفہ گولڑویہ ص ۱۰۲، خزائن ج ۱۷ ص ۲۶۴)

مرزا قادیانی اور معیار تفسیر قرآن مجید

(کتاب برکات الدعاء ص ۱۸، ۱۹، خزائن ج ۶ ص ۱۸، ۱۹) پر ہے کہ: ''قرآن مجید کی ایک آیت کے معنی معلوم کریں تو ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ ان معنوں کی تصدیق کے لئے دوسرے شواہد قرآن کریم سے ملتے ہیں یا نہیں۔''

۲...... ''دوسرا معیار رسول اللہ ﷺ کی تفسیر ہے۔ اس میں شک نہیں کہ سب سے زیادہ قرآن کے سمجھنے والے ہمارے پیارے اور بزرگ نبی حضرت محمد ﷺ تھے۔ پس اگر آنحضرت ﷺ سے کوئی تفسیر ثابت ہو جائے تو مسلمان کا فرض ہے کہ بلاتوقف اور بلادغدغہ تسلیم کرے۔ نہیں تو اس میں الحاد اور زندقہ فلسفیت کی رگ ہوگی۔ تیسرا معیار تفسیر صحابہؓ کی تفسیر ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ صحابہ کرامؓ آنحضرت ﷺ کے نوروں کو حاصل کرنے والے اور علم نبوت کے پہلے وارث تھے اور خداتعالیٰ کا ان پر بڑا فضل تھا اور نصرت الٰہی ان کی قوت مدرکہ کے ساتھ تھی۔''

۴...... ''چوتھا معیار تفسیر خود اپنا نفس مطہر لے کر خود قرآن کریم میں غور کرنا ہے۔''

۵...... ''پانچواں معیار تفسیر لغت عرب بھی ہے۔ لیکن قرآن کریم نے اپنے وسائل آپ اس قدر قائم کر دیئے ہیں کہ چنداں لغت عرب کی تفتیش کی حاجت نہیں۔'' الحمدللہ! کہ مرزا قادیانی نے اہل سنت وجماعت کے مقرر کردہ معیاروں سے چار تسلیم کر لئے ہیں۔ صرف تابعین کی تفسیر کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ یہ بھی لکھا ہے کہ تفسیر بالرائے سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ قرآن کریم کی تفسیر کی اور اپنے خیال سے کی، اچھی کی، تب بھی اس نے بری تفسیر کی۔ قرآن مجید کے معانی ومطالب سب سے زیادہ قابل قبول ہوں گے۔ جن کی تائید قرآن مجید کی دوسری آیات سے ہوتی ہو۔ یعنی شواہد قرآنی سے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد اوّل ص ۴ تا ۷ اور تفسیر ترجمان القرآن للطائف البیان ج ۱ ص ۱۵ تا ۱۷) پر قرآن مجید کے اصول تفسیر ملاحظہ ہوں۔

۱...... قرآن کی تفسیر قرآن مجید سے، کیونکہ قرآن کی ایک آیت ایک جگہ مجمل ہوتی ہے اور دوسری جگہ مفصل۔ جو تفسیر قرآن حکیم کی آنحضرت ﷺ نے کی ہے وہ ہر چیز پر مقدم ہے۔ بلکہ وہی ساری امت پر حجت ہے۔ اس کے خلاف کرنا یا کہنا ہرگز جائز نہیں۔ اس کی تقلید

سب پر واجب ہے۔ حضرت امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جو دیا ہے وہ قرآن سے سمجھ کر دیا ہے۔

۳...... سو جب تفسیر قرآن کی قرآن و حدیث سے نہ ملے تو پھر صحابہؓ کے اقوال سے تفسیر کرنی چاہئے۔ اس لئے کہ انہوں نے اقوال قرائن اس وقت کے دیکھے بھالے ہیں۔ وقت نزول قرآن وہ حاضر و موجود تھے۔ فہم قرآن میں عمل صالح رکھتے تھے۔

۴...... جب تفسیر قرآن پاک کی قرآن و سنت صحیحہ یا قول صحابی میں سے نہ ملے تو اکثر علماء کا یہ قول ہے کہ تابعین کے قول کو معیار کر لیا جائے۔

۵...... جب قرآن کی تفسیر کرے تو حتی الامکان اوّل قرآن میں سے کرے۔ پھر سنت مطہرہ سے، پھر قول صحابی سے، پھر اجماع تابعین سے، پھر لغت عرب سے یہ پانچ اصول ہیں اور اپنی طرف سے کوئی بات نہ کہے۔ اگرچہ اچھی ہی کیوں نہ ہو اپنی رائے سے تفسیر کرنے والے کو جہنمی فرمایا ہے۔

۶...... حدیث ابن عباسؓ میں آیا ہے کہ جس نے اپنی رائے سے قرآن کریم کی تفسیر کی تو وہ شخص اپنی جگہ آتش دوزخ میں مقرر کرے۔ اس روایت کو ترمذی نے حسن کہا ہے۔ نسائی اور ابو داؤد نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔

مجددین امت و صوفیاء ملت اگر کوئی بیان فرمائیں یا کلام الٰہی یا حدیث اور اقوال صحابہؓ کی تفہیم میں الجھن واقع ہو اور گمراہی کا خطرہ ہو اور یہ حضرات کسی طرح سے حل فرمائیں تو ان کا فیصلہ قبول کیا جائے گا۔ جیسا کہ ’’فردوہ الی الذین یستبطونہ، .... فاسئلوا اھل الذکر‘‘ وغیرہ آیات سے ثابت ہوتا ہے، حدیث میں ہے: ’’ان اللہ یبعث لھذا الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجددلھا دینھا...... لن تجتمع امتی علی الضلالۃ‘‘ وغیرہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

مرزا قادیانی فرماتے ہیں: ’’جو لوگ خدا کی طرف سے مجددیت کی قوت پاتے ہیں۔ وہ نرے استخوان فروش نہیں ہوتے۔ بلکہ واقعی طور پر نائب رسول اللہ ﷺ اور روحانی طور پر آنجناب کے خلیفہ ہوتے ہیں۔ خداتعالیٰ انہیں تمام نعمتوں کا وارث بناتا ہے جو نبیوں اور رسولوں کو دی جاتی ہیں۔‘‘ (فتح اسلام ص۹ خزائن ج۳ ص۷)

”مجدد کا علوم لدنیہ اور آیات سماویہ کے ساتھ آنا ضروری ہے۔“

(ازالہ اوہام ص۱۵۴، خزائن ج ۳ ص ۱۷۸، ۱۷۹)

”گم شدہ دین کو پھر دلوں میں قائم کرتے ہیں۔ یہ کہنا کہ مجددوں پر ایمان لانا کچھ فرض نہیں۔ خدا تعالیٰ کے حکم سے انحراف ہے وہ فرماتا ہے۔ ”ومن کفر بعد ذالك فاولئك هم الفاسقون“

(شہادت القرآن ص۴۸، خزائن ج ۶ ص ۳۴۴)

”مجددوں کو فہم قرآن عطا ہوتا ہے۔“ (ایام الصلح ص ۵۵، خزائن ج ۱۴ ص ۲۸۸)

”مجدد مجملات کی تفصیل اور کتاب اللہ کے معارف بیان کرتا ہے۔“

(حمامۃ البشریٰ ص ۷۵، خزائن ج ۷ ص ۲۹۰)

”مجدد خدا کی تجلیات کا مظہر ہوتا ہے۔“ (سراج دین عیسائی ص ۱۵، خزائن ج ۱۲ ص ۳۴۱)

خلاصہ یہ ہوا کہ کلام اللہ اور حدیث صحیح کا مفہوم مجددین امت بیان کریں وہ قابل قبول ہے۔ اس کی مخالفت کرنے والا فاسق ہوتا ہے۔

”حدیث بالقسم میں تاویل امور استثناء ناجائز ہے۔“

(حمامۃ البشریٰ ص ۲۶، خزائن ج ۷ ص ۱۹۲ حاشیہ)

”جو شخص کسی اجماعی عقیدہ کا انکار کرے تو اس پر خدا اور اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اور یہی مقصود ہے اور یہی میرا مدعیٰ ہے۔ مجھے اپنی قوم سے اصول اجماعی میں کوئی اختلاف نہیں۔“

(انجام آتھم ص ۱۴۴، خزائن ج ۱۱ ص ۱۴۴)

”مومن کا کام نہیں کہ تفسیر بالرائے کرے۔“ (ازالہ اوہام ص ۳۲۸، خزائن ج ۳ ص ۲۶۷)

خلاصہ ارشادات مذکورہ

فیصلہ کے لئے قرآن و حدیث اجماع اور صوفیاء کرام، مجددین ملت کے قول و عمل کا اعتبار کیا جائے گا اور یہ کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات قرآن مجید سے ثابت ہو جائے تو ہم جھوٹے اور ہمارے سب دعوے جھوٹے، اور یہ کہ پہلے حکم قرآن سے پھر حدیث، پھر اجماع سے بہ ترتیب اخذ کیا جائے گا اور یہ کہ اہل سنت و جماعت کے عقائد اعمال حجت اور واجب العمل ہیں اور یہ کہ قرآن مجید و حدیث کے کسی معنیٰ کی تفسیر میں قرآن مجید، حدیث، اقوال صحابہ، لغت عرب، صرف نحو، معانی، بیان بدیع کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ کیونکہ قرآن عربی زبان میں ہے جو کہ امور مذکورہ کے بغیر سمجھی نہیں جا سکتی۔

سوال...... جب نقل قرآن ہو یا حدیث۔ امور بالا پر موقوف ہے اور وہ چونکہ سب کے سب ظنی ہیں تو احتمال مجاز وغیرہ کا بھی ہوسکتا ہے تو قرآن، احادیث کسی امر کی قطعیت کا کب مفید ہوسکیں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اگر ثابت بھی ہوجائے تو قطعی طور پر نہ ہوگی۔

جواب...... جب ایسے امور وقرائن موجود ہوں جن کی وجہ سے یقین کا فائدہ حاصل ہو تو توقف اور احتمال مذکورہ کی وجہ سے نقل کی قطعیت باطل نہیں ہوتی۔ جیسے:

۱...... ''لم يحج هو ﷺ بعد الهجرة الاحجة واحده ''یعنی آنحضرت ﷺ نے ہجرت کے بعد فقط ایک ہی حج کیا ہے۔

۲...... ''القرآن لم يعارضه احد ''یعنی قرآن مجید کا کسی نے معارضہ اور مقابلہ نہیں کیا۔

۳...... ''لم يؤذن في العيدين والكسوف والاستسقاء ''یعنی عیدین اور کسوف اور استسقاء میں آذان نہیں دی گئی۔ (شیخ طبرانی)

بہرصورت اگر سوال کو مان لیا جائے تو یہ خبریں سمعی قطعی الدلالۃ نہ رہیں گی جو کہ باطل ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ قرآن وحدیث وغیرہ سے جو چیز ثابت ہوگی وہ واجب الاتباع ہوگی۔

فائدہ...... جب کہ نقل وعقل ہر دو متعارض ہوں تو وہاں پر تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔ دونوں قطعی، دونوں ظنی۔ ایک قطعی اور دوسری ظنی۔ تیسری صورت میں قطعی کو عقلی ہو یا نقلی، ظنی پر تقدیم حاصل ہے اور دوسری صورت میں باعتبار دلیلوں کے ترجیح دی جائے گی اور پہلی صورت فقط ایک احتمال ہی احتمال ہے۔ واقع میں اس کا وجود نہیں۔ کیونکہ دلیل قطعی اس کو کہتے ہیں جو کہ نفس الامر اور واقع میں ضروری واجب ہو۔ پس اگر دونوں ہی واقع میں ضروری اور واجب العمل ہوئیں تو اجماع نقیضین لازم آئے گا جو کہ باطل ہے اور عقلی طور پر محال اور ناممکن ہے۔ اگر کوئی ایسی صورت بظاہر نظر آتی ہو تو وہاں پر واقع میں ایک ہی ضروری اور قطعی ہوگی اور دوسری غیر قطعی۔

قرآن مجید اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات جسمانی

''وما قتلوه يقيناً بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزاً حكيما (النساء:۱۵۷، ۱۵۸) '' ﴿اور انہوں نے یقینی طور پر اس (عیسیٰ علیہ السلام) کو قتل نہیں کیا بلکہ اس کو اللہ نے اپنی طرف آسمانوں پر اٹھا لیا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔﴾

آیت مذکورہ سے وجوہ استدلال کا معیار

قرآن مجید کی اس آیت کریمہ سے حیات مسیح پر استدلال قائم کرنا بعض امور ضروریہ پر موقوف ہے۔ تاوقتیکہ ان کو بیان نہ کر دیا جائے۔ فہم مطالب میں نہایت دقت پیش آتی ہے۔ لہٰذا ان امور کو نہایت مختصر طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔

بحث القصر

قصر لغت میں حبس اور قید کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ایک خاص طریقہ سے خاص کر دینے کو کہتے ہیں۔ یعنی ان چار طریقوں میں سے ایک طریقہ کے ساتھ جن کا ذکر ابھی آتا ہے۔ جیسے "انما زید قائم" یعنی زید فقط قائم ہی ہے۔ اس میں لفظ انما کے ساتھ جو کہ قصر اور تخصیص کا مفید ہے، زید کو قیام پر مقصور کر دیا گیا ہے۔

قصر کی دو قسمیں ہیں۔ اصطلاحی اور غیر اصطلاحی۔ غیر اصطلاحی وہ ہے کہ ان الفاظ کے بغیر جو کہ قصر اور تخصیص کے مفید ہیں۔ کلام میں حصر اور تخصیص پیدا کر دی جائے۔ جیسے مثال مذکورہ میں یوں کہا جائے۔ "زید مقصور علی القیام" یعنی زید قیام پر ہی بند ہے۔

قصر اصطلاحی کی دو قسمیں ہیں۔ حقیقی و غیر حقیقی۔ حقیقی وہ ہے کہ ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ اس طور پر خاص کرنا کہ بغیر اس کے اس کے لئے اور کوئی چیز حقیقت اور واقع میں ثابت نہ ہو۔ جیسے "ما خاتم الانبیاء الا محمد ﷺ" یعنی خاتم الانبیاء بجز جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے اور کوئی نہیں۔ یہاں پر وصف ختم نبوت کو آنحضرت ﷺ پر اس طور پر خاص کیا گیا ہے کہ کسی غیر کے لئے ثابت ہی نہیں۔ قصر غیر حقیقی و اضافی یہ ہے کہ ایک چیز کو دوسری چیز کے لئے کسی خاص چیز کے لحاظ سے خاص کر دیا جائے۔ جیسا کہ ما زید الا قائم یعنی زید فقط قائم ہی ہے۔ یہاں پر زید کو وصف قیام پر بلحاظ وصف قعود کے مقصور کیا ہے۔ یعنی قعود زید کے لئے ثابت نہیں۔ گو دوسری کوئی وصف ثابت ہو، قصر حقیقی کی قسمیں ایک یہ کہ ایک امر کو بطریق خاص ایک خاص وصف یعنی معنی پر بند کر دیا جائے۔ حتی کہ اس کے لئے اور کوئی وصف ثابت نہ ہو۔ جیسے ما زید الا کاتب، یعنی زید کے لئے بجز وصف کتابت کے اور کوئی چیز ثابت نہیں اور یہ قصر اگر واقع اور حقیقت کے لحاظ سے اعتبار کیا جائے تو قصر تحقیقی کہلاتا ہے۔

اور اگر صرف مبالغہ اور ادعاء کی طور پر ہو تو اس کو قصر تحقیقی ادّعائی کہتے ہیں۔ یعنی قصر

موصوف کا وصف پر تحقیقاً ہو یا ادّعا اور یہ قسم واقع میں نہیں پائی جاتی کیونکہ یہ تب ہی متصور ہو سکتی ہے کہ ایک شی کی جملہ اوصاف کا ہمیں علم ہو بعد ازاں ان میں سے ایک فقط ثابت کی جائے اور چونکہ ایک شیٔ کی تمام اوصاف کا احاطہ کرنا متعذر اور محال ہے اور انسانی قدرت سے خارج ہے۔ لہٰذا یہ قسم واقع میں موجود نہیں۔ دوسری قسم یہ ہے کہ ایک وصف کو دوسری چیز کے لئے اس طور پر مخصوص کر دیا جائے کہ یہ وصف کسی اور کے لئے ثابت نہ ہو۔ گو وہ چیز دوسری کسی اور وصف کے ساتھ متصف ہو۔ جیسے ما قام الا زید یعنی وصف قیام فقط زید کے لئے ثابت ہے۔ نہ غیر کے لئے تو زید دیگر اوصاف سے بھی متصف ہو یہ بھی اگر واقع اور حقیقت کے لحاظ سے اعتبار کیا جائے تو اس کو قصر حقیقی تحقیقی کہتے ہیں اور اگر محض مبالغہ اور ادعاء ہی ہو تو قصر حقیقی ادعائی کہتے ہیں۔ یعنی قصر صفت کا موصوف پر تحقیقاً ہو یا ادّعا، اور یہ قسم کثرت سے پائی جاتی ہے۔ بہر صورت قصر حقیقی کی چار قسمیں ہوئیں۔ قصر غیر حقیقی و اضافی کی قسمیں۔ ایک یہ کہ ایک امر کو ایک وصف پر مخصوص کر دیا جائے۔ جیسے ما زید الا قائم یعنی زید فقط قائم ہی ہے اور بس اس کو قصر موصوف علی الصفۃ کہتے ہیں اور اس کی تین قسمیں ہیں۔ قصر افراد، قصر قلب، قصر تعیین، اور دوسری یہ کہ ایک وصف کو ایک امر پر بند کر دیا جائے۔ حتیٰ کہ اوروں کے لئے وہ ثابت ہو۔ جیسے ما ضرب الا عمرو یعنی عمرو نے فقط مارا ہے نہ غیر نے اس کو قصر صفت علی الموصوف کہتے ہیں۔ اس کی بھی تین قسمیں ہیں۔ قصر افراد، قصر قلب، قصر تعیین، مجموعہ چھ قسمیں ہوئیں۔ قصر افراد یہ ہے کہ مخاطب کسی امر میں شرکت کا معتقد ہوتا ہے اور در حقیقت وہاں شرکت نہیں ہوتی۔ لہٰذا متکلم اپنے قصری کلام سے اس کی معتقدانہ شرکت کو اڑا دے گا۔ مثلاً قصر موصوف علی الصفۃ میں وہ یوں خیال کرتا ہے کہ موصوف کے لئے دو صفتیں ثابت ہیں۔ حالانکہ ایک ثابت تھی۔ جیسے ما زید الا کاتب یعنی زید فقط کاتب ہے۔ یہاں مخاطب کا یہ خیال تھا کہ موصوف کے لئے دو صفتیں یعنی کتابت اور شاعریت ثابت ہیں اور واقع میں چونکہ ایک وصف تھی۔ لہٰذا متکلم بلیغ نے اپنے قصری کلام سے شرکت کی نفی کر دی اور فقط ایک وصف رہنے دی۔ اسی وجہ سے اس کو قصر موصوف علی الصفۃ قصر افراد کہتے ہیں اور قصر صفت علی الموصوف میں کہیں گے۔ ما کاتب الا زید یعنی کاتب بجز زید کے اور کوئی نہیں۔ مخاطب کا اعتقاد یہ تھا کہ وصف کتابت زید اور عمرو ہر دو کے لئے ثابت ہے۔ لیکن واقع میں چونکہ درست نہ تھا۔ لہٰذا متکلم بلیغ نے اپنے قصری کلام سے اس

شرکت کو باطل کر دیا اور ایک کے لئے وصف کتابت کو ثابت کیا۔ مختصر المعانی وغیرہ میں ہے۔ "والمخاطب بالاول من جزی کل من قصر الموصوف علی الصفة علی الموصوف من یعتقد الشرکة ای شرکة صفتین فی الموصوف واحد فی قصر الموصوف علی الصفة وشرکت الموصوفین فی صفة واحدة فی قصر الصفة علی الموصوف"

شرط تحقیق وجود قصر افراد

قصر افراد کے پائے جانے کی شرط یہ ہے کہ دونوں وصفوں میں تنافی اور ضدیت ہو، تا کہ شرکت متصور ہو۔ کیونکہ آپس میں اگر ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں تو شرکت قطعاً غیر متصور ہوگی۔ تلخیص المفتاح وغیرہ میں موجود ہے۔ "وشرط قصر الموصوف علی الصفة افراداً عدم تنافی الوصفین" اور قصر الصفت علی الموصوف کا بھی یہی حال ہے۔ قصر قلب، قصر قلب یہ ہے کہ متکلم جس حکم کو ثابت کرنا چاہتا ہے۔ اس کی ضد اور منافی کا مخاطب معتقد ہوتا ہے۔ مثلاً ما زید الا قائم یعنی زید کھڑا ہے۔ یہاں اعتقاد مخاطب یہ تھا کہ زید بیٹھا ہے۔ یہ چونکہ حکم متکلم کے برعکس اور مخالف ہے۔ لہٰذا اس نے اپنے کلام قصری سے اس کو رد کر دیا۔ تلخیص المفتاح وغیرہ میں ہے۔ "والمخاطب بالثانی من یعتقد العکس"

شرط وجود قصر القلب

اس کے پائے جانے کی شرط یہ ہے کہ قصر الموصوف علی الصفة وقصر القلب ہے تو یہ ہے کہ دونوں وصفیں اس میں واقع ہیں یا مخاطب اور متکلم کے اعتقاد میں یا فقط متکلم کے خیال میں منافی ہوں اور ضدیت رکھتی ہوں یا کم از کم ایک وصف دوسرے کو لازم نہ ہو۔ ورنہ قصر قلب یقینی نہ ہوگا۔ کتب معانی متداولہ میں بیان شروط قصر قاصر ہے۔ دیکھو سید شریف دسوقی عبدالحکیم وغیرہ جیسے اوپر کی مثال میں وصف قعود وقیام آپس میں منافی ہیں اور ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں اور قصر الصفت علی الموصوف میں تنافی بین الوصفین شرط نہیں۔ کیونکہ اس میں کبھی وصف دو موصوفوں میں پائی جائے گی اور کبھی نہیں۔ قصر تعین یہ ہے کہ جس میں دونوں امر مخاطب کے نزدیک برابر ہوتے ہیں۔ یعنی قصر الموصوف علی الصفت میں صفت اور قصر الصفت علی الموصوف میں موصوف مذکور وغیرہ مذکور ہر دو کے ساتھ اتصاف کا اعتقاد رکھتا ہے۔ جیسا کہ ما زید الا قائم، ما قائم الا زید پہلی

صورت میں قیام وقعود اور دوسری صورت میں بھی ایسے ہی بلاتعین خیال رکھتا ہے۔ ایک کی متکلم تعیین کردے گا اور یہ ہر جگہ متحقق ہوگا۔ برابر ہے کہ وصفیں متنافی ہوں یا نہ ہوں۔ یہ دس صورتیں قصر اصطلاحی کی ہیں اور ایسے ہی غیر اصطلاحی کی جملہ بیس ہوئیں۔

اقسام قصر

مشہور اور متبادر قصر کے طریقے چار ہیں۔ قصر العطف، قصر بالاستثناء، قصر بانما، قصر بالتقدیم، قصر بالعطف وہ ہے جو کہ صرف عطف سے کیا جائے۔ ''لا بل لکن'' وغیرہ اور جیسے قصر موصوف علی الصفۃ، قصر افراد میں یوں کہیں گے۔ زید شاعر لا کاتب یعنی زید فقط شاعر ہے نہ کہ کاتب اور قصر صفۃ علی الموصوف میں یوں کہیں گے۔ زید شاعر لا عمرو یعنی زید ہی شاعر ہے نہ عمرو اور موصوف علی الصفۃ قصر قلب میں کہیں گے۔ زید قائم لا قاعد یعنی زید کے لئے فقط وصف قیام ثابت ہے نہ کہ قعود اور قصر صفت علی الموصوف قصر قلب میں یوں کہیں گے۔ عمرو شاعر بل زید یعنی شاعر فقط زید ہے نہ عمرو۔ یہاں پر یہ امر نہایت ملحوظ ہے کہ قصر بالعطف میں واجب اور ضرور ہے کہ متکلم وصف اثبات اور نفی پر تصریح کرے۔ کیونکہ مطلق کلام قصری کو متکلم خطا اور صواب میں تمیز کرنے کے لئے ہی بولتا ہے تاکہ مخاطب کے اعتقاد میں حق و باطل خطاء صواب میں جو خلط ہو چکا ہے وہ نکل جائے اور خاص کر قصر عطف میں وصف مثبت اور منفی کی تصریح کسی طرح ترک کرنا جائز ہی نہیں۔ ''کذافی المختصر للمعانی والتجرید والدسوتی وغیرھا من الاسفاد، فان قلت اذا تحقق تنافی الوصفین فی قصر القلب فاثبات احدھما یکون مشعرا بانتفاء الغیر فما فائدہ نفی الغیر واثبات المذکور بطریق القصر قلت الفائدہ فیہ التنبیہ علی رد الخطاء اذا المخاطب اعتقد العکس''

قصر النفی الاستثناء

اگر قصر موصوف علی الصفہ ہو تو یوں کہیں گے۔ ما زید الا شاعر یعنی زید فقط شاعر ہے اور بس اور اگر قصر صفت علی الموصوف ہوا تو یوں کہیں گے۔ ما شاعر الا زید یعنی شاعر فقط زید ہے اور اگر قصر قلب ہوا تو پہلی قسم کے لئے یوں کہیں۔ ما زید الا قائم یعنی زید فقط قائم ہے اور دوسری قسم کے لئے یوں کہیں۔ ما شاعر الا زید یعنی شاعر فقط زید ہے۔

قصر بانما

قصر موقوف علی الصفۃ قصر قلب میں انما قائم زید یعنی قائم فقط زید ہی ہے۔

فائدہ...... قصر انما میں آخر خبر پر ہمیشہ قصر اور حصر ہوتا ہے۔

قصر بالتقدیم

یعنی بعض چیزیں جو کہ مرتبہ کے لحاظ سے پیچھے ہوا کرتی ہیں۔ ان کو بغرض تخصیص مقدم کر لینا قصر موصوف علی الصفۃ میں تمیمی انا یعنی میں تمیمی ہی ہوں۔ قصر صفت علی الموصوف میں انا کفیت فی مہمک تیری مشکل میں میں نے ہی کفایت کی۔

کلمہ بل اور اس کا اثر

کلمہ بل کے بعد اگر مفرد ہو تو ماقبل بل کے اگر امر یا اثبات ہوا تو اس وقت مابعد بل کے لئے کلمہ اثبات ہوگا اور ماقبل بل کے لئے مسکوت عنہ کے حکم میں رہے گا اور اگر ماقبل بل کے نہی یا نفی لفظی یا معنوی ہو تو ماقبل بل کا حکم بحال رہے گا اور مابعد بل کے لئے اس کی ضد ثابت ہوگی۔ اثبات کی مثال قام زید بل عمرو کھڑا زید بلکہ عمرو (امر کی مثال) لیقم بکر بل خالد چاہئے کہ بکر کھڑا رہے۔ بلکہ خالد (نہی کی مثال) ''لم اکن فی مربع بل تیہاً '' میں منزل میں نہیں تھا۔ بلکہ میدان میں (نفی لفظی کی مثال) ''لا تضرب زیداً بل عمراً '' نہ مار زید کو بلکہ عمرو کو (مثال نفی معنوی کی) ''ام یقولون بہ جنۃ بل جاء ھم الحق '' کیا کہتے ہیں کہ اس کو جنون ہے۔ بلکہ ان کے پاس سچی بات آئی ہے اور اس وقت کلمہ بل اعراض کے لئے ہوگا اور اگر مابعد کلمہ بل جملہ ہوا تو پھر یا تو پہلے جملہ کے مضمون کے ابطال کے لئے اور مابعد کے مضمون جملہ کو ثابت کرنے کے لئے آئے گا۔ جیسے بل عباد مکرمون۔ یعنی فرشتوں کے متعلق ذکورت و انوثت کا خیال غلط ہے۔ بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے مقرب بندے ہیں اور یا ایک غرض سے دوسری غرض کی طرف انتقال کرنے کے لئے آئے گا۔ جیسے ''بل تؤثرون الحیوٰۃ الدنیا '' یعنی تم لوگ حقیقی مقصد کو نہیں لیتے ہو۔ بلکہ حیاتی دنیا کو اختیار کرتے ہو۔

کلمہ بل اور اختلاف

نحویوں کے نزدیک یہ مشہور ہے کہ کلمہ بل عطف اور ابتداء انقطاع میں مشترک ہے۔ اگر اس کے بعد مفرد ہوا تو عطف کے لئے ہوگا اور اگر اس کے بعد جملہ ہوا تو ابتداء کے لئے ہوگا۔ مگر محققین کا مذہب یہ ہے کہ بل ہر دو صورتوں میں عطف کے لئے ہوگا۔ کیونکہ قول اشتراک سے

جو پہلے مذہب سے لازم آتا ہے۔ عدم اشتراک بہتر بلکہ صحیح ہے۔ بحر العلوم مسلم الثبوت میں ہے۔

”وبل یکون فی الجملة لانتقال والابطال وما قیل بل هذا لیست بعاطفة بل ابتدائیة وذهب الیه ابن هشام من النحاة واختاره فی التحریر فممنوع لابد من اقامة دلیل علیه بل قام الدلیل علی خلافه لا نه یوجب الاشتراك فی العطف والابتداء وعدم الاشتراك خیرکما مربل هو حقیقة فی الاعراض“

کلمہ بل اور معنی وضعی

بعض وقت یہ دھوکا لگ جاتا ہے کہ ایک لفظ ایک معنی میں استعمال کیا جاتا ہے اور انسان خیال کرلیتا ہے کہ یہ اس لفظ کا وضعی معنی ہے اور درحقیقت وہ وضعی اور اصلی معنی لفظ کا نہیں ہوتا۔ لہٰذا وضع اور استعمال کا فرق لکھا جاتا ہے تا کہ کسی لفظ کے فہم میں کسی طرح کا خبط واقع نہ ہو۔ وضعی معنی وہ ہوتا ہے جو کہ واضع نے لفظ کے مقابل معین کیا ہوتا ہے اور مستعمل فیہ وہ ہوتا ہے کہ وضعی اور اصل معنی چھوڑ کر کسی دوسرے مجازی معنی میں بوجہ کسی مناسبت کے استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ کہا جائے کہ میں نے انسان کو دیکھا تو مراد اس سے وہی زید، بکر اور خالد وغیرہ افراد وضعی ہوں گے اور اگر کہا جائے کہ میں نے شیر کو دیکھا ہے اور مراد وہی انسان ہے تو ظاہر ہے کہ شیر کا یہ معنی اصلی اور وضعی نہیں ہے۔ کیونکہ اصلی معنی تو اس کا وہ جانور دم دار پھاڑ کھانے والا ہے۔ پس شیر سے مراد انسان رکھنا اور اس میں استعمال کرنا مجازی معنی میں بوجہ کسی مناسبت کے استعمال کرنا ہے۔ بہرصورت شیر کا اصل معنی، جانور پھاڑ کھانے والا ہے۔ پس شیر سے مراد انسان رکھنا فقط مستعمل فیہ ہے۔ نہ کہ وضعی معنی اور جیسے توفی کا لفظ اس کا وضعی معنی فقط کسی شے کا پورا لے لینا اگر پورا لے لینا روح سے ہو یا غیر روح سے۔ اگر روح سے ہو تو پھر مع الامساک ہے۔ یا مع الارسال۔ یہ سب کے سب معنی وضعی کے افراد اور معانی استعمالیہ ہیں۔ نہ کہ معنی وضعی اور پھر ظاہر ہے کہ جب استعمال مجازی معنی میں لفظ کو محض ایک گونہ مناسبت استعمال کیا گیا ہے تو درحقیقت یہ لفظ کا معنی ہی نہیں۔

معنی وضعی اور لغت و تفسیر

یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ لغت اور تفسیر لفظ بالخصوص لفظ مشق کا معنی مستعمل فیہ ذکر کرتے ہیں اور وضعی کو چھوڑ دیتے ہیں۔ مثلاً اللہ جس کا معنی وضعی معبود مطلق ہے۔ واجب ہو یا ممکن، آدمی ہو یا جن، کواکب ہوں یا ملائکہ۔ حالانکہ لغت اور تفسیر میں اکثر جگہ الٰہ کی تفسیر بتوں سے

کر جاتے ہیں۔ دیکھو تفسیر ابن عباسؓ اموات احیاء کی تفسیر کرتے ہیں۔ اموات اصنام کے ساتھ اور کتب لغت لفظ الٰہ کے متعلق بھی اسی طرح درفشاں ہیں تو کیا یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اصنام لفظ النہ کا حقیقی وضعی معنی ہے۔ ہرگز ہرگز نہیں۔ بلکہ معبود مطلق جو وضعی معنی لفظ النہ کا ہے کا ایک فرد ہے اور معنی مستعمل فیہ بہر نہج یہ امر غور سے ملحوظ رکھنے کے قابل ہے کہ وضعی معنی اور ہے اور مستعمل فیہ اور پہلا اصل اور حقیقی معنی ہے۔ دوسرا مستعمل فیہ اور مجازی معنی ہے۔ بعض سادہ لوحوں کو اسی وجہ سے کہ وہ حقیقی اور مجازی اور مستعمل فیہ معنی میں امتیاز نہیں کر سکتے۔ سخت دھوکہ لگ جاتا ہے اور وہ سمجھ جاتے ہیں کہ مجازی اور مستعمل فیہ معنی وہی حقیقی اور اصل وضعی معنی ہے۔

لفظ رفع اور استعمال

رفع کا حقیقی اور وضعی اصلی معنی کسی چیز کا اوپر اٹھالینا ہے۔ (دیکھئے صراح ج۲ ص۱۶) ”رفع برداشتن وهو خلاف الوضع “یعنی رفع کا معنی اوپر اٹھانے کسی شئے کا ہے۔ (قاموس ص۵۱۲) ”رفعه ضد وضعه “یعنی رفع کا معنی کسی چیز کو اوپر اٹھانا ہے۔ جیسا کہ وضع کا معنی کسی چیز کو زمین پر رکھنا ہے۔ (منتہی الارب ص۱۷۶) ”رفعه رفعاً بالفتح “برداشت آزاں خلاف وضعه یعنی کسی چیز کا اٹھانا پس رفع اجسام میں حقیقی طور پر اوپر کی طرف حرکت اپنی اور انتقال مکانی مراد ہوگی اور رفع معانی میں مناسب مقام پھر اگر کسی دوسرے معنی میں استعمال کیا گیا تو وہ معنی مستعمل فیہ مجازی کہلائے گا۔ جیسے تقریب منزلت وغیرہ اور یہ خیال کہ جس وقت رفع کا صلہ لفظ الیٰ ہو اس وقت رفع کا معنی تقریب اور مرتبہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ صراح میں ہے۔ ”نزدیک گردانیدن کس صلتہ الیٰ کسی صلہ اول“ یعنی جب رفع کا صلہ الیٰ ہو تو معنی رفع کا رفع مرتبہ ہوتا ہے اور بالخصوص جب کہ رفع کا فاعل اللہ تعالیٰ ہو اور مفعول ذی روح چیز ہو اور صلہ لفظ الیٰ ہو تو بغیر رفع رتبی کے اور کوئی معنی متصور ہو ہی نہیں سکتا۔ بلکہ اس وقت اگر لفظ سما کا بھی لفظ رفع کے ساتھ موجود ہو تب بھی معنی رفع منزلت اور مرتبہ کا ہی ہوگا۔ جیسے حدیث شریف میں آیا ہے۔ ”اذا تواضع العبد رفعه الله الیٰ السماء السابعة “یعنی جب کوئی بندہ خاکساری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا ساتویں آسمان تک رفع اور مرتبہ بلند فرماتا ہے محض غلط ہے۔ کیونکہ رفع کا معنی ہر ایسی جگہ میں جہاں اس کا صلہ الیٰ واقع ہو رفع مرتبہ لینا ایک خبط ہے۔ مجمع البحار میں ہے۔

”فرفعه الی یده ای رفعه الی غاية طول يده ليراه الناس ا......

فیفطرون "یعنی آنحضرت ﷺ نے اس کو اپنے بازو برابر اوپر اٹھایا تا کہ لوگ آپ کو دیکھ کر روزہ افطار کرلیں۔

۲...... "یرفع الحدیث الیٰ عثمان "یعنی راوی نے عثمان تک حدیث کو مرفوعاً بیان کیا۔ "یرفعه الیٰ النبی ﷺ "یعنی راوی نے آنحضرت ﷺ سے حدیث کو مرفوع بیان کیا۔

۳...... "یرفع الیه عمل اللیل قبل عمل النهار ای الیٰ خزائنه لیحفظ الیٰ یوم الجزا "یعنی اعمال روز سے پیشتر اعمال رات اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچ جاتے ہیں۔ یعنی اس جگہ اور مقر کی طرف جس میں اعمال تا قیامت واسطے دینے جزا کے محفوظ رکھے جاتے ہیں اور اسی طرح وہ رفع جو کہ رفع یدین میں استعمال کیا جاتا ہے اور صحاح ستہ میں موجود ہے۔ ان سب محاوروں میں رفع مستعمل بالی ہے۔ مگر رفع مرتبی کا معنی نہیں ہوسکتا۔ بہرصورت یہ امر ثابت ہوا کہ ایسی ہر جگہ میں جہاں رفع کا صلہ الیٰ آیا ہو۔ وہاں پر یہ خیال کہ وہاں پر رفع مرتبی کے سوا اور معنی نہیں ہوسکتا۔ غلط ہے باقی رہا حوالہ صراح کے سو اس کے متعلق معروض ہے کہ صراح کا حوالہ پیش کرنا بالکل ناواقفی ہے۔ کیونکہ صراح والے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جہاں کہیں رفع کا صلہ الیٰ آتا ہے۔ وہاں مراد رفع منزلت ہی ہوگا۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کبھی رفع کا معنی رفع مرتبی بھی ہوتا ہے۔ جب کہ اس کا صلہ الیٰ واقع ہو۔ یعنی یہ معنی بھی لے سکتے ہیں یا یوں کہے۔ رفع مرتبی کا معنی لفظ رفع ہے۔ اس وقت ہوگا جب کہ اس کا صلہ الیٰ واقع ہو، نہ عکس۔ یعنی یہ نہیں کہ جس جگہ رفع کا صلہ الیٰ ہوگا وہاں رفع منزلت ہی مراد ہوگا۔ جیسے کہا جائے گا کہ پانی کیا چیز ہے۔ جواب میں کہا جائے گا۔ ایک رقیق سیلابی چیز ہے۔ اب اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ جو رقیق اور سیلابی چیز ہوگی وہ پانی ہی ہوگی اور بس۔ محض ایک جنون اور خبط ہے۔ اسی طرح مفردات امام راغب میں بھی لفظ رفع کے متعلق مذکور ہے۔ "الرفع یقال تارة فی الاجسام الموضوعة اذا اعلیتها من مقرها وتارة فی البنا اذا طولته وتارة فی الذکر اذا نزهته وتارة فی المنزلة اذا شرفتها "یعنی لفظ رفع چار معنوں پر بولا جاتا ہے۔ ایک تو جسموں کو ان کی اپنی جگہ سے اوپر کی طرف اٹھانا اور دوسرا عمارت پر جب کہ اس کو بلند کیا جائے۔ تیسرا ذکر پر جبکہ اس کو شہرت دی جائے۔ چوتھا مرتبہ پر جب کہ اس کو بزرگی دی جائے اور اسی طرح لسان العرب میں سے ہیں۔ جو لفظ رفع کے متعلق ہے۔ "فی اسماء اللّٰہ الرافع هو الذی یرفع المؤمن بالاسعاد

واولیاء بالتقریب والرفع ضد الوضع "یعنی اللہ تعالیٰ کے اسماحسنیٰ میں الرافع (بلند کرنے والا) آیا ہے۔ یعنی مومن سعید اور نیک بنا کر اور اپنے اولیاء اور دوستوں کو قرب عنایت فرما کر بلند اور رفیع الشان کرتا ہے۔ پھر اس میں لکھا ہے کہ زجاج اس آیت کریمہ "خافضة رافعة" کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ "تخفض اهل المعاصی وترفع اهل الطاعة "یعنی گناہ گاروں کو پست کرے گی اور نیکوں کا مرتبہ بلند کرے گی۔ (یعنی قیامت) اور اس میں رفع کا معنی ایک اور بھی لکھا ہے کہ "تقریب الشئ من الشئ "ایک شی کو دوسرے کے قریب لے جانا اسی طرح نساء مرفوعات کے معنی لکھے ہیں۔ "نساء مکرمات "یعنی وہ عورتیں جن کی تکریم کی جائے اور "رفع فلاناً الیٰ الحلکم " کے معنی لکھے۔ میں "قربه منه "اس کو اس کے قریب کر دیا اور "رفع البعیر فی السیر " کے معنی میں لکھا ہے۔ "بالغ وسار ذالك السیر " یعنی کمال کو پہنچایا اور وہ سیر چلایا، جس کو سیر مرفوع کہتے ہیں اور قرآن مجید میں آتا ہے۔ "رفعنا بعضهم فوق بعض درجات "یعنی ہم نے بعض کو بعض پر بلند اور رفیع القدر بنایا ہے اور قرآن مجید میں آتا ہے۔ "ولوشئنا لرفعناه بها "اگر ہم چاہتے تو ان کی وجہ سے اس کا مرتبہ بلند کرتے۔ اس کی تفسیر میں ابن کثیر فرماتے ہیں: "لرفعناه بها ای لرفعناه من التدنس عن قاذورات الدنیا بالایات التی آیتناه ایاها "یعنی اس کو ہم اپنی آیتوں کے سبب جو کہ ہم نے اس کو دی ہیں۔ دنیا کی غلاظت سے رفیع القدر بناتے۔ بیضاوی اور فتح البیان میں اسی کے قریب لکھا ہے۔ ابن جریر اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "والرفع معانی کثیرة منها الرفع فی المنزلة عنده ومنها الرفع فی شرف الدنیا ومکارمها ومنها الرفع فی الذکر الجمیل والثناء الرفیع وجائز ان یکون الله عنی کل ذالك انه لوشاء لرفعه فاعطاه کل ذالك "یعنی رفع بہت سے معنوں کو مشتمل ہے۔ ایک اللہ تعالیٰ کے حضور میں مرتبہ کی بلندی دوسرا دنیا میں بزرگی اور اس کے حصول مکارم میں تیسرا اچھے ذکر اور بلند تعریف اور جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سب معنی مراد ہوں اور اگر وہ چاہتا تو سب دیتا اور اسی طرح حدیث میں اس دعا میں جو بین السجدتین پڑھی جاتی ہے۔ رفع کا لفظ آیا ہے اور مراد اس سے مرتبہ ہے: "اللهم اغفرلی وارحمنی واهدنی وارزقنی وارفعنی واجبرنی "اے اللہ میرے گناہ معاف کر مجھ پر رحم فرما۔ مجھے ہدایت پر ثابت قدم رکھ۔ مجھے رزق دے۔ مجھے رفیع المرتبہ فرما اور کمی کو پورا فرما۔ ترمذی کی ایک روایت میں ہے: "یرید الناس ان یضعوه ویابی الله

الا ان یـــرفـعهـم ’’لوگ ان کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ انہیں عزت اور مرتبہ میں بڑھائے گا۔ کنز العمال میں ہے: ’’فتوا ضعوا یرفعکم اللہ ‘‘تواضع کرو اللہ تعالیٰ تمہارا مرتبہ بلند کرے گا۔ بخاری میں ہے: ’’رفـع الـیٰ السماء رفعه ضد وضعه ومنه الدعاء اللهم ارفعني والله یرفع من یشاء ویخفض ‘‘یعنی رفع الیٰ السماء وضع کی ضد ہے اور اسی پر دعا ہے کہ اے اللہ میرا مرتبہ بلند کر اور ذلیل نہ کر۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے۔ بلند کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے۔ پست کرتا ہے۔ یہ سب کی سب عبارتیں ایسی ہیں۔ جن سے ایک بھی ایسی عبارت نہیں جو کہ اس امر پر قطعاً دلالت کرے کہ رفع کا معنی حقیقی اور وصفی بس رفع مرتبی ہے۔ جو کچھ ثابت ہے وہ صرف یہ کہ رفع کا اطلاق رفع جسمی اور رفع مرتبی پر ہوتا ہے۔ نہ یہ کہ رفع کا معنی مرتبی وضعی اور حقیقی معنی ہے اور رفع سے رفع جسمی کبھی مراد لے بھی نہیں سکتے کہ اپنی طرف سے لغت میں قیاس کرنا ہے جو کہ بالکل نا جائز ہے اور پھر اس وقت جب کہ ہم نے بیان کر دیا ہے کہ لغت اور تفسیر میں اکثر استعمال معنی لکھے جاتے ہیں۔ کسی طرح بھی جائز نہیں کہ یہ کیا جائے کہ رفع کا معنی رفع مرتبی ہوتا ہے اور بس بلکہ حق یہ ہے کہ رفع کا اصل اور وضعی معنی یہی ہے کہ ایک چیز کا اوپر اٹھانا اجسام میں باعتبار حرکت اپنی اور انتقال معانی کے ہوگا اور معانی بلحاظ مقام اور پھر جب کہ قرائن خارجیہ قرآن پاک، حدیث شریف اور اجماع سیاق وسباق سے رفع سے رفع جسمی ہی مراد متعین ہو جائے تو دوسرا معنی یعنی رفع مرتبی مراد لینا ہرگز جائز اور مناسب نہیں۔

قاعدہ محدثہ اختراعیہ

بعض لوگ کہا کرتے ہیں۔ چنانچہ مرزا قادیانی اور ان کے مرید بھی اسی خیال کے آدمی ہیں کہ لفظ رفع کا فاعل جب کہ اللہ تعالیٰ ہو اور صلہ اس کا لفظ الیٰ ہو اور مفعول۔ اس کا ذی روح ہو تو اس کا معنی سوائے تقرب اور مرتبہ کے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا بل رفعہ اللہ میں بھی بوجہ شرائط مذکورہ متحقق ہونے کے یہی تقرب الیٰ اللہ مراد ہوگا۔ مگر یہ سب غلط ہے۔ کیونکہ اوّل تو یہ لوگ قواعد کی اور اصطلاحات کی قید کو تسلیم ہی نہیں کرتے۔ مگر جہاں کہیں ان کا مطلب ثابت ہو۔ دوسرا یہ قاعدہ کسی ایسی کتاب میں نہیں جو کہ قواعد اور اصطلاحات میں لکھی گئیں ہیں اور لغت میں ہونا کوئی مفید نہیں۔ کیونکہ لغت کا یہ وظیفہ ہی نہیں کہ وہ قواعد بیان کرے۔ تیسرا اس لئے کہ یہ دلیل ظنی استقرائی غیر مفید ہے جو کہ محض ظن کی مفید ہے نہ کہ یقین کی۔ چوتھا یہ کہ اس سے یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ رفع کا معنی ایسی ترکیب میں ہمیشہ رفع روحی ہی کا ہوا کرے گا۔ فقط اتنا ثابت ہوا کہ رفع ایسی

ترکیب میں مفید رفع منزلت کا بھی ہوتا ہے۔ پانچواں یہ کہ ایسی قیودوں کو بڑھانا خود ایک زبردست ثبوت ہے کہ رفع کا معنی حقیقی رفع روحی نہیں۔ ورنہ قیدوں کا زیادہ کرنا محض بیکار ہے۔ کیونکہ اصل اور وضعی معنی محتاج قرینہ اور کسی امر خارجی کا ہرگز نہیں ہوتا۔ چھٹا یہ کہ اگر اس قاعدہ اختراعیہ کو مان لیا جائے تو وہ قواعد جن کے بغیر قرآن مجید کا سمجھنا نہایت ہی دشوار اور متعذر رہے اور قرآن کریم کی فصاحت اور بلاغت کا علم سوا ان کے ہو ہی نہیں سکتا۔ ان کو کیوں تسلیم نہیں کیا جاتا۔ جن سے روز روشن کی طرح رفع جسمی ثابت ہوتا ہے۔

ساتواں یہ کہ یہ قاعدہ اختراعیہ اگر مان لیا جائے تو اس مثال سے ٹوٹ جاتا ہے۔ (صحیح بخاری جلد اوّل ص ۵۴۹) میں ہے: ”ثم رفعت الی سدرة المنتهی“ ﴿یعنی پھر میں سدرۃ المنتہیٰ کی طرف اٹھایا گیا۔﴾

دیکھئے یہاں صیغہ رفعت گو ماضی مجہول الفاعل ہے۔ لیکن یہ فعل ایسا ہے جس کا فاعل درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ جیسا کہ خلقت گو ماضی مجہول الفاعل ہے۔ لیکن فاعل اس کا درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی ہے اور مفعول بہ ذی روح (یعنی آنحضرت ﷺ) ہیں اور صلہ بھی لفظ الیٰ ہے اور معنی مراد سدرۃ المنتہیٰ پر اٹھائے جانے کے ہیں۔ نہ کہ رفع مرتبہ گو بطور کنایہ اس رفع کو رفع مرتبہ اور تقرب لازم ہے۔ کیا کوئی مرزائی وغیرہ اس کے خلاف کہہ سکتا ہے؟ کہ اس سے رفع جسمی مراد نہیں ہے۔ بلکہ رفع سے مراد رفع روحانی ہے۔ ہرگز نہیں اور پھر اس کتاب کے خلاف جس کو مرزا قادیانی بھی بعد کتاب اللہ اصح الکتب مانتے ہیں۔ آٹھواں اس لئے یہ قاعدہ اختراعیہ غلط ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ لفظ خلق کا جہاں فاعل اللہ تعالیٰ ہو اور مفعول بہ ذی روح بجز حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آدم اور حوا علیہم السلام کے ہو۔ وہاں خلق سے مراد نطفہ سے پیدا کرنا ہے تو کیا اس سے خلق کا معنی نطفہ ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں بالکل غلط بلکہ دیکھا جائے گا۔ جہاں کہیں قرینہ اس امر پر قائم ہوا کہ نطفہ سے پیدا کیا گیا ہے۔ وہاں یہ مراد لیں گے نہ کہ ہر ایک جگہ ایسے ہی رفع کا لفظ جب قرائن خارجیہ اور سیاق سباق سے رفع جسمی مراد ہو۔ وہی لیں گے حاصل یہ کہ رفع کا معنی ہر جگہ رفع رتبی لینا گو قرائن اور سیاق وسباق اس کے مخالف ہوں۔ ہرگز جائز نہیں۔ ہاں جس جگہ قرائن وغیرہ سے رفع رتبی اور تقرب روحانی کے مخالف نہ ہوں۔ وہاں پر مراد لے سکتے ہیں۔ یعنی یوں خیال فرمایا جائے کہ بلحاظ قرائن وسیاق وسباق ہمیشہ رفع جسمی لیں گے اور ان کے بغیر رفع روحانی لے سکتے ہیں نہ کہ یہ جہاں رفع مستعمل بالیٰ ہوتا ہے اور فاعل اللہ تعالیٰ اور مفعول بہ ذی روح ہو وہاں رفع

مرتبی ہی مراد لیں گے۔ ترکیب دلیل یوں ہو سکتی ہے۔ یہ رفع مقید یعنی بلحاظ قرائن وسیاق وسباق ہے اور جو ایسا رفع ہوتا ہے وہ مفید رفع جسمی کا ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ رفع مفید رفع جسمی کا ہے۔ یہ عرفیہ عامہ ہے جو بالکل صحیح ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ چونکہ یہ رفع مستعمل بالیٰ ہے اور جو رفع ایسا ہوتا ہے وہ رفع منزلت پر دلالت کرتا ہے تو لہٰذا یہ رفع رفع منزلت پر دلالت کرتا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ اس میں دوام نہیں ہے۔ بلکہ یہ مطلقہ عامہ ہے۔ کیونکہ مطلقہ عامہ وہی قضیہ ہوا کرتا ہے جس میں حکم بالثبوت یا بالسلب فی وقت من اوقات وجود الموضوع کیا جائے اور یہاں اوقات ذات الموضوع مطابقت باصل واقعہ اور سیاق وسباق اور دلالت اور ارادہ یا عدم ان کا ہے۔ پس بعض اوقات الذات میں یعنی بوقت مطابقت باصل واقعہ وسیاق وسباق و دلالت و ارادہ مراد رفع منزلت ہوگی اور ان کے علاوہ اوقات میں دلالت رفع منزلت پر ہرگز نہیں ہوگی اور طالبعلم جانتا ہے کہ یہ قضیہ عرفیہ عامہ جو مفید دوام ہوتا ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ مطلقہ عامہ ہے جو کہ ثبوت الحکم فی وقت من الاوقات کا مفید ہوتا ہے۔ کیونکہ عرفیہ عامہ میں حکم بدوام السلب مابدوام الثبوت بشرط الوقت یعنی بوصف العنوان کیا جاتا ہے۔ جیسے کل کاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتبا اور قضیہ مذکورہ میں یعنی الرفع المستعمل بالیٰ میں وقت مطابقت یا عدم مطابقت وغیرہ کو وصف اور عنوان موضوع نہیں ٹھہرایا گیا اور نیز یہ شکل منتج نہیں ہے۔ ”ھذا الرفع مستعمل بالیٰ وکل الرفع ھکذا فھو یدل علی الرفع الروحانی فھذا یدل علی الرفع الروحانی“ کیونکہ کبریٰ اگر مطلقہ عامہ ہے تو نتیجہ وہی مطلقہ نکلا جو کہ دوام کا قطعاً مفید نہیں اور اگر عرفیہ عامہ ہے تو حد اوسط مکرر نہیں۔ کیونکہ صغریٰ میں محمول مطلقہ عامہ ہے اور کبریٰ میں موضوع عرفیہ عامہ ہے۔ گیارہواں یہ کہ اگر اس قاعدہ کو مان لیا جائے اور رفع سے مراد رفع روحی مراد رکھا جائے تو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ اور اجماع کا خلاف لازم آتا ہے اور ان میں سے ہر ایک کا انکار موجب کفر ہے۔ العیاذ باللہ!

رفع الی اللہ سے مراد

رفع الی اللہ صعود الی اللہ اور عروج الی اللہ وغیرہ سے مراد حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مکان مقرر نہیں کر سکتے۔ وہ لامکان ہے اور بلحاظ وصف علم کے اس کو تمام مکانوں اور مکینوں کی طرف نسبت برابر ہے۔ بلکہ مراد رفع الی اللہ سے آسمان کی طرف اٹھانا ہے جو کہ ملائکہ مقربین کا محل اور مقر ہے۔ قرآن مجید میں وارد ہے۔ ”والیہ یصعد الکلم الطیب“ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف کلمات طیبات چڑھ جاتے ہیں۔ ”والعمل

الصالح یرفعه “ اور نیک عمل کو اللہ تعالیٰ اٹھا لیتا ہے اور معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے مکان کی طرف اٹھا لیتا ہے۔ کیونکہ وہ لا مکان ہے۔ بلکہ معنی یہ ہے کہ اسی جگہ اور محل میں جو کہ اعمال صالحہ کے لئے اس نے مقرر کیا ہے۔ اٹھا لیتا ہے۔ جس کا نام علیین ہے اور حدیث میں ہے۔ (بخاری ج۱ ص۴۵۷) ”عن ابی هريرةؓ عن النبی ﷺ قال الملئكة يتعاقبون ملائكة بالليل وملائكة بالنهار ويجتمعون فی صلوٰة الفجر والعصر ثم يعرج اليه الذين باترافيكم فيسالهم وهو اعلم بهم كيف تركتم عبادی فقالوا تركناوهم يصلون واتيناهم يصلون “ یعنی حضرت ابوہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے آگے پیچھے آتے ہیں۔ کچھ رات کو اور کچھ دن کو اور نماز صبح اور عصر میں دونوں اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ پھر چڑھ جاتے ہیں طرف اللہ تعالیٰ کی وہ فرشتے جنہوں نے تم میں رات گذاری۔ پھر اللہ تعالیٰ سوال کرتا ہے۔ حالانکہ وہ زیادہ جاننے والا ہے۔ کس حالت میں تم نے میرے بندوں کو چھوڑا تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ان کو نماز پڑھتے ہوئے چھوڑا اور جب ہم ان کے پاس گئے تو وہ نماز پڑھتے تھے۔ اس حدیث میں عروج الی اللہ سے عروج الی السماء ہی مراد ہے۔ نہ کوئی معنی اور عروج الی اللہ اور رفع اللہ کی ایک ہی صورت ہے اور (صحیح مسلم ج۱ ص۹۹) میں ہے: ”يرفع اليه عمل الليل قبل عمل النهار “ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دن کے عمل سے پیشتر رات کے عمل اٹھائے جاتے ہیں۔ یہی معنی ہے جو کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی مکان ہے۔ اس کی طرف اٹھائے جاتے ہیں۔ بلکہ صاف طور پر یہ حدیثیں آیت مذکورہ کی تفسیریں ہیں اور مرزا قادیانی کو یہ بھی تسلیم ہے کہ رفع الی اللہ سے مراد یہی ہے کہ آسمان کی طرف اٹھانا اور محل مقربین میں پہنچانا جس کو اعلیٰ علیین کہتے ہیں۔

(ازالہ اوہام ص۳۸۶، خزائن ج۳ ص۲۹۹) آیت ”بل رفعه الله “ کے متعلق لکھتے ہیں۔ رفع سے مراد روح کا عزت کے ساتھ خداتعالیٰ کی طرف اٹھائی جاتی ہے۔ (ازالہ اوہام ص۵۹۹، خزائن ج۳ ص۴۲۴) پر لکھتے ہیں کہ جیسا کہ مقربین کے لئے ہوتی ہے کہ بعد موت ان کی روحیں علیین تک پہنچائی جاتی ہیں۔

(ازالہ اوہام ص۲۰۴، خزائن ج۳ ص۲۲۳) پر لکھتے ہیں: ”بلکہ صریح اور بدیہی طور پر سیاق وسباق قرآن مجید سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے فوت ہونے کے بعد ان کی روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی۔“ اور نیز جب کہ رفع الی اللہ سے بقرائن خارجیہ الی السماء مراد ہوگا۔ تو وہی

متعین اور مراد ہوگا۔ بہر نہج عبارات متذکرہ بالا سے ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی کے نزدیک بھی رفع الیٰ اللہ سے مراد آسمان کی طرف اٹھائے جانے کا نام ہے۔ اس لئے کہ جب آپ ارواح کے اٹھائے جانے کے جو کہ آسمان کی طرف ہے قائل ہیں۔ جیسا کہ خود اس کو علیین اور آسمان کے لفظ سے تعبیر کر رہے ہیں تو اب بل رفعہ اللہ الیہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ بجسدہ العنصری اٹھائے جانے کا بیان ہے یا کہ بعد موت ان کے رفع روحانی کا ذکر ہے اور یہ کہنا کہ ”رافعك الیٰ ورفعه الله الیه وانی ذاهب الی ربی ویاتیها النفس المطمئنة ارجعی الیّ ربك واتخذ الیٰ ربه سبیلا“ وغیرہ الفاظ میں لفظ الیہ یا الیٰ ربی وغیرہ سے محض قرب ورفع مراد ہے اور بس محض بودا پن ہے۔ اس لئے کہ ہم نے مرزا قادیانی کی تفسیر سے ثابت کر دیا ہے کہ اس سے مراد آسمان ہے۔ دوسرے اس لئے کہ جب تفسیروں میں یہ معنی آچکا ہے اور مفصلاً بیان کیا گیا ہے کہ مراد آسمان اور علیین ہے تو صرف قرب اور رتبہ وغیرہ معنی کرنا تفسیر بالرائی نہیں تو اور کیا ہے۔ تیسرا اس لئے کہ الیٰ ربی وغیرہ الفاظ سے اگر بھی قرب اور منزلت کا بھی معنی لیا جائے تو کیا اس سے قاعدہ کلیہ نکل آیا کہ خلاف اس کا جائز نہیں۔ گو قرائن خارجیہ اس کے مخالف ہوں۔ چوتھا اس لئے کہ ارجعی الیٰ ربک میں مراد نفس انسان ہے نہ کہ جسم مع الروح اور اس کا قیاس فاقتلوا انفسکم وخلقکم من نفس واحدہ وغیرہ پر کرنا محض بے جا ہے۔ کیونکہ قتل نفس پر واقع نہیں ہو سکتی اور اسی طرح نفس اور روح سے ایجاد بھی عادت الٰہیہ کے خلاف ہے۔ لہٰذا لامحالہ جسم اور ذات ہی مراد ہوگی۔ بخلاف ارجعی الیٰ ربک کے کہ اس میں نفس ہی مراد ہے۔ کیونکہ جب خود نظم قرآنی میں لفظ نفس کا آچکا ہے اور کوئی محذور وخدشہ عقلی وشرعی لازم بھی نہیں آتا تو بلا وجہ کیسے مان لیا جائے کہ یہاں سے مراد مع الروح ہے نہ کہ نفس فقط لفظ صلب صلب جیسا کہ مجمع البحار اور لسان العرب میں صلیب سے مشتق ہے۔ جس کا معنی خون اور چربی ہے۔ لسان العرب میں ہے۔ ”الصلیب هذا القتلة المعروفة مشتق من ذالك لامروه كه وصدیده یسیل“ یعنی صلب قتل کا ایک مشہور طریقہ ہے۔ کیونکہ اس کی (جس کو صلیب دیا جائے) مخ اور پیپ بہ نکلتی ہے۔ دیکھئے صلب کا اصل معنی مخ اور پیپ کہہ رہے ہیں اور قتل کا خاص ایک فرد متحقق وموجود بتاتے ہیں کہ وہ قتل معروف ہے۔ تاج العروس میں ہے۔ ”الصلیب الودك“ یعنی صلیب ودک یا مخ کو کہتے ہیں اور اس کے آگے کہتے ہیں۔ ”وسمی المصلوب لما یسیل من ودكه والصلیب هذا القتلة المعروفة مشتق من ذالك لان ودكه وصدیده یسیل“ یعنی مصلوب کو مصلوب کہنے کی

وجہ یہی ہے کہ اس کی مخ اور پیپ بہ نکلتی ہے اور صلب قتل کا ایک معروف طریقہ ہے جو اس سے یعنی صلیب سے مشتق ہے۔ کیونکہ مصلوب کی مخ اور پیپ بہ نکلتی ہے۔ کس قدر صاف ہے کہ صلب کا معنی مخ اور چربی اور پیپ ہے۔ مگر چونکہ سولی پر چڑھانے اور چار میخ کرنے سے خون اور چربی بہتی ہے۔ لہٰذا اس شخص کو جس کو سولی پر چڑھایا جائے مصلوب کہا جاتا ہے۔ ”تسمیه السبب باسم المسبب مجازاً“ اور یہ بالکل جائز ہے۔ مختصر المعانی میں ہے۔ ”او تسمیة الشی باسم مسیه نحوا مطرت السماء بناتاً ای غیثاً لکون النبات مسباً عند“ آسمان نے انگوری برسائی یعنی بارش برسائی۔ دیکھئے بارش سبب ہے۔ انگوری مسبب ہے اور مسبب کا اطلاق سبب پر کر دیا ہے۔ وہکذا فی المطول والتجرید والدسوقی وغیرہا من الکتب اور یہ نہیں کہ مصلوب کا اطلاق وحمل قبل از مقتولیت ہو ہی نہیں سکتا۔ ایک تو اس لئے کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ دوسرا اس لئے کہ مرزا قادیانی (ازالہ اوہام ص ۳۷۸، خزائن ج ۳ ص ۲۹۴) پر خود لکھتے ہیں۔ ”منشاء ما صلبوہ کے لفظ سے ہرگز نہیں کہ مسیح صلیب پر چڑھایا نہیں گیا۔ بلکہ منشا یہ ہے کہ جو صلیب پر چڑھانے کا اصل مدعا تھا یعنی قتل کرنا اس سے خدا تعالیٰ نے مسیح کو محفوظ رکھا۔“ تیسرا اس لئے کہ خود مانتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے اور مصلوب یہی ہوتا ہے کہ صلیب پر چڑھایا ہوا۔ چوتھا اس لئے کہ صلیب بروزن فعیل ہے جو بمعنی مفعول آیا کرتا ہے۔ جیسا کہ جریح بمعنی مجروح قتیل بمعنی مقتول اور جب امر مسلم ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے تو قبل از مقتولیت کیا صلیب یعنی مصلوب نہیں ہو سکتا اور اس وقت فعیل بمعنی مفعول نہیں آ سکتا ہے؟ بہر صورت یہ ثابت ہوا کہ قبل مقتولیت مصلوب کہہ سکتے ہیں۔ لہٰذا گو صلب کا معنی بوجہ اپنے اشتقاق کے خون اور چربی ہے۔ لیکن اگر کوئی قرینہ اس بات پر قائم ہو گیا کہ یہاں صلیب کا معنی مجازی ہی بوجہ قرائن خارجیہ متعین ہو چکا ہے اور اسی طرح چونکہ سولی پر چڑھانا بھی منجملہ اسباب قتل سے ہے۔ صلب کا اطلاق مجازی طور پر مسبب یعنی قتل پر ہو سکتا ہے۔ چنانچہ لسان العرب سے مذکور ہوا۔ ”الصلب القتلة المعروفة“ یعنی صلب سے مراد قتل ہے اور یہ بھی جائز ہے۔ مختصر المعانی میں ہے۔ ”تسمیة الشیٔ باسم سببه نحر وعینا الغیث ای النبات الذی سببه الغیث“ یعنی ہم نے بارش کو چرایا۔ یعنی انگوری کو یہاں غیث سبب ہے اور انگوری مسبب ہے اور مسبب پر سبب کا معنی غیث کا اطلاق کیا گیا ہے۔ ”ہکذا من التجرید ودلائل الاعجاز والمفتاح وغیرہا من الاسفار“ اور یہ کہنا کہ صلب کا معنی ہڈی توڑنا ہے۔ قاموس میں

ہے۔ ”ولما قدم مكة اتاه اصحاب الصلب اى الذى يجمعون العظآم ويستخرجون ودكها وياقدمون به “یعنی جب آپ مکہ معظمہ میں آئے تو آپ کے پاس اصحاب صلب آئے۔ یعنی وہ لوگ جو کہ ہڈیوں کو جمع کرتے ہیں اور چکنائی اور شوربا نکالتے تھے۔ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ قاموس کا مفہوم صرف چکنائی کا نکالنا اور شوربا نکالنا ہے۔ اس لئے کہ صلب کا معنی چربی اور اصحاب الصلب کا معنی چربی نکالنے والے نہ یہ کہ صلب کا معنی ہڈی توڑنا ہے اور اس خیال سے بھی صلب کا معنی ہڈی توڑنا نہیں ہوسکتا کہ چربی اور چکنائی وغیرہ بغیر ہڈی توڑنے کے نکل نہیں سکتی۔ ورنہ چاہئے کہ ایسی ہر چیز کو صلب کہا جائے۔ جس کے بغیر چربی اور چکنائی نہ نکل سکے۔ جیسے ذبح اور موت طبعی وغیرہ اور جب کہ صلب کا اطلاع ذبح اور موت طبعی پر نہیں کیا جاتا اور نہ ہی ان کو صلب کا معنی قرار دیا جاسکتا ہے۔ تو ہڈی توڑنا بھی صلب کا معنی ہرگز نہیں ہوسکتا۔ پس ثابت ہوا کہ صلب کا معنی صرف خون اور پیپ و چربی کا نکالنا ہے اور قبل از قتل کسی شخص کو مصلوب کہنا مجازی طور پر ہوتا ہے۔

لفظ قتل

لسان العرب میں ہے۔ ”قتله اذا اماته بضرب او حجر او سم او علة “اس نے اس کو قتل کر دیا۔ جب کہ ضرب زہر وغیرہ سے اس کی موت واقع کر دی۔ تاج العروس میں اس کے قریب ہے۔ مفردات امام راغب میں ہے۔ ”اهل القتل ازالة الروح عن الجسد “اصل معنی قتل کے یہ ہیں کہ روح کو جسم سے علیحدہ کر دیا جائے۔ مندرجہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ قتل کا اصل معنی جان سے مار دینا ہے۔ کسی چیز سے ہو۔ لہٰذا جان سے مار دینے کے بغیر اگر کسی معمولی ضرب میں اطلاق کیا گیا تو معنی مجازی ہوگا۔ مگر یاد رہے کہ گو قتل کا وضعی اور اصل معنی جان سے مار دینے کا ہے اور عند الاطلاق یہی مراد ہوگا۔ مگر جب کہ کوئی خارجی امر اصلی معنی لینے سے مانع ہوا تو مجازی معنی ہی مراد ہوں گے۔ جیسا کہ آیت قتلوہ میں مجازی معنی قتل کا ہے۔

تشبیہ

تشبیہ یہ ہوتی ہے کہ ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ کسی مناسبت کی وجہ سے دل میں مشابہت دینا۔ جیسے کہا جائے کہ زید بہادری میں مثل شیر ہے تو زید کو ایک نسبت یعنی بہادری کی وجہ سے شیر کے ساتھ ہم نے مشابہت دی ہے اور جس جگہ مشابہت ہوتی ہے وہاں چار چیزیں

ہوں گی۔ ایک مشبہ یعنی جس کو دوسری چیز کے ساتھ مشابہ بنایا جائے اور دوسری مشبہ بہ یعنی جس کے ساتھ مشابہت دی جائے اور تیسری وجہ مناسبت یعنی وہ چیز جس کی وجہ سے ہم نے مشابہت دی ہے اور چوتھی آلہ تشبیہ یعنی وہ حرف جو کہ تشبیہ مذکور پر دلالت کرے۔ جیسے مثال مذکور میں زید مشبہ ہے اور شیر مشبہ بہ اور بہادری وجہ شبہ اور لفظ مثل آلہ تشبیہ۔ مگر یاد رہے کبھی تشبیہ میں بعض چیزیں حذف کر دی جاتی ہیں۔ کبھی مشبہ کبھی وجہ مشابہت وغیرہ۔

یقین، علم، ظن، شک

یقین، مستحکم اور جازم اعتقاد کو کہتے ہیں۔ مگر قابل زوال ہوتا ہے اور علم بھی اعتقاد جازم اور مستحکم کو کہتے ہیں۔ مگر قابل زوال نہیں ہوتا اور ظن اعتقاد جانب راجح کو کہتے ہیں اور شک جس میں حکم کی دونوں طرفوں میں برابر ہوں اور کبھی یقین ظن شک عدم علم پر بولے جاتے ہیں۔ یعنی غیر اعتقاد جازم مستحکم پر۔

حقیقۃ ومجاز وکنایہ

حقیقت یہ ہے کہ ایک لفظ کو اس کے وضعی اور اصل معنی میں استعمال کیا جائے اور مجاز یہ کہ ایک لفظ کو وضعی معنی کے علاوہ کسی اور معنی میں بوجہ کسی مناسبت کے استعمال کیا جائے اور اس میں شرط ہے کہ جس وقت مجازی معنی میں لفظ کو استعمال کریں گے اس وقت حقیقی معنی اس سے مراد نہیں لے سکتے اور کنایہ بھی مجاز ہی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہاں جس وقت کنائی معنی لیں گے حقیقی معنی بھی لے سکتے ہیں۔

ظاہری معنی اور تاویل

واضح رہے کہ آیت حدیث سے جو ظاہری معنی سمجھ میں آتا ہے۔ وہی ماننا پڑے گا۔ بشرطیکہ کوئی مانع عقلی یا شرعی موجود نہ ہو۔ یہ امر ایسا روشن ہے کہ مسلم اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ حتیٰ کہ مرزا قادیانی کے خلیفہ اوّل مولوی نور الدین نے بھی جن کی بڑے زور سے مرزا قادیانی نے توثیق کی ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۵۳۱، خزائن ج ۳ ص ۶۳۱) میں لکھا ہے۔ ”ہر جگہ تاویلات وتمثیلات استعارات وکنایات سے اگر کام لیا جائے تو ہر ایک ملحد منافق، بدعتی اپنی آراء ناقصہ اور خیالات باطلہ کے موافق الٰہی کلمات طیبات کو لا سکتا ہے۔ اسی لئے ظاہر معانی کے علاوہ اور معانی لینے کے واسطے اسباب قویہ امور موجبات حقہ کا ہونا ضروری ہے۔“ دیکھئے کس قدر صاف ہے کہ بغیر قرینہ، واضحہ کے اور حجت قاطعہ کے آیت اور حدیث کے ظاہری معنی ہرگز نہیں چھوڑے جائیں گے۔

ورنہ دین ایک کھیل اور بازیچہ اطفال بن جائے گا اور ہر ملحد بے دین اپنی رائے کے موافق قرآن مجید اور حدیث پاک کے معنی لے کر نیا مذہب ثابت کر دے گا۔

اب ہم امور متذکرہ بالا کے بعد ہم آیت مذکورۃ الصدر سے وجوہ استدلال بیان کرتے ہیں۔ جن کی وجہ سے امر متنازعہ فیہ میں یعنی فقرہ بل رفعہ اللہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کے زندہ بجسد العنصری اٹھائے جانے کا بیان ہے یا کہ روح فقط کے اٹھائے جانے کا تذکرہ ہے۔ روز روشن کی طرح حق حق اور باطل باطل ممتاز ہو جائے گا۔

"وما توفیقی الا باللہ وما ارید الا الاصلاح"

وجوہ استدلال

بعض وہ امور جن پر آیت مذکورہ کا سمجھنا موقوف تھا۔ بیان کرنے کے بعد اب آیت متعلقہ کو دوبارہ نئے سرے سے ذکر کرتے ہوئے اس سے حیات مسیح علیہ السلام پر استدلال بیان کیا جاتا ہے۔ غور سے سماع فرمایئے۔

قرآن مجید: "**وبکفرھم وقولھم علیٰ مریم بھتاناً عظیماً وقولھم انا قتلنا المسیح بن مریم رسول اللہ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ ما لھم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزاً حکیما (النساء)**" ﴿(اور یہودیوں پر اس وجہ سے بھی لعنت ہوئی) بسبب ان کے کفر کے اور بوجہ مریم (صدیقہ) پر بہتان عظیم لگانے سے اور ان کے اس قول کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح ابن مریم اللہ کے رسول کو قتل کر دیا ہے۔ حالانکہ نہ انہوں نے اس کو قتل کیا اور نہ ہی اس کو سولی دیا۔ بلکہ ان کے لئے اس کی طرح کا ایک شبیہ بنا دیا گیا اور بلاشبہ وہ لوگ جنہوں نے اختلاف کیا (عیسیٰ علیہ السلام) کے بارے میں وہ شک وشبہ میں ہیں۔ ان کے پاس اس کا کوئی صحیح ثبوت اور علم نہیں۔ بجز گمان کی پیروی کے اور انہوں نے یقینی طور پر اس (عیسیٰ علیہ السلام) کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ اس کو اللہ نے اپنی طرف یعنی آسمان پر اٹھا لیا اور وہ غالب حکمت والا ہے۔﴾

۱...... اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ یہود پر اس وجہ سے لعنت پڑی کہ انہوں نے یہ کہا کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا ہے۔ لہٰذا مسیح کو مقتول ومصلوب کہنا ملعون بننا ہے۔ ثابت ہوا کہ مسیح ابن مریم زندہ ہے۔

۲...... یہود کا قول کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا ہے۔ محض منہ کی بڑ ہے اور ظاہری بات۔ واقعیت سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ واقع میں انہوں نے مسیح کو نہ قتل کیا نہ سولی دیا۔ بلکہ کسی اور یہودی کو مسیح کا ہم شکل بنا دیا گیا۔ جس کو مسیح سمجھ کر انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ تا کہ وہ ہمیشہ کے لئے اشتباہ میں پڑے رہیں۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے مسیح کو آسمان پر اٹھا لیا تو یہ یہودی اس شخص کے قتل پر حیران ہو گئے کہ اس شخص کا چہرہ دیکھتے ہیں تو مسیح کا چہرہ لگتا ہے اور باقی بدن کسی اور کا معلوم ہوتا ہے۔ جس پر بعض نے کہا کہ اگر یہ مسیح ہے تو وہ شخص جو پہلے گھر میں دیکھنے کے لئے گیا تھا وہ کدھر گیا اور اگر یہ وہ آدمی ہے تو مسیح کہاں گیا۔ غرض اس میں کثرت سے اختلاف رونما ہوا۔ یہود و نصاریٰ کے اکثر فرقے آج تک اسی اختلاف کا شکار ہیں اور محض اٹکل اور گمان کی پیروی کرتے چلے آ رہے ہیں اور قطعی طور پر کچھ نہیں کہہ سکے۔ ثابت ہوا کہ جب مسیح کی موت کی کوئی قطعی رائے ان کے پاس نہیں ہے تو مسیح زندہ ہے۔

۳...... فرمایا جب عیسیٰ بن مریم کو قتل و سولی نہیں دیا گیا تو اسی کو اللہ نے آسمان پر اٹھا لیا۔ وجہ یہ کہ رفعہ کی ضمیر سے اسی چیز کی طرف اشارہ ہے۔ جس سے قتل اور صلب کی نفی کی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ قتل اور صلب روح معہ جسم کا ہو سکتا ہے۔ نہ صرف روح کا لہٰذا رفعہ سے بھی اسی روح اور جسم ہر دو کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی اللہ نے مسیح کو جسم اور روح دونوں کے ساتھ اٹھا لیا ہے۔

۴...... ”بل رفعه الله اليه“ میں بل تردید یہ ہے جو کہ دو متضاد کلاموں میں آتا ہے۔ جیسا قرآن میں وارد ہے۔ ”وقالوا اتخذ الرحمن ولداً سبحنه بل عباد مکرمون“ ﴿کفار نے یہ کہا کہ رحمٰن نے اولاد بنا لی ہے۔﴾ فرمایا کہ وہ اولاد بنانے سے پاک ہے۔ وہ ملائکہ معزز بندے ہیں۔ یہاں پر بل کے پہلے ولدیت اور بعد میں عبودیت ہے اور دونوں میں تضاد اور تنافی ہے اور آیت میں بل کے لئے پہلے قتل و صلب ہے اور بعد میں رفع الی اللہ ہے۔ اب اگر رفع الی اللہ سے مراد رفع روحانی لی جائے تو ”ما قبل اور ما بعد“ بل میں تضاد نہ رہا۔ بلکہ دونوں جمع ہو سکتے ہیں۔ دیکھئے شہداء کا وجود قتل ہو جاتا ہے اور روح آسمان پر اٹھا لی جاتی ہے۔ دونوں کا اجتماع ہو گیا۔ لہٰذا ضروری اور لازمی ہوا کہ رفع الی اللہ سے مراد وہی رفع جسمانی مراد رکھا جائے۔ جس کا پہلے ذکر آ رہا ہے۔

۵...... آیت مذکورہ میں سب ضمیریں مسیح کی ذات کی طرف رجوع کر رہی ہیں اور اس ذات کو چند اوصاف کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ مسیح، ابن مریم، رسول اللہ، ابن مریم عرفی

نام ہے اور مسیح اور رسول اللہ اوصاف ہیں۔ اور یہ تسمیہ اور اوصاف ذات پر اطلاق کی جاتی ہیں نہ کہ روح پر۔

۶...... اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح کو یہود سے پاک کرنے اور بنی اسرائیل سے محفوظ رکھنے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ جیسا کہ ”ومطهرك من الذين كفروا“ اور ”اذكففت بني اسرائيل عنك“ اس پر دلالت کرتا ہے۔ اب اگر مسیح کو قتل یا سولی چڑھانا وغیرہ مان لیا جائے تو وعدہ میں خلاف لازم آتا ہے جو کہ ناممکن ہے۔ ثابت ہوا کہ مسیح زندہ ہے۔

۷...... اگر رفع سے مراد رفع روحانی بصورت موت تسلیم کرلیں تو ماننا پڑے گا کہ وہ رفع یہود کے قتل اور صلب سے پہلے واقع ہوا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ ”ام يقولون به جنه بل جاء هم بالحق“ یہاں پر ملاحظہ فرمائے کہ ”مجيئت بالحق“ ان کے مجنون کہنے سے پہلے متحقق ہے۔ نیز فرمایا: ”ويقولون انا لتاركوا الهتنا لشاعر مجنون بل جاء هم بالحق“ دیکھئے یہاں بھی ”مجيئت بالحق“ ان کے شاعر مجنون کہنے سے پہلے ثابت ہے۔ لہٰذا چاہئے کہ آیت کریمہ زیر بحث میں بھی رفع روحانی بمعنی موت یہود کے قتل وصلب سے پہلے ہونا چاہئے۔ حالانکہ ہمیں خود مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ رفع روحانی بمعنی موت قتل وصلب یہود کے بعد متحقق ہوا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام یہود سے نجات پا کر فلسطین سے کشمیر گئے اور وہاں عرصہ دراز تک یعنی ستاسی سال تک زندہ رہے۔ پھر وفات پائی اور سرینگر کے محلّہ خانیار میں مدفون ہوئے۔ وہیں آپ کا مزار ہے۔ (نعوذ باللہ)

۸...... رفع کا لفظ صرف دو نبیوں کے لئے مستعمل ہوا ہے۔ حضرت عیسیٰ اور الیاس علیہ السلام کے لئے ”رفعه الله اليه“ عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ”ورفعناه مكاناً علياً“ یہ ادریس علیہ السلام کے لئے اور ادریس علیہ السلام کا رفع قطعی اور حتمی طور پر جسمانی انداز پر ہے۔ جیسا کہ تفاسیر معتبرہ میں ہے۔ (روح المعانی ج۵ ص۱۸۷، کبیر ج۵ ص۵۴۵، معالم التنزیل ج۳ ص۷، در منثور ج۴ ص۲۷۶، خصائص کبریٰ ج۱ ص۱۷۴، فتوحات مکیہ ج۳ ص۳۴۱) پر بھی یوں ہی ہے۔ لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام کا بھی رفع جسمانی ہونا چاہئے۔ دونوں میں رفع اللہ ہی کا فعل ہے۔

ثابت ہوا کہ مسیح زندہ ہیں

۹...... قرآن میں آپ کے متعلق ہے۔ ”وايدناه بروح القدس“ ہم نے مسیح کی روح اللہ یعنی جبرائیل سے تائید کی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح کا رفع جسمانی ہوا۔ کیونکہ رفع روحانی پر حضرت عزرائیل علیہ السلام مقرر ہیں۔

۱۰...... یہ کلام قصر الموصوف علی الصفۃ قصر قلب کی صورت میں ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل وصلب پر مقصور ہیں۔ رفع جسمانی ان کے لئے ثابت نہیں اور قصر قلب میں ہر دو صفتیں آپس میں متغائر اور متنافی ہوتی ہیں۔ جیسا کہ مختصر المعانی مطول وغیرہ کتب بلاغت میں مذکور ہے اور یہاں پر دو صفتیں ایک قتل وصلب ہے اور دوسری رفع الی اللہ ہے۔ اب اگر رفع سے رفع روحانی مراد لیا جائے تو ہر دو وصف قتل وصلب اور رفع روحانی میں منافاۃ اور تغائر نہیں ہوگا۔ بلکہ دونوں کا اجتماع جائز ہے۔ جیسا کہ مقتول فی سبیل اللہ میں قتل اور رفع روحانی ہر دو جمع ہو جاتے ہیں تو اس وقت علم بلاغت کا مسلمہ قاعدہ ٹوٹ گیا اور یہ درست نہیں۔ کیونکہ یہ قواعد قرآن مجید سمجھنے کا معیار ہیں اور اگر رفع سے مراد رفع جسمانی مراد لیں۔ جیسا کہ سیاق وسباق چاہتا ہے تو اس تقدیر پر دونوں کا اجتماع ناممکن ہے۔ جس پر مدعیٰ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات جسمانی ثابت ہے۔

”وھوا المطلوب“

۱۱...... ”قصر الموصوف علی الصفة“ کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کی چند اوصاف میں سے صرف ایک کو اس کے لئے ثابت کرنا اور بقیہ اوصاف کی نفی کرنا۔

اور ”قصر الصفة علی الموصوف“ کا معنیٰ یہ ہے کہ ایک وصف کو جو کہ چند اشخاص کی صفت بن سکتی ہے۔ صرف ایک کے لئے ثابت کرنا اور باقی افراد سے نفی کرنا۔

قصر قلب یہ ہوتا ہے کہ متکلم مخاطب کے اعتقاد کے برعکس حکم کرے۔ اوّل کی مثال ”مازید الا قائم“ دوسرے کی ”ماقائم الازید“ تیسرے کی ”مازید الا قائم“ جب کہ مخاطب ”مازید الاقاعد“ اعتقاد رکھتا ہو۔ یہود کا دعویٰ تھا کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو یقینی طور پر قتل کر دیا ہے۔ جیسا کہ ”انا قتلنا المسیح“ کہ ان کا کئی وجھوں سے مؤکد کر کے لانا اس پر صریح دلالت کرتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے ”ما قتلوہ یقینا“ کہہ کر رد کر دیا ہے کہ یہود کا مسیح کو یقینی قتل کرنا ظاہری دعویٰ ہے جو کہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ ہم نے ان کو کلی طور پر یہودی ہتھکنڈوں سے بچاتے ہوئے اوپر اٹھا لیا ہے۔ اس سے یہ وہم بھی اڑ گیا کہ یہود کو مسیح علیہ السلام کے قتل میں ”بفحواء لفی شك منه“ شک تھا۔ کیونکہ یہ شک مقتول میں تھا کہ یہ کون ہے۔ نہ کہ مسیح میں۔ کیونکہ وہ تو مجسم اٹھا لے گئے۔

۱۲...... اگر رفع سے رفع روحانی مراد لیا جائے تو آیت کے آخر میں ”وکان اللہ عزیزاً حکیما“ ارشاد فرمانا موزوں معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ ایسا کلام اس وقت کہا جاتا ہے۔ جب وہاں کوئی خلاف عادت یا اہم کردار کا سامنا کرنا پڑے۔

اور ظاہر ہے کہ رفع روحانی جو کہ قابض الارواح ملائکہ کا دائمی معمول ہے۔ قطعاً اس کا متقاضی نہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی سطوت اور قدرت کاملہ کا اظہار کرے اور نہ ہی رفع روحانی کسی حکمت کا داعی ہے کہ حکیم کہا۔ کیونکہ ارواح کا محل و مقام متعین ہے۔ البتہ رفع جسمانی عام حالات کی وجہ سے واقعی ایک اہم معاملہ معلوم ہوتا ہے۔ جس پر ارشاد فرمایا کہ انسانی قوت کے لحاظ سے گو یہ ایک اہم واقعہ ہے۔ لیکن ہماری قدرت کے مقابلہ میں یہ کوئی بات نہیں وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۱۳...... یہ قاعدہ ہے کہ جب رفع کا فاعل اللہ ہو اور مفعول ذی روح اور صلہ لفظ الیٰ ہو تو رفع سے مراد رفع روحانی ہوتا ہے اور آیت میں ایسا ہی ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ آیت میں رفع سے مراد رفع روحانی ہے۔

جواب...... یہ کہ یہ قاعدہ کسی ایسی کتاب میں نہیں ہے جو قواعد ضروریہ پر مشتمل ہو۔

۲...... یہ کہ کسی لغت میں ایسا ہونا مفید مطلب نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ لغات میں اصطلاحی وعرفی قواعد کا ذکر نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ کتب لغت کا وظیفہ ہے۔

۳...... یہ قاعدہ اور دلیل ظنی ہے جو کہ قطعیت کی مفید نہیں ہے۔

۴...... اس سے صرف اتنا ثابت ہوا کہ اس ہیئت پر رفع کا معنی رفع روحانی ہوسکتا ہے۔ نہ یہ کہ ایسی ترکیب ہمیشہ رفع روحانی کی مفید ہوتی ہے۔

۵...... ایسی شرائط کا لگانا، بذات خود اس کا ثبوت ہے کہ یہ معنی حقیقی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ حقیقی اور وضعی معنی قرینہ اور امر خارجی کا محتاج نہیں ہوتا۔

۶...... یہ کہ اگر اس سے قاعدہ کو مان لیا جائے تو وہ اس مثال سے ٹوٹ جاتا ہے۔ بخاری شریف میں ہے۔ "ثم رفعت الیٰ سدرۃ المنتھیٰ" پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف اٹھایا گیا۔ یہاں بھی فاعل درحقیقت اللہ ہی ہے۔ کیونکہ یہ فعل بجز اللہ کے اور سے متصور نہیں ہوسکتا اور مفعول بہ ذی روح ہے۔ یعنی حضور علیہ السلام ہیں اور صلہ بھی لفظ الیٰ ہے۔ مگر معنی سدرۃ المنتہیٰ پر بجسمہ اٹھائے جانے کے ہیں۔ نہ کہ رفع روحانی۔ اس کی مثال یوں بھی دی جاسکتی ہے کہ لفظ خلق کا فاعل جہاں پر اللہ ہو اور مفعول بہ ذی روح ہو۔ بجز عیسیٰ علیہ السلام اور آدم علیہ السلام کے وہاں خلق سے مراد نطفہ سے پیدا کرنا ہے۔ تو کیا اس سے خلق کا معنی نطفہ ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ دیکھا جائے گا کہ اگر کوئی قرینہ خلق سے نطفہ مراد لینے پر قائم ہوا تو نطفہ مراد لیں گے۔ ایسے ہی رفع جب قرائن وامور خارجیہ کی وجہ سے رفع جسمانی پر دلالت کرے۔ رفع جسمانی مراد لیں گے۔ ورنہ رفع

روحانی۔ حاصل یہ کہ جہاں پر قرائن خارجیہ رفع روحانی مراد لینے کے خلاف نہ ہوں۔ وہاں پر رفع روحانی ہوگا۔ ورنہ رفع جسمانی متعین ہوگا۔

۷...... اگر رفع سے رفع روحانی مراد لی جائے تو قرآن، حدیث اور اجماع امت کا خلاف لازم آتا ہے جو کہ ناجائز ہے۔

سوال...... لفظ "الیٰ انتھاء غایة" اور مکان کے لئے ہوتا ہے تو لازم کہ اللہ کے لئے کوئی مکان ہو۔ جس کی طرف وہ اٹھالیتا ہے۔ حالانکہ وہ مکان وجہت سے منزہ اور پاک ہے۔

جواب...... یہ ہے کہ رفع الیٰ اللہ سے مراد آسمان کی طرف اٹھایا ہے۔ جو کہ ملائکہ مقربین اور اعمال صالحہ کا مقام ومحل ہے۔ دیکھئے قرآن میں ہے۔ "والیہ یصعد الکلم الطیب "یعنی اللہ کی طرف کلمات طیبہ چڑھتے ہیں۔ یعنی اس مکان اور محل کی طرف اٹھالیتا ہے جو کہ اعمال صالحہ کے لئے اس نے متعین کر رکھا ہے۔ جس کا نام علیین ہے۔ جیسا کہ خود مرزا قادیانی نے رفع الیٰ اللہ کا یہی معنی کیا ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۵۹۹، خزائن ج ۳ ص ۴۲۳) پر لکھتے ہیں کہ جیسا کہ مقربین کے لئے یہ بات ہوتی ہے کہ بعد موت ان کی روحیں علیین تک پہنچائی جاتی ہیں اور (ازالہ اوہام ص ۳۸۶، خزائن ج ۳ ص ۲۹۹) پر آیت بل رفعہ اللہ کے متعلق لکھتے ہیں۔ رفع سے مراد روح کا عزت کے ساتھ اٹھائے جانا ہے۔ جیسا کہ وفات کے بعد بموجب نص قرآن اور حدیث کے ہر ایک مومن کی روح عزت کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائی جاتی ہے۔ اسی طرح (ازالہ اوہام ص ۹۹۴) پر ہے۔ صاف ثابت ہے کہ رفع الیٰ اللہ سے مراد مقام مقربین میں اٹھایا جانا ہے۔ نہ یہ کہ کوئی مقام اللہ کا ہے۔ جس کی طرف اٹھایا جاتا ہے۔

۱۰...... رفع کا معنی قرائن اور امور قاسیہ اختراعیہ کی وجہ سے رفع روحانی لینا۔ نصوص شرعیہ کے ظاہر کے خلاف ہے لہٰذا باطل ہے۔ کیونکہ مسلمہ ہے کہ نصوص شرعیہ کو ظاہری معنی پر رکھا جائے گا۔ (شرح عقائد وغیرہ) جیسا کہ خلیفہ اوّل حکیم نورالدین صاحب کے ضمیمہ (ازالہ اوہام ص ۵۳۱، خزائن ج ۳ ص ۶۳۱) پر تحریر ہے۔ "ہر جگہ تاویلات وتمثیلات، استعارات اور کنایات سے اگر کام لیا جائے تو ہر ایک ملحد منافق بدعتی اپنی آراء ناقصہ اور خیالات باطلہ کے موافق کلمات طیبات کو لا سکتا ہے۔"

کس قدر صاف وروشن ہے کہ آیات ونصوص کو ظاہر پر محمول کیا جائے گا۔ ثابت ہوا کہ رفع سے مراد رفع جسمانی ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھالیا گیا۔

۱۶...... سوال...... ”ما قتلوہ وما صلبوہ“ کا معنی یہ ہے کہ مسیح کو سولی دے کر نہیں مارا گیا اور نہ ہی جان سے مارا گیا۔ یہ معنی نہیں کہ ان کو سولی پر چڑھایا بھی نہیں گیا اور نہ ہی انہیں مار پیٹ ہوئی۔ بلکہ ان کو سولی پر چڑھایا گیا اور مارا پیٹا بھی گیا۔

جواب...... یہ ہے کہ یہ نصوص شرعیہ اور آیات کے ظاہری معنی کے خلاف ہے۔ نیز یہاں پر ماصلبوہ وماقتلوہ کا آیات واحادیث واجماع امت کے پیش نظر مجازی معنی مراد ہے۔ یعنی مسیح علیہ السلام کو نہ سولی پر چڑھایا گیا اور نہ ہی مارا پیٹا گیا۔ بلکہ صحیح وسالم اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان پر اٹھا لیا۔

۱۷...... نیز اگر یہ معنی لیا جائے کہ مسیح کو سولی پر چڑھایا گیا اور مارا پیٹا گیا۔ ہاں سولی پر قتل نہیں ہوئے تو معنی ماقتلوہ کا یہ ہوا کہ مسیح قتل نہیں ہوئے اور سب کچھ ہوا تو دوسری آیات سے تعارض آتا ہے۔ دیکھئے قرآن مجید میں آپ کی حمایت میں ارشاد ہے۔ ”واذ کففت بنی اسرائیل عنك“ یعنی میری یہ نعمت بھی یاد رکھئے کہ میں نے اپنی قدرت کاملہ سے یہود کو تمہارے نزدیک آنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ بلکہ اپنی حکمت عملی سے ان کی ہر سازش سے تم کو بال بال بچایا۔ اب اگر کہیں کہ مسیح کو قتل نہیں کیے گئے۔ ان کو سولی پر چڑھایا گیا اور ان کو مارا پیٹا بھی گیا تو ظاہر ہے کہ اس کلام کے خلاف ہوگا۔ ثابت ہوا کہ مسیح زندہ بجسدہ العصری آسمان پر اٹھا لئے گئے اور اب تک وہاں بقید حیات موجود ہیں اور قرب قیامت آسمان سے زمین پر اتریں گے۔ بہرنہج اس آیت کریمہ سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بقید حیات زمین پر سے اٹھائے گئے اور اب تک وہاں پر زندہ ہیں اور قیامت سے پہلے آسمان سے زمین پر اتریں گے۔

”ھذا ھو المرام والمقصود ومکروا ومکراللہ واللہ خیر الماکرین“

﴿اور انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف سازش کی اور اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے خلاف خفیہ تدبیر کی اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔﴾

رہی یہ بات کہ یہود کی خفیہ سازش کیا تھی اور اللہ کی خفیہ تدبیر کیا۔ سو مفسرین کی وضاحت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہود کی خفیہ سازش حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی تھی اور اللہ کی تدبیر خفیہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچانے اور زندہ آسمان پر اٹھانے کی تھی تو یہودیوں کی خفیہ سازش ناکامیاب ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر غالب اور کامیاب ہوئی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سب

سے بہتر تدبیر فرمانے والا ہے۔ ناممکن ہے کہ کسی کی سازش اللہ تعالیٰ کی تدبیر پر غالب آئے۔ قرآن مجید میں اس کی تائید موجود ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے صالح علیہ السلام کا ذکر فرمایا کہ ان کی قوم نے خفیہ طور پر یہ طے پایا کہ رات کو صالح علیہ السلام اور اس کے اہل و عیال پر شب خون مارا جائے اور سب کو قتل کیا جائے۔ بعدہ ان کے ورثاء کو کہہ دیں کہ ہم تو اس موقعہ پر موجود ہی نہ تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”ومکروا مکراً ومکرنا مکراً وھم لا یشعرون“ ﴿انہوں نے (صالح علیہ السلام) کے قتل کی خفیہ سازش کی اور ہم نے بھی (ان کو بچانے کے لئے) خفیہ تدبیر کی کہ ان کو پتہ تک نہ ہوا تو دیکھ لو ان کے مکر کا کیا حال ہوا۔ بلاریب ہم نے ان کو اور ان کی ساری قوم کو ہلاک کر دیا۔﴾

ملاحظہ فرمایئے اس آیت کریمہ میں بھی مکروا کے بعد مکرنا ہے۔ قوم ثمود نے صالح علیہ السلام کے قتل کی خفیہ سازش کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بچانے کی تدبیر کی۔ آخرکار اللہ تعالیٰ ہی کی تدبیر غالب آئی کہ صالح علیہ السلام زندہ و سلامت رہے اور قوم کلی طور پر تباہ و برباد ہوگئی اور ملاحظہ کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے ذکر میں فرمایا: ”واذ یمکر بك الذین کفروا لیثبتوك اویقتلوك اویخرجوك ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین“ ﴿اور (اے پیغمبر) یاد کرو۔ جب کفار تمہارے متعلق سازش کر رہے تھے کہ تمہیں قید کر دیں یا قتل کر دیں یا جلاوطن کر دیں اور وہ بھی خفیہ سازش کر رہے تھے اور اللہ بھی خفیہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔﴾

غور فرمایئے کہ اس آیت کریمہ میں بھی یمکرون کے بعد ویمکر اللہ ہے۔ کفار مکہ نے حضور ﷺ کے خلاف آپ کے قتل وغیرہ کی خفیہ سازش کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کی حفاظت کے لئے خفیہ تدبیر کی آخر الامر اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر غالب آئی کہ آپ کو صحیح و سالم مدینہ طیبہ پہنچا دیا اور کفار کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔

۱...... یونہی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ میں فرمایا: ”ومکروا ومکراللہ واللہ خیر الماکرین“ کہ یہود نے ان کے قتل کی سازشیں کیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کی خفیہ تدبیر کی، کہ دشمنوں سے بال بال بچا کر آسمان کی طرف ہجرت کرادی۔ ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بقید حیات آسمان پر موجود ہیں۔

فائدہ...... حضور علیہ السلام کی ہجرت مدینہ منورہ میں ہوئی۔ اس لئے کہ آپ کے

اجزائے جسمیہ مدینہ طیبہ کی مبارک زمین سے لئے گئے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہجرت آسمان کی طرف ہوئی۔ اس وجہ سے کہ ان کے اجزائے جسمیہ آسمان سے حضرت جبرائیل امین لائے تھے اور جہاں سے کسی کے اجزائے جسمیہ آتے ہیں۔ اسی جگہ اس کی ہجرت ہوتی ہے اور ہجرت کے بعد واپسی ضرور ہوتی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے کہ حضور نبی کریم ﷺ ہجرت کے کچھ عرصہ کے بعد مکہ فتح کرنے کے لئے تشریف فرما ہوئے اور اہل مکہ آپ پر ایمان لائے۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام بھی فتح اسلام کے لئے ضرور زمین پر تشریف لائیں گے اور اہل کتاب (جو اس وقت موجود ہوں گے) آپ پر ایمان لائیں گے۔

۲...... نیز آیت کریمہ سے ہی ثابت ہوتا ہے کہ ہر دو تدبیریں متغائر ہیں۔ کیونکہ عربی قاعدہ کی بنا پر جملہ اسمیہ ہو یا فعلیہ نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جملہ کی صفت نکرہ ہوتی ہے اور مشہور ہے کہ نکرہ کا اعادہ بصورت مغائرت حقیقی کو چاہتا ہے اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ ہر دو تدبیر آپس میں منافی اور متغائر ہوں اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر بصورت رفع جسمانی ہو اور یہود کی بصورت قتل کہ اس صورت میں تغائر ہو گیا اور خدا تعالیٰ کی تدبیر کا غلبہ بھی بصورت اتم ثابت ہو گیا۔ حیات مسیح کا ثبوت بھی واضح ہو گیا اور اگر اللہ کی تدبیر رفع روحانی الی السماء ہو تو یہود کی مراد پوری ہو گی کہ وہ آپ کا قتل ہی چاہتے تھے۔ وہ ہو گیا جس سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر مقابلہ کامیاب نہ ہوئی اور یہ صریح باطل ہے۔

"وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيداً" ﴿اور کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں ہوگا۔ مگر وہ البتہ ضرور ایمان لائے گا۔ عیسیٰ (علیہ السلام) پر ان کی موت سے پہلے اور وہ (عیسیٰ علیہ السلام) ان پر قیامت کے دن گواہ ہوں گے۔﴾

اس آیت مبارکہ کی جمہور مفسرین نے تفسیر کی ہے کہ بہ اور موتہ کی ہر دو ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہی راجع ہوتی ہیں۔ جیسا کہ سیاق و سباق کا بھی یہی تقاضا ہے۔ بلکہ خود نبی کریم رؤف رحیم ﷺ اور صحابہ کرام اور تابعین عظام اور آئمہ کرام ﷺ سے بھی یہی مروی ہے۔ ملاحظہ ہو...... حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "والذی نفسی بيده ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكماً عدلا فيكسرا الصليب ويقتل الخنزير ويضع الحرب ويفيض المال حتىٰ لا يقبله احد حتىٰ تكون السجدة

الواحدة خيراً من الدنيا وما فيها ثم يقول ابوهريره واقروا ان شئتم وان من اهل الكتاب الا ليؤمن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيداً (بخاری ج۱ ص٤٩٠، مسلم ج۱ ص٨٨)" ﴿اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ بے شک عنقریب تم میں ابن مریم نازل ہوں گے۔ درآں حالانکہ وہ حاکم عادل ہوں گے۔ صلیب کو توڑیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے۔ جنگ کو ختم کریں گے اور اس قدر مال بہائیں گے کہ کوئی قبول کرنے والا نہ ہوگا اور اس وقت ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔ پھر ابو ہریرہؓ نے فرمایا اگر چاہو تو اس کی تصدیق کے لئے یہ آیت پڑھو۔﴾

اس پر مرزائی حضرات یہ سوال کرتے ہیں۔ یہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نہیں یعنی "واقرؤا ان شئتم" بلکہ حضرت ابو ہریرہؓ کا اپنا استنباط ہے جو کہ حجت اور دلیل نہیں ہوسکتا۔ مطلب یہ کہ یہ حدیث مرفوع نہیں ہے۔ مگر اس کا جواب یہ ہے کہ سیرین تابعی فرماتے ہیں کہ: "كل حديث ابی هريرة عن النبی ﷺ" کہ ابو ہریرہؓ کی تمام احادیث مرد یہ مرفوع ہیں۔
(شرح معانی الاثار ج۱۱)

گو بظاہر موقوف دکھائی دیتی ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت مرفوع ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "يوشك ان ينزل فيكم ابن مريم حكماً عدلا يقتل الخنزير ويكسر الصليب ويضع الجزية ويفيض المال حتىٰ تكون السجدة الواحدة لله رب العالمين واقرؤا ان شئتم وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته موت عيسىٰ ابن مريم (درمنثور ج۲ ص٢٤٢)" ﴿عنقریب تم میں سے ابن مریم نازل ہوں گے۔ اس حال میں کہ وہ حاکم عادل ہوں گے۔ دجال اور خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور جزیہ ختم کردیں گے اور مال کو بہادیں گے۔ یہاں تک کہ سجدہ صرف رب العالمین کے لئے ہی ہوگا۔﴾ اور اگر چاہو تو تصدیق کی خاطر یہ آیت پڑھو۔ "وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته عيسىٰ بن مريم" دیکھئے یہ روایت مرفوع ہے اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ جس میں "مرقوم قبل موته موت عبسىٰ ابن مريم" اسی طرح حضرت قتادہ اور حضرت ابن عباسؓ بھی یہی فرماتے ہیں۔
(ابن جریر ج۶ ص۱۲، درمنثور ج۲ ص۲۴۱)

بہر، نصف النہار روز روشن سے زیادہ ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے۔ بلکہ وہ آسمان پر زندہ اٹھا لئے گئے اور قیامت سے پیش تر دوبارہ آسمان سے زمین پر تشریف لائیں گے اور حکم دیں گے کہ صلیب کو توڑ دو اور خنزیر کو قتل کر دو اور دجال کو قتل کریں گے اور عادل حکومت کریں گے۔ وغیرہ وغیرہ!

قرآن مجید میں ہے: ”اذ قال اللہ یعیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ ومطهرك من الذين كفروا وجاعل الذين اتبعوك فوق الذين كفروا الیٰ يوم القيامة ثم الیّ مرجعكم فاحكم بينكم فيما كنتم فيه تختلفون“ ﴿آپ اس وقت کو یاد کریں جب کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے عیسیٰ بے شک میں تجھے پورا پورا لینے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف (یعنی آسمان پر) اٹھانے والا ہوں اور تجھے پاک کرنے والا ہوں۔ ان لوگوں کی (سازشوں اور تہمتوں) سے جنہوں نے تیرا انکار کیا ہے، اور جنہوں نے تیری پیروی کی ان کو تا قیامت (تیرے) منکروں پر غالب کرنے والا ہوں۔ پھر تم سب کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ پس (اس وقت) میں فیصلہ کروں گا۔ تمہارے درمیان (ان امور کا) جن میں تم اختلاف کرتے رہے ہو۔﴾

وجہ استدلال

اس طرح ہے کہ یہاں متوفی کا لفظ وفا سے نکلا ہے اور وفی کا اصل وضعی معنی اور حقیقی معنی ”اخذ الشئ وافیاً“ یعنی کسی چیز کو پورا پورا لے لینا کہ کچھ باقی نہ رہے۔ (تفسیر صاوی ج ۱ ص ۲۹۸ برحاشیہ جلالین تفسیر جلالین ج ۱ ص ۲۹۸) ”والتوفی اخذ الشئ وافیاً“ یعنی توفی کسی چیز کو پورے اور کامل طور پر پکڑنے کو بولتے ہیں۔ (جامع البیان ص ۱۱۱) پر ہے۔ ”والتوفی اخذ الشئ وافیاً“ توفی کسی چیز کے پورے طور پر لینے کو کہتے ہیں۔ (ابو سعود ج ۴ ص ۳۴۴)

”فان التوفی اخذ الشیی وافیاً“ بلاشبہ توفی کسی پورے طور پر لینے کو بولتے ہیں۔ (تفسیر فتح البیان ج ۳ ص ۱۳۳) میں ہے۔ ”فلما توفیتنی الیٰ السماء واخذتنی وافیاً بالرفع“ یعنی توفیتنی کا مطلب یہ ہے کہ جب کہ تو نے مجھ کو پورے طور پر آسمان پر اٹھا لیا۔ روح المعانی میں ہے۔ ”فلما توفیتنی ای قبضتنی بالرفع الیٰ السماء“ اسی طرح (معالم ص ۳۰۸، جمل ج ۱ ص ۶۵۸، بیضاوی ج ۱ ص ۲۱۹، در منثور ج ۱ ص ۲۴۹، سراج المنیر ج ۱ ص ۴۰۵، مدارک ج ۱ ص ۲۴۱) وغیرہ تفاسیر معتبرہ میں ہے۔

قرآن مجید کی بعض آیات کریمہ سے اس معنی کی تائید ہوتی ہے۔ ”وانما توفون اجورکم یوم القیامة “ ﴿اور بجز اس کے نہیں کہ تم بروز قیامت اپنے (نیک اعمال کا) پورا پورا اجر دیئے جاؤ گے۔﴾

”ثم توفی کل نفس ما کسبت وھم لا یظلمون “ ﴿پھر ہر نفس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ جو اس نے کیا اور ان پر ظلم ہرگز نہیں کیا جائے گا۔﴾

ان ہر دو آیات کریمہ سے واضح ہو گیا کہ توفی کا معنی پورا پورا لینا ہے۔

توفی کا مجازی معنی

مذکورہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ توفی کا اصل اور حقیقی معنی تو کسی چیز کو پورا پورا لینا ہے۔ مگر کسی مناسبت کی وجہ سے مجازی طور پر اور معنی میں بھی اسے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً کبھی موت کے معنی میں توفی کو لیا جاتا ہے۔ کیونکہ موت کے وقت روح کو پورا پورا لے لیا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں وارد ہے۔ ”اللہ یتوفی الانفس حین موتھا“

اور ”حتیٰ یتوفاھن الموت “ اور کبھی نیند میں توفی کو استعمال کر لیا جاتا ہے۔ کیونکہ نیند، عقل، ادراک، تمیز، شعور، اصعاد الی السماء میں کو پورا پورا لیا جاتا ہے۔ جیسا قرآن میں فرمایا: ”وھو الذی یتوفاکم باللیل “ اور وہی ہے جو تمہیں رات کو پورا پورا لے لیتا ہے اور کبھی اجر و ثواب میں توفی کو استعمال کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ ”وانما توفون اجورکم یوم القیامة “ بلاشبہ روز قیامت تم پورا پورا اجر دیئے جاؤ گے۔ (علامہ زمخشری، اساس البلاغة ج ۲ ص ۳۰۴) مصری پر ہے: ”ومن المجاز توفی وتوفاہ اللہ ای ادرکتہ الوفاة “ (تاج العروس شرح قاموس ج ۱۰ ص ۳۹۴) پر ہے۔ ”ومن المجاز ادرکتہ الوفاة اذا وردت علیہ الموت “ ثابت ہوا کہ توفی کا حقیقی معنی تو وہی کسی چیز کو پورا پورا لینا ہے۔ لیکن مجازی طور پر بوجہ کسی مناسبت کے اور معنی پر بھی اس کو بولا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ توفی کو مجازی طور پر موت، نیند اجر، رفع الی السماء وغیرہ بولا جاتا ہے۔ مگر حقیقی اور اصلی وضعی معنی وہی کسی چیز کو پورا پورا لینا ہے۔ اس بنا پر آیت کریمہ کا معنی یہ ہوا۔ جب کہ کہا اللہ تعالیٰ نے اے عیسیٰ بے شک میں تجھے پورا پورا لینے والا ہوں اور ظاہر ہے کہ عیسیٰ صرف روح کا نام نہیں ہے۔ بلکہ روح و جسم ہر دو کا نام ہے۔ نیز متوفیک اور رافعک میں کاف خطاب سے مراد روح صرف نہیں بلکہ روح اور جسم دونوں مراد ہیں۔ اسی طرح تطہیر کا متعلق بھی جسم ہے نہ کہ روح۔ یونہی فوقیت و غلبہ جسم سے ہی متعلق ہے۔ جس سے

واضح ہوتا ہے کہ معنی یہ ہے کہ اے عیسیٰ میں تجھ کو پورا پورا یعنی روح مع الجسم ہر دو کو اٹھانے والا ہوں۔ ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے ہیں۔

نیز فرض کیجئے کہ توفی تمام معنی میں برابر اور ایک طرح پر استعمال ہوتی ہے۔ تو گویا توفی سب معنوں میں مشترک ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جو لفظ مشترک ہو یعنی اس کے متعدد معنی ہوں تو جب تک کسی معنی پر قرینہ نہ پایا جائے تو اس وقت تک اس کا کوئی معنی مراد نہیں لے سکتے اور ظاہر کہ قرآن وحدیث، اجماع سیاق سباق واقعات سب قرینہ ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک زندہ ہیں۔ لہٰذا توفی کا معنی مراد یہی رفع الیٰ السماء ہی ہو سکتا ہے۔

اسی طرح دلیل میں اگر ایسا لفظ لایا جائے جس میں کئی ایک احتمال نکل سکیں تو بموجب ”اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال“ پس اس آیت کریمہ سے وفات عیسیٰ علیہ السلام پر دلیل لانا قطعاً درست نہیں۔

تنبیہ

مفسرین کرامؒ کا اس آیت کریمہ کی تشریح وتفصیل میں ذرا سا نزاع ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک جماعت اس آیت میں تقدیم وتاخیر کی قائل ہے۔ یعنی لفظ میں گو متوفیک پہلے ہے۔ لیکن درحقیقت وہ پیچھے ہے۔ اصل عبارت یوں ہے۔ ”رافعك الیّ ثم متوفيك“ اور دوسری جماعت تقدیم وتاخیر کی قائل نہیں اور کہتی ہے کہ جیسے نظم قرآن میں لکھا ہوا ہے یہی صحیح ہے۔ موخر الذکر حضرات یعنی جو تقدیم وتاخیر کے قائل نہیں وہ معنی یوں بیان کرتے ہیں۔ مثلاً: ”انی متوفیك ایٰ متمم عمرك اتوفاك فلا تركهم حتیٰ تقتلوك بل انی رافعك الیٰ سمائی (کبیر ج۲ ص۶۸۹)“

اسی طرح (فتح البیان ج۲ ص۳۹، کشاف ج۹، سراج المنیر ج۱ ص۲۰۶، خازن ج۱ ص۲۲۸) وغیرہ۔ ”انی اجعلك كالمتوفی لانه اذا رفع الیٰ السماء وانقطع اثره عن الارض كانه كالمتوفی۔ انی متوفیك عن شهواتك وحظوظ نفسك، انی متوفیك ای عملك بمعنی مستوفی عملك ورافعك الیّ۔ متوفیك ای ورافعك الیّ“

اور اوّل الذکر حضرات جو تقدیم وتاخیر کے قائل ہیں وہ حضرت ابن عباس، ضحاک، قتادہ، فراء وغیرہ بزرگ ہیں۔ جیسا کہ (درمنثور، تنویر المقیاس ج۱ ص۱۷۷، مدارک التنزیل ج۱ ص۱۲۶، مجمع البحار ج۳ ص۴۵۴) وغیرہ میں مذکور ہے۔

اور یہ تقدیم وتاخیر جب کوئی مانع موجود نہ ہو۔ بلکہ سیاق وسباق اس کا معاون ہو تو حرج نہیں اور پھر جب کہ واؤ حرف عطف ہے۔ جو ترتیب کے لئے نہیں بلکہ معطوف علیہ اور معطوف کو جمع کرنے کے لئے آتی ہے تو اس میں قطعاً کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ دیکھئے قرآن میں "والسارق والسارقة" اور "والزانية والزاني" وغیرہ میں واؤ موجود ہے۔ لیکن ترتیب کے لئے نہیں ہے۔

علامہ شوکانی ارشاد الفحول میں فرماتے ہیں۔ "الواو للجمع"

اور (لسان العرب ج۲ ص۳۷۹) پر ہے۔ "ان الوا ويعطف بهٰ جملة علىٰ جملة ولاتدل على الترتيب" بہرنج قرآن حدیث کتب النحو وغیرہ سب سے تصریح ہے کہ واؤ محض عطف کے لئے ہے۔ نہ ترتیب کے لئے لہٰذا تقدیم وتاخیر کی تقدیر پر قرآن مجید کی حیثیت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ دیکھئے قرآن میں "آلم" کے پہلے صفحہ "والذين يؤمنون بما انزل اليك وما انزل من قبلك" موجود ہے۔ اگر واؤ ترتیب کے لئے ہو تو لازم کہ قرآن کا نزول توراۃ وانجیل سے پہلے ہو۔ حالانکہ یوں نہیں ہے۔ مگر یاد رکھو کہ ابن عباسؓ سے گو یہ تفسیر "انى متوفيك اى مميتك قال ابن عباس (بخارى شريف)" میں مذکور ہے۔ مگر اس سے عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ صیغہ اسم فاعل کا ہے اور نحو کا بچہ بھی جانتا ہے کہ اسم فاعل میں زمانہ نہیں ہوتا تو اس سے زمانہ ماضی میں موت عیسیٰ پر دلیل لانا محض لاعلمی اور خوش فہمی ہے۔ اس کا صرف معنی یہ ہے کہ میں ہی تجھ کو مارنے والا ہوں۔ (نہ کہ یہود) اور مطلقاً موت عیسیٰ کا کوئی بھی منکر نہیں اور ہو کیسے سکتا ہے؟ جب کہ "كل نفس ذائقة الموت" موجود ہے۔ دوسرا یہ حدیث (ممیتک والی) ضعیف ہے۔ کیونکہ اس میں ایک راوی علی بن طلحہ ہے۔ سند اس کی یوں ہے۔ "حدثني معاوية عن على عن ابن عباسؓ" (حافظ ابن جریر طبری ج۳ ص۱۸۴) اور یہ ضعیف ہے۔ جیسا کہ (میزان الاعتدال ج۲ ص۲۲۷، تہذیب التہذیب ج۷ ص۲۳۹، تقریب التہذیب ص۱۸۴) وغیرہ میں ہے اور اس حدیث کا بخاری میں ہونا اس کی صحت کا موجب نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ بخاری میں انہی احادیث کی صحت کا التزام ہے جو کہ مرفوع ہیں نہ کہ تعلیقات اور موقوفات کا بھی جیسا کہ (فتح المغیث ص۱۹، ۲۰، مقدمہ ابن الصلاح ص۳۰) "وبما تقدم تأيد قول البخارى ما ادخلت فى كتابى هذا الا ماصح...... وهو الاحاديث الصيحة مستندة دون التعاليق والاثار الموفون · على الصحابه فمن بعدهم والاديث المتوجة بها ونحوذالك"

حضرت ابن عباسؓ کا مذہب

یعنی روایت مذکورہ سے بظاہر گو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پر رفع الیٰ السماء سے پہلے ان پر تین روز تک جیسا کہ (درمنثور ج۲ ص۳۶) یا سات ساعتیں جیسا کہ (روح المعانی ج۱ ص۵۵۶) یا تین ساعات جیسے (فتح البیان ج۲ ص۴۹) وغیرہ موت واقع ہوئی ہے۔ لیکن ان کا صحیح مذہب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موت واقع نہیں۔

"ھو الصحیح کما قال القرطبی ان اللہ رفعه من غیر وفاۃ ولا نوم وھو الاختیار الطبری الروایة الصحیحة عن ابن عباس کذافی (فتح البیان ج۲ ص۳۴۲، ابن کثیر ج۲ ص۲۲۸، روح المعانی ج۱ ص۵۹۵، ج۲ ص۲۰۲، معالم ج۲ ص۱۶۲)"

"فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم" (یعنی جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے عیسیٰ ابن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری والدہ کو اللہ کے سوا دو معبود بنالو۔ اس کے جواب میں جو کچھ کہیں گے اس میں یہ بھی کہیں گے) میں نے انہیں نہیں کہا۔ مگر جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ عبادت کرو اللہ کی، جو کہ میرا بھی اور تمہارا بھی پروردگار ہے اور میں ان پر مطلع تھا جب تک میں ان میں رہا۔ پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تو ہی ان پر نگہبان تھا۔ تو ہر چیز کا دیکھنے والا ہے۔

(تفسیر فتح البیان ج۳ ص۱۳۳) مصری میں ہے: "وانما المعنی فلما رفعتنی الیٰ السماء واخذتنی وافیا بالرفع (ارشاد الساری ج۱ ص۱۱۴، معالم ج۱ ص۳۰۸، مدارک ج۱ ص۲۴۲، جمل ج۱ ص۶۵۸، بیضاوی ج۲ ص۲۱۹، درمنثور ج۲ ص۲۴۹، سراج المنیر ج۱ ص۴۰۵، کتاب الوجیز ج۱ ص۴۲۹، روح المعانی ج۳ ص۴۱۴)" ہے۔

"فلما توفیتنی ای قبضتنی بالرفع الیٰ السماء روی ھذا عن الحسن وعلیه الجمھور"

خلاصہ یہ کہ توفیتنی کا معنی رفع الیٰ السماء ہے اور یہی مسلک جمہور ہے۔

سوال...... اگر عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں تو پھر اپنی ذمہ داری کی نفی کیوں فرما رہے ہیں۔

جواب...... یہ ہے کہ یہ نفی اس وجہ سے نہیں ہے کہ قوم کا کردار آپ کے علم میں نہیں ہے۔ بلکہ اس وجہ سے ہے کہ رفع آسمان کا زمانہ آپ کے فرض منصبی سے باہر ہے۔ کیونکہ آپ قوم

میں موجود نہیں ہیں۔ بلکہ آسمان پر ہیں تو جواب درست ہے کہ یہ میری ڈیوٹی کا زمانہ نہیں ہے۔ ہاں جب وہ اتر کر قوم میں موجود ہوں گے تو ان سے کردار قوم سے متعلق باز پرس ہو سکتی ہے۔

ثابت ہوا کہ مسیح حیات ہیں۔

’’**فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیهم شهیدا فلما توفیتنی** ‘‘ یعنی بروز قیامت کردار قوم سے سوال پر میں وہی کہوں گا۔ جو کہ عبد صالح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں ان پر اس وقت نگہبان تھا۔ جب ان میں تھا اور جب تو نے......الخ) یہاں پر حضور علیہ السلام نے اپنے قصہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور ظاہر ہے کہ مشبہ بہ میں وجہ شبہ، مشبہ سے اقویٰ ہوتی ہے اور حضور علیہ السلام کی توفی جو کہ مشبہ ہے۔ یوں ہے کہ آپ کی روح کو اٹھالیا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کی توفی مشبہ بہ ہے۔ لہٰذا وہ اقویٰ ہونی چاہئے اور اس کی صورت یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفی روح اور جسم پر دونوں سے ہو۔ یعنی جب آپ کو معہ جسم آسمان پر اٹھالیا۔ ثابت ہوا مسیح زندہ ہیں۔

’’**قال عیسیٰ بن مریم اللهم ربنا انزل علینا مائدة من السماء تکون لنا عید الاولنا واخرنا وایة منك** ‘‘ ﴿عیسیٰ بن مریم نے کہا اے پروردگار ہمارے لئے ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار، تاکہ ہمارے اولین کے لئے اور ہمارے آخرین کے لئے عید ہو اور وہ تیری طرف سے ایک نشانی ہو۔ یہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اولین اور اپنے آخرین کا ذکر کیا ہے اور ظاہر ہے کہ اولین وآخرین آپ کے وہ اسی وقت ہو سکتے ہیں کہ ان میں موجود ہوں۔ یعنی آپ کی حیات طیبہ کے دو دور ہیں۔ اوّل وآخر۔ دور اوّل کے ماننے والے اولین اور دور آخر کے ماننے والے آخرین ہوں گے۔ ثابت ہوا کہ آپ زندہ ہیں اور آسمان سے اتر کہ آخرین میں رونق افروز ہوں گے۔﴾

’’**وانہ لعلم للساعة فلا تمترن بها** ‘‘ ﴿اور بے شک وہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی علامت ہیں۔ پس اس میں تم ہرگز شبہ نہ کرو۔﴾

اس آیت کی توضیح میں ’’اقوال سلف ‘‘ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ ’’**وانہ لعلم للساعة قال نزول عیسیٰ بن مریم** (ابن جریر ص٢٥،٤٩، درمنثور ج٦ ص٣٠)‘‘

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ ’’**وانہ لعلم للساعة قال خروج عیسیٰ یمکث فی الارض اربعین سنة** (درمنثور ج٦ ص٢٠)‘‘

حضرت قتادہ، مجاہد، حسن بصری، ضحاک، ابو مالک، ابن زیدؒ اور جمہور مفسرین فرماتے ہیں: ”وانه لعلم للساعة ای اية للساعة خروج عیسیٰ بن مریم علیه السلام قبل یوم القیامة هکذا رویٰ عن هریره وابن عباس وابی العالیه وابی مالك وعکرمة والحسن وقتاده والضحاك وغیرهم وقدتراترت الاحادیث عن رسول اللهﷺ بنزول عیسیٰ علیه السلام قبل یوم القیامة اما ما عادلا وحکما مقسطا (تفسیر ابن کثیر ج ٤ ص ١٣٣)“ ترجمہ ظاہر ہے۔

ناظرین کرام! ان مذکورۃ الصدر آیات کریمہ اور ہچوں مثل دیگر کئی ایک آیات مبارکہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات جسدی اور رفع آسمانی اور نزول آسمانی روز روشن سے زیادہ طور پر ثابت ہوگیا۔ آپ قرآن مجید کے مفسرین کرام کی حیات مسیح پر تصریحات بھی سماع فرمایئے۔

”وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیه فلن یضر الله شیا ویجزی الله الشکرین“ ﴿اور نہیں ہیں محمد (ﷺ)﴾ مگر رسول بلاشبہ ان سے پیش تر سب رسول آ چکے ہیں۔ پس اگر یہ فوت ہوجائے یا قتل ہوجائے تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے۔

وجہ استدلال

خلاء کا معنی موت ہے۔ لسان العرب میں ہے: ”خلا فان اذا مات خلا الرسل اذا مات“ اور (اقرب الموارد ج ۱ ص ۲۹۹) میں اسی طرح ہے اور الرسل میں ال استغراقی ہے۔ جیسا کہ بعض تفسیرات سے ظاہر ہے۔ تفسیر بحر مواج میں معنی اس آیت کا یوں ہے۔ معنی ایں است کہ بدرستی پیش اور پیغمبران گذشتہ اندر ہمہ از جہاں رفتہ اند...... اسی طرح دوسری تفسیروں میں بھی یوں ہی معنی لکھا ہے اور گذرنے کے صرف دو طریقے ہیں۔ موت طبعی یا قتل کیونکہ آیت میں انہی دو کا ذکر ہے۔ اگر گذرنے کا کوئی اور طریقہ بھی ہوتا۔ یعنی آسمان کی طرف اٹھالینا تو اس کا بھی ضرور تذکرہ ہوتا اور جب کہ نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ موت صرف انہی دو معنوں میں منحصر ہے۔ اب مطلب اس آیت کریمہ کا یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ محض رسول ہیں اور آپ سے پہلے جملہ انبیاء علیہم السلام فوت ہو چکے ہیں۔ بعض بذریعہ قتل اور بعض بذریعہ موت طبعی تو کیا آنحضرت ﷺ بھی اگر ان کی طرح بذریعہ موت طبعی یا قتل ہو جائیں تو تم اسلام سے پھر جاؤ گے۔ (یعنی ایسا ہرگز نہیں ہونا

چاہئے) مطلب بالکل صاف اور واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی آپ سے چونکہ پہلے ہوئے ہیں اور جملہ انبیاء علیہم السلام میں بحیثیت رسول ہونے کے داخل ہیں تو جہاں پر دوسروں کی موت واقع ہوئی آپ بھی وہاں موت سے متاثر ہوئے۔" وھو المطلب"

اور اگر خلا کا معنی موت اور الرسل من الف ولام استغراقی نہ لیا جائے۔ جیسا کہ غیر احمدی صاحبان کا خیال ہے۔ تو آیت کریمہ میں جو افائمات کو اپنے ماقبل پر مرتب فرمایا ہے اور صدر آیت پر تفریع بٹھائی ہے۔ وہ غلط ہو جائے گی۔ کیونکہ اس وقت تفریع خاص کی عام پر ہوگی۔ اس وجہ سے کہ انتقال جو انقلبتم سے مفہوم ہوتا ہے اور قتل و موت طبعی خاص ایسے ہی جب کہ الرسل جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کو شامل نہ ہو۔ بلکہ بعض کو تو سب کے لئے فوتیدگی بذریعہ موت طبعی یا قتل کا حکم دینا یا سب کا اس کے اثر سے متاثر ہونا باطل ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ جو افراد الرسل سے خارج ہوں۔ ان کی فوتیدگی کی صورت یہ نہ ہو۔ پس اسی صورت میں افائمات کا ماقبل عام ہوا اور یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ مرتب اور مرتب علیہ میں علاقہ استلزام ہوا کرتا ہے۔ یعنی مرتب علیہ کا وجود بدون مرتب کے نہیں ہوسکتا۔ اب چونکہ مرتب علیہ اور مرتب میں عموم وخصوص نکل آیا جو کہ علاقہ استلزام سے خالی ہوتا ہے۔ یعنی یہ نہیں کہہ سکتے کہ عام کا وجود بغیر خاص کے ہو نہیں سکتا۔ لہٰذا افائمات کا اپنے ماقبل پر مترتب اور متفرع ہونا کسی طور پر ثابت نہ ہوسکا۔ خلاصہ سب کا یہ ہوا کہ آیت میں خلاء کا معنی موت اور الرسل میں الف ولام کا استغراقی لینا متعین ہے۔ جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عدم حیات قطعی طور پہ ثابت ہوتی ہے اور یہی مطلب ہے۔

جواب...... استدلال مذکور الصدر کی صحت چند امروں پر موقوف ہے۔

۱...... خلا کا معنی گذرنا یعنی موت ہے۔

۲...... خلا اور موت متحد المعنی اور متساوی الصدق ہیں۔ یعنی ایک حقیقت پر صادق آتے ہیں۔

۳...... آیت کریمہ میں الرسل میں الف ولام استغراقی ہے۔

۴...... خلا کا معنی موت اور الف ولام استغراقی نہ لیا جائے تو تفریع غلط ہو جائے گی۔

۵...... گذرنا صرف دو فردوں، موت طبعی اور قتل میں منحصر ہے۔ اب اگر یہ جملہ امور صحیح اور درست ثابت ہو جائیں تو استدلال بالکل صحیح ہوگا اور مطلب ثابت۔ ورنہ اگر یہ سب

کے سبب یا ان سے بعض امور غلط ہو جائیں تو استدلال مذکور ساقط الاعتبار ٹھہرے گا اور ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ جملہ امور جن پر مرزائی صاحبان نے وفات حضرت مسیح علیہ السلام کے استدلال کو بڑے زور و شور سے قائم کیا ہے۔ غلط اور غیر صحیح ہیں غور فرمائیں۔

۱...... خلا کا وضعی اور حقیقی معنی موت نہیں ہے۔ جبکہ خلاء کا حقیقی معنی ذہاب انتقال ہے۔ عام ازیں کہ انتقال ایک زمانہ سے دوسرے زمانہ کی طرف ہو یا ایک مکان سے مکان کی طرف ایک حالت اور کیفیت سے دوسری حالت اور کیفیت کی طرف ہو، قتل کی وجہ سے ہو یا موت طبعی سے ہو۔ اوپر کی طرف ہو یا نیچے کی طرف ہو۔ یا یوں کہو کہ بصورت اشتراک معنوی خلا کا معنی صرف انتقال ہے اور باقی جملہ معانی مستعمل فیہ ہیں۔ یا یوں سمجھو کہ مطلق انتقال بمنزلہ جنس اور باقی معانی بدرجہ انواع رکھئے۔ خلا بمعنی

۱...... سخریہ بیضاوی شریف ’’او من خلوت به اذا سخر منه‘‘

۲...... بمعنی انتقال انفرادو زمانی بیضاوی میں ہے۔ ’’او خلوت فلانا اذا انفردت معه‘‘ اسی طرح (صراح ص ۵۵۵) پر ہے۔

۳...... بمعنی مضی تجاوز انتقال زمانی مفردات امام راغب پر ’’والخلو مستعمل فی الزمان والمکان‘‘

۴...... بمعنی سقوط صراح میں ہے۔ ’’خلاك ذم سقط عنك الذم‘‘

۵...... انفرادو زمانی مفردات امام راغب ’’خلا الیه وانتهیٰ الیه فی خلوۃ‘‘

۶...... بمعنی ارسال صراح میں ہے۔ ’’وان منك امة الاخلافیها نذیر ای مضی وارسل‘‘

۷...... بمعنی برایت صراح میں ہے: ’’انا منك خلی ای بری‘‘

۸ ..... بمعنی قطع صراح میں ہے۔ ’’خلیت الخلا والسیف یختلی ای یقطع وکذا المفردات‘‘

۹...... بمعنی متارکہ صراح میں ہے۔ ’’خالیت الرجل تارکته‘‘

مفردات میں ہے۔ ’’فخلوا سبیلهم ناقته خلیة امرۃ خلیة فخلاہ عن الروح‘‘ بمعنی تاسف صراح میں ہے۔ ’’خلا خلوہ بالفتح‘‘

تنہائی ساختن وافسوس داشتن خلا کے ان معانی متعددہ مذکورہ میں غور کرنے سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ یہ سب کے سب کسی نہ کسی اعتبار سے معنی انتقال پر مشتمل ہیں اور خلا کا معنی موت متعین نہیں۔ پس بنابریں اس آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر استدلال قائم کرنا درست اور صحیح نہیں۔ کیونکہ جب استدلال اس پر موقوف ہے کہ خلا کا معنی موت ہے تو یہ اسی صورت میں صحیح ہوسکتا ہے کہ خلا کا وضعی معنی موت ہو اور جب یہ باطل ہوا تو استدلال جو اس پر موقوف تھا وہ بھی باطل ہوگیا۔

۲...... تردید: جب کہ اوپر ثابت ہوا کہ معنی حقیقتاً صرف انتقال ہے تو دونوں کا متساوی الصدق اور متحد المعنی ہونا کیسے مانا جاسکتا ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ خلا اور موت چونکہ دو کلی مفہوم ہیں۔ لہٰذا ان میں نسبت تباین تساوی عام خاص مطلق عام خاص من وجہ چاروں میں سے کوئی ضرور متحقق ہوگی۔ تبائن بالکل باطل ہے۔ کیونکہ بعض جگہ خلا بمعنی موت مستعمل ہے اور تساوی بھی غیر متصور ہے۔ کیونکہ بعض جگہ خلا مستعمل ہے۔ مگر وہاں پر معنی موت نہیں لے سکتے۔ جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔ ایسے ہی عموم وخصوص من وجہ بھی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ جانب موت میں عموم نہیں ہے۔ باقی رہا عموم وخصوص مطلق وہ قطعی طور پر ہوسکتی ہے۔ یعنی خلا معنی انتقال عام مطلق ہے اور موت خاص مطلق۔ پس جب کہ موت اور خلا متساوی الصدق متحد المعنی ثابت نہ ہوئے تو استدلال بھی چونکہ دونوں کے اتحاد پر موقوف تھا تو عدم اتحاد کی صورت میں بھی وہ باطل ہوا۔

۳...... تردید: جمع پر الف لام کا استغراق کے لئے ہونا کوئی مستحکم امر نہیں اور نہ ہی کوئی قاعدہ کلیہ ہے۔ دیکھئے قرآن مجید میں ہے: ”واذ قالت الملائكة يا مريم ان الله يبشرك الاية واذ قالت الملئكة يا مريم ان الله اصطفك، الاية ۰ قال لهم الناس“ ملاحظہ فرمایئے۔ الملائکۃ سے دونوں آیتوں میں فقط حضرت جبرائیل علیہ السلام مراد ہیں اور تیسری آیت میں الناس سے مراد نعیم بن مسعود، شجعی مراد ہے۔ علیٰ ہذا القیاس ایسی متعدد آیات واحادیث مل سکتی ہیں جو کہ بصورت جمع ہیں اور ان پر الف ولام بھی داخل ہے۔ لیکن وہ استغراق کی مفید نہیں ہیں۔ پس جب کہ الرسل پر الف لام مفید استغراق نہ ہو تو استدلال جو اس پر موقوف تھا وہ باطل ہوگیا۔ بلکہ مرزائی صاحبان کو خود مسلم ہے کہ یہاں پر الف۔ لام استغراق کے لئے نہیں ہے۔ کیونکہ آیت کریمہ ”ما المسيح بن مريم الا رسول قد خلت من قبله

الرسل ‘‘میں ان کے ہاں الف ولام استغراق کا نہیں ہے۔ چنانچہ (پاکٹ بک جدید احمدیہ ص۲۵۴) میں تحریر ہے۔

بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ چونکہ آیت ’’ما المسیح بن مریم الا رسول ‘‘میں سے حضرت مسیح باہر رہ جاتے تھے۔ تو جب اسی میں الف لام استغراق کا نہ ہوا تو آیت ’’ما محمد الارسول قد خلت من قبله الرسل ‘‘میں بھی الف لام استغراق کا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ دونوں کا اسلوب جب ایک ہی شکل ہیئت پر ہے۔ تو ایک کا حکم دوسرے پر قطعاً جاری ہوگا۔

۴...... تردید: اور نیز اگر الرسل سے الف لام استغراقی بھی مراد لے لیا جائے تو پھر بھی وفات مسیح علیہ السلام اس سے قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ کسی عام چیز کا کسی نوع کے لئے ثابت ہونا قطعاً اس بات کو مستلزم نہیں کہ جو چیز اس عام کے ماتحت داخل ہو وہ اس نوع یا اس کے ہر ایک فرد کے لئے ثابت ہو۔ مثلاً ایک عام چیز ہے جو متعدد معنی پر دلالت کرتا ہے۔ مثلاً ایجاب سلب، خطاب اللہ تعالیٰ، اثر مرتب اذعان، اعتقاد وغیرہ تو کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اگر اب ایک چیز کا علم حاصل کریں۔ وہاں علم کے جملہ معانی پائے جائیں یا ایک جگہ آپ نے حکم جزی لگایا ہے تو کیا اس سے یہ لازم آجائے گا کہ اس جگہ حکم کے جملہ معانی متحقق ہو جائیں۔ بناء علیہ اگر خلا انبیاء علیہم السلام کے لئے ثابت ہو یا ان میں سے ایک کے لئے ثابت ہو تو کیا اس سے یہ لازم آجائے گا کہ جتنے معنی خلا کے ہیں۔ حتیٰ کہ موت بھی وہاں ثابت ہوں۔ حاشا وکلاء بلکہ ممکن ہے کہ بعض کے لئے خلا کسی دوسرے معنی سے۔

۵...... تردید: یہ کہنا کہ اگر خلا بمعنی موت اور الف لام استغراقی نہو تو تفریع درست نہیں ہوتی۔ بلکہ غیر صحیح ہے۔ کیونکہ تفریع گو بظاہر افان مات معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اگر غور کی جاوے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے احکام شرعیہ کی تبلیغ اور اسلامیات کی نشر واشاعت کے بعد اسی دار فنا سے دار بقا میں تشریف لے جانے کی تقدیر پر صحابہ کرامؓ کے اور دین حق سے پھر جانے کی نفی اور استبعاد کو مرتب فرمایا ہے۔ یعنی آنحضرت ﷺ رسول ہیں۔ آپ سے پہلے رسول گذر گئے تو کیا تم دلیل حق کی تکمیل ہو جانے کے بعد اسلام سے پھر جاؤ گے۔ اگر آپ تم میں سے بوجہ قتل یا موت طبعی یا قتل جس کی بنا پر اسلام سے پھر جانے کی نفی فرمائی ہے کہ تفریع قد خلت پر صحیح ہے۔ کیونکہ خلا بمعنی مضی وانتقال اور انتقال متساوی اور متحد ہیں اور ایک مساوی کی دوسرے مساوی

پر تفریع صحیح ہے۔ جیسا کہ کہا جائے کہ میں نے حیوان ناطق دیکھا ہے۔ پس وہ انسان ہے۔ پس وہ انسان چونکہ حیوان ناطق کے ساتھ مساوی ہے۔ لہٰذا تفریع صحیح ہے۔

۶ ...... تردید: یہ کہنا کہ گذرنا صرف دو امروں میں منحصر ہے۔ موت طبعی اور قتل اور اگر کوئی فرد اور بھی ہوتا۔ مثلاً آسمان کی طرف اٹھانا تو اس کا آیت کریمہ میں ضرور تذکرہ ہوتا۔ بالکل غیر صحیح ہے۔ اس وجہ سے کہ گذرنے کا ایک اور بھی طریقہ ہے۔ یعنی آسمان پر اٹھانا اور یہاں آیت کریمہ میں گو آپ کا انتقال اس طریقہ سے کہ آسمان پر اٹھالیا جائے۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو باتفاق اہل اسلام آسمان پر اٹھالیا گیا ہے یا بذریعہ موت طبعی یا بطریقہ قتل عالم فانی سے ہو جائے تو تم اسلام سے پھر جاؤ گے؟ رہا یہ امر کہ اس تیسری شق کا بیان آیت کریمہ میں کیوں ضروری نہیں سمجھا گیا۔ سو وجہ اس کی یہ ہے کہ موت طبعی کا ذکر تو اس لئے ہے کہ یہ واقع کے مطابق ہے۔ یعنی آنحضرت ﷺ کا انتقال اللہ تعالیٰ کے علم ازل میں چونکہ بصورت موت طبعی تھا۔ لہٰذا اس تقدیر کو ظاہر کر دیا اور قتل کا تذکرہ گو حقیقت کے خلاف ہے۔ لیکن جب کہ شیطان لعین نے آواز کی کہ آنحضرت ﷺ قتل کیے گئے تو جن صحابہ کرامؓ نے سنا ان کی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ بیقراری و پریشانی میں مبتلا ہوئے۔ اپنی موت و زیست کے مختلف منصوبے خیال کرنے لگے۔ کسی نے کہا کہ اب جینے سے کیا فائدہ۔ چلو خدا کی راہ میں شہید ہو جائیں اور کسی نے کچھ اور بہر حال آپ کے قتل کا خیال بعض کے دل میں مستحکم ہو چکا تھا اور پھر جبکہ تائید اس سے بھی ہو جاتی تھی کہ پہلے متعدد انبیاء کرام علیہم السلام کو قتل کر دیا گیا۔ جیسا قرآن مجید میں وارد ہے۔ ”**ویقتلون النبیین بغیر الحق**“ صاف الفاظ میں اس کا تذکرہ موجود ہے کہ بنی اسرائیل نے متعدد نبیوں کو بلا وجہ قتل کے گھاٹ اتار دیا۔ جس کی وجہ سے وہ ابدالاباد کے لئے جہنم رسید ہوئے تو اس خیال کا صحابہ کے دلوں میں پیدا ہو جانا کوئی بعید از عقل امر نہیں۔

بہر حال آپ کے قتل کا خیال بڑے زور سے دلوں میں چونکہ بیٹھ چکا تھا۔ لہٰذا قتل کی تصریح کر دی گئی۔ باقی رہا یہ کہ آسمان پر اٹھانے کی باوجودیکہ مراد ہے۔ پھر تصریح نہیں کہ سو اس کی وجہ یہ ہے کہ آسمان پر اٹھایا جانا جبکہ حقیقت یعنی علم الٰہی کے خلاف تھا اور نہ ہی اس کا دلوں میں استقرار تھا کہ آپ اوپر اٹھائے جائیں گے۔ جیسا کہ قتل ذہنوں میں مستحکم ہو چکا تھا۔ بیان نہیں کیا گیا اور پھر جس وقت آپ سے پیشتر اس طرح کا انتقال یعنی آسمان پر اٹھایا جانا بھی قلیل

الوجود اور نادر الوقوع ہو۔ کسی طرح سے اس بات کی تصریح ضروری خیال نہیں کی جاسکتی کہ اگر آپ آسمان پر اٹھائے جائیں تو...... الخ!

ناظرین! باتمکین آپ کو اس بیان کے سن لینے کے بعد یہ امر واضح ہو گیا ہوگا کہ مرزائی صاحبان کا یہ کہنا کہ گذر جانے کے صرف دو طریقے قرار دیئے ہیں۔ اگر کوئی تیسری صورت گذرنے کی ہوئی تو اس کا بھی آیت میں ذکر ہوتا اور معنی یہ کرنا کہ سب رسول گذر چکے ہیں۔ یعنی فوت ہو چکے ہیں۔ بالکل بے انصافی ہے اور قرآن مجید میں ناجائز تصرف کا ارتکاب ہے۔

اسی طرح یہ کہنا کہ اگر کوئی کہے کہ چونکہ آنحضرت ﷺ نے آسمان پر نہ جانا تھا تو میں کہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ نے قتل بھی نہ ہونا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے۔ ''واللہ یعصمك من الناس ''پھر اس کا ذکر کیوں کیا۔ (پاکٹ بک احمدیہ ص ۳۵۵) بھی نادرست ہے۔ ہمارے بیان میں ادنیٰ تامل کرنے سے اس کا ظاہر البطلان ہونا ظاہر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ نہیں ہے۔ بلکہ وجہ وہ ہے جو کہ اوپر بیان ہو چکی۔

مفسرین کرام اور حیات مسیح علیہ السلام

امام جلال الدین سیوطی، شیخ جلال الدین محلی، تفسیر اتقان و تفسیر جلالین ''ومکروا ومکراللہ خیر الماکرین بان اللہ تشبہ عیسیٰ علی من قصد قتل ورفع عیسیٰ الی السماء ''یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشبیہ اس شخص پر ڈالی گئی۔ جس نے آپ کے قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا اور آپ کو آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ محمد طاہر گجراتی (مجمع البحار ص ۱۰۲) ''فیبعث اللہ عیسیٰ ای ینزل من السماء ''یعنی عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے۔ حافظ ابو محمد حسین البغوی تفسیر (معالم التنزیل ج ۱ ص ۲۶۳) ''بل رفع اللہ عیسیٰ الی السماء ''یعنی بلکہ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا۔ قاضی نصیر الدین بیضاوی (تفسیر بیضاوی ج ۲ ص ۸۲) ''روی ان عیسیٰ ینزل من السماء حین یخرج الدجال فیقتلہ ''یعنی جب دجال نکلے گا اتریں گے اور اس کو قتل کریں گے۔ سید معین الدین محمد، (تفسیر جامع البیان ص ۱۰۱) ''فلما توفیتنی الیٰ السماء ''یعنی اٹھایا مجھے آسمان پر۔ علاؤ الدین خازن (تفسیر خازن ج ۱ ص ۵۳۱) ''فلما توفیتنی فلمّا رفعتنی الیٰ السماء ''یعنی جب کہ تو نے مجھے آسمان پر اٹھا لیا۔ ابو البرکات عبداللہ بن احمد حنفی (تفسیر مدارک، التنزیل ج ۱ ص ۲۰۶) ''روی ان عیسیٰ ینزل من السماء فی اٰخر

الــزمــان ”یعنی اخیر زمانہ میں آپ آسمان سے اتریں گے۔ محمد بن عمر زمخشری تفسیر (کشاف ج۱ ص۳۰۶) ”رافعك الیٰ سمائی ”یعنی تجھے آسمان پر اٹھانے والا ہوں۔ شیخ زین الدین (تفسیر تیسیر المناف تمیر الرحمٰن ج۱ ص۱۱۳) ”رافعك الیٰ ســمـائی ”یعنی تجھے آسمان پر لے جانے والا ہوں۔ شیخ کمال الدین (تفسیر کمالین برحاشیہ جلالین) ”ان اللّٰه رفع عیسیٰ من روزنة فی البیت الی السماء ”یعنی آپ کو آسمان پر روشندان سے آسمان پر اٹھالیا۔ امام زاہدی (تفسیر زاہدی قلمی ورق ج۲ ص۱۶۴) چوں کار موماناں تنگ آید حق سبحانہ، عیسیٰ راز آسمان فرستدہ دجال رابکشید۔ یعنی آپ کو زمین پر اتارا جائے گا۔ تا کہ دجال کو قتل کریں گے۔ مولوی احتشام الدین تفسیر (اکسیر اعظم ج۶ ص۴۰) خدا نے عیسیٰ کو آسمان پر اٹھالیا۔ قاضی شوکانی یمنی تفسیر (فتح البیان ج۱ ص۱۵۷) ”تواترت الاحادیث بنزول عیسیٰ جسماً ”یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے نزول جسمی پر متواتر حدیثیں آچکی ہیں۔

امام فخر الدین رازی (تفسیر کبیر ج۳ ص۳۴۰) ”بل رفعه اللّٰه الیه رفع عیسیٰ الیٰ السماء ثابت بهذا ”یعنی آپ کا رفع جسمی آسمان کی طرف اس آیت سے ثابت ہے۔ حافظ ابن کثیر (تفسیر ابن کثیر بحاشیہ فتح البیان مطبوعہ مصر ج۳ ص۲۲۹) ”نجاه اللّٰه من بینهم ورفعه من روزنة ذالك البیت الی السماء (ج۳ ص۲۳۲) بقی حیاته (ای عیسیٰ) فی السماء وانه سینزل الیٰ الارض قبل یوم القیامة ”یعنی آپ کو اللہ تعالیٰ نے ان سے نجات دی اور روشن دان سے آسمان کی طرف اٹھالیا۔ اب آپ زندہ آسمان میں ہیں۔ قیامت سے پیشتر زمین پر اتریں گے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مجدد مائۃ تاویل الاحادیث مترجم اور (قصص الانبیاء مطبع احمدی ص۶۰) ”واجمعوا علی قتل عیسیٰ ومکروا ومکر اللّٰه واللّٰه خیر الماکرین فجعل فیه متشابهة ورفعه الی السماء ”یعنی یہود عیسیٰ علیہ السلام کے قتل پر جمع ہوئے۔ پس مکر کیا انہوں نے اور مکر کیا اللہ تعالیٰ نے اور اللہ غالب مکر کرنے والا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے شبیہ عیسیٰ کی ڈال دی ایک پر اور اٹھالیا عیسیٰ کو آسمان پر۔ یہ وہ مجدد صاحب ہیں جن کو مرزائی صاحب مانتے ہیں۔ مگر افسوس کہ صرف زبانی ہی دعویٰ ہے۔ ورنہ عقیدہ مجدد صاحب میں جو کہ اجماع کے موافق ہے۔ متحد ہوتے۔ بہر صورت یہ سب وہ تفسیریں ہیں [illegible] نہایت ہی معتبر ہیں اور سب میں

حیات مسیح علیہ السلام مذکور اور لفظ آسمان کی صاف تصریح موجود ہے۔ ماننے کے لئے ایمان چاہئے۔ صاحب تنویر (تفسیر تنویر المقیاس بحاشیہ درمنثور ج۱ ص ۲۷۸) ” رفعتنی من بینھم “ یعنی یہود میں سے مجھے اٹھالیا۔

ابو جعفر محمد بن جوہر طبری شافعی (تفسیر ابن جریر ج۱ ص ۲۷، ج۲۸ ص ۱۸۹) ابو ہریرہؓ نے روایت کی ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اتریں گے تو تمام دنیا والے ان کے تابع ہو جائیں گے۔ تفسیر ابو سعود بحاشیہ کبیر ج۱ ص ۱۳۷، اخبار الطبری ” ان اللہ رفع عیسیٰ من غیر موت “ یعنی آپ کو بلا موت آسمان پر اٹھالیا گیا۔

(تفسیر قادری ج۲ ص ۴۰۸) پر ہے۔ اس واسطے کہ قیامت کی علامات میں سے ایک عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا ہے۔ (تفسیر مجمع البیان ج۲ ص ۳۳۴) یعنی ” ان نزول عیسیٰ علیہ السلام من اشراط الساعۃ “ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا علامات قیامت سے ہے۔

(تفسیر غرائب القرآن ج۲۵ ص ۶۴) ” وانہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام لعلم للساعۃ لعلامۃ من علامات القیامۃ کما جأ فی الحدیث “ یعنی عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی علامت ہیں۔ یعنی آپ کے اترنے کے بعد فوراً قیامت آئے گی۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا۔ (بحر المحیط ج۸ ص ۲۵) ” وھو نزولہ من السماء فی اخر الزمان “ یعنی مراد علامت سے عیسیٰ علیہ السلام کا اخیر زمانہ میں آنا ہے۔ (النہر الماء ج۸ ص ۲۴) ” وھو نزولہ من السماء فی اخر الزمان “ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا ہے۔ (فتح البیان ج۲ ص ۴۲۲) پر ہے۔ اسی واسطے کہ اترنا اس کا آسمان سے قیامت کے نزدیک ہونے کی علامتوں میں سے ہے۔ (اعظم التفاسیر حصہ ۲۵ ص ۳۱۸) کیونکہ قیامت کی علامت میں سے ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول کرنا ہے۔

(فتح المنان ج۶ ص ۲۳۴) اور نیز وہ قیامت کی نشانی ہے کہ قریب قیامت کے دنیا پر اترے گا۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آتا ہے۔ (اکلیل برحاشیہ جامع البیان ص ۳۵۹) ” وانہ لعلم اللساعۃ ای فی نزول عیسیٰ علیہ السلام قربھا “ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے میں قرب قیامت ہے۔ (لسان العرب ج۱۵ ص ۳۱۴) ” المعنی ان ظھور عیسیٰ ونزول الیٰ الارض علامۃ تدل علی اقتراب الساعۃ “ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا زمین پر دوبارہ اترنا

علامت قرب قیامت ہے۔ (تاج التفاسیر ج۲ ص۱۴۱) ”وانہ لعلم الساعۃ الضمیر لعیسیٰ علیہ السلام “یعنی آپ قیامت کی علامت ہیں۔ (شرح فقہ اکبر المعروف بہ شرح ملا علی قاری ص۱۳۶) ”قبل موتہ ای قبل موت عیسیٰ بعد نزولہ عند قیام الساعۃ فتصیر الملل واحدۃ وھی ملۃ الاسلام الحنیفیۃ “یعنی آپ قیام قیامت سے پہلے زمین پر اتریں گے اور اس وقت سب کا مذہب صرف اسلام ہوگا۔ (کتاب الوجیز ج۴ ص۲۷۸) ”ای بنزول یعلم قیام الساعۃ “یعنی آپ کا اترنا قرب قیامت کی علامت ہے۔ (التفسیر الاحمدی ص۶۵۲) ”وانہ لعلم للساعۃ ھذہ الایۃ التی یفھم منھا ان نزول عیسیٰ یدل علی قرب القیامۃ “یعنی اس آیت سے مفہوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا علامت قرب قیامت ہے۔ (سراج المنیر ج۳ ص۵۷۰) ”لعلم للساعۃ ای نزول سبب للعلم بقرب القیامۃ “یعنی آپ کا اترنا علم قرب قیامت کے لئے ہے۔ (روح البیان ج۳ ص۵۸۴) ”وانہ ای ان عیسیٰ علیہ السلام بنزول فی اخر الزمان “یعنی علامت قرب قیامت لیکن اس وجہ سے کہ آپ اخیر زمانہ میں اتریں گے۔ (روح المعانی ج۸ ص۳۶۲) ”ای انہ بنزولہ شرط من اشراطھا “یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا علامت قیامت ہے۔ (عرائس البیان ج۲ ص۳۶۲) ”وذالک کان نزولہ من اشراط الساعۃ “یعنی آپ کا اترنا قیامت کی شرطوں سے ہے۔

آنحضرت ﷺ اور مسیح علیہ السلام کی حیات جسدی

۱...... (کنز العمال ج۷ ص۲۶۸، منتخب کنز العمال ج۶ ص۵۶، حج الکرامۃ ص۴۲۳) پر ہے۔ ”قال ابن عباسؓ قال رسول اللہ ﷺ فعند ذالک ینزل اخی عیسیٰ ابن مریم من السماء علی جبل افیق اماماً عارباً وحکماً عادلاً علیہ برنس لہ مربوع الخلق اصلت سبط الشعر بیدہ حربۃ یقتل الدجال یضع الحرب اوزارھا فکان السلم۔ فیلقی الرجل الاسد فلا یھیجہ ویاخذ الحیۃ فلا تضرہ وتنبت الارض کنباتھا علی عھد ادم ویؤمن بہ اھل الارض ویکون الناس اھل ملۃ واحدۃ “ یعنی عبداللہ بن عباسؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ پس اس وقت میرے بھائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے جبل افیق پر نازل ہوں گے اور آپ امام ہادی حاکم عادل ہوں گے۔ آپ پر ایک چادر ہوگی۔ وسیع الاخلاق مضبوط سیدھے

بالوں والے ہوں گے اور ان کے ہاتھ میں ایک حربہ ہوگا۔ جس سے دجال کو قتل کریں گے۔ پس جب کہ دجال قتل ہو جائے گا لڑائی بند ہو جائے گی اور بالکل امن ہوگا۔ پس ایک آدمی شیر سے ملے گا وہ کچھ نہیں کہے گا اور سانپ کو پکڑے گا وہ ضرر نہ دے گا اور زمین پر اسی طرح انگوری آجائے گی جیسا کہ حضرت آدم کے وقت اگاتی تھی اور آپ کے ساتھ سب ایمان لائیں گے اور اس وقت سب لوگ ایک مذہب پر (یعنی اسلام پر) ہوں گے۔ ﴾

علامہ بیہقی کی کتاب (الاسماء والصفات ص۳۰۱) پر ہے: ”ان ابا ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم وامامکم منکم“ ﴿بالضرور حضرت ابوہریرہؓ نے یوں فرمایا کہ حضور علیہ السلام نے یوں فرمایا۔ تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا۔ جب ابن مریم آسمان سے اترے گا تم میں، اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ ﴾

ابن عساکر اور اسحٰق بن بشیر نے روایت کیا ہے۔ ”عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ فعند ذالک ینزل اخی عیسیٰ ابن مریم من السماء“ ﴿عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ پس اس وقت میرا بھائی عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوگا۔ ﴾

نوٹ: ہر دو حدیث میں آسمان کا لفظ موجود ہے۔ لہٰذا مرزا قادیانی کا اپنی کتاب (حمامۃ البشریٰ حاشیہ ص۱۸، خزائن ج۷ ص۱۹۶) اور (حمامۃ البشریٰ ص۲۱، خزائن ج۷ ص۲۰۲) پر یا کسی مرزائی کا یہ کہنا کہ حدیث میں آسمان کا لفظ موجود نہیں ہے۔ محض اپنی زیادتی ہے۔ ہرگز درست نہیں ہے۔ محض غلط ہے۔

صحیح مسلم شریف ج۱ ص۴۰۶ میں ہے: ”یحدث عن ابی ھریرۃؓ عن النبی ﷺ قال والذی نفسی بیدہ لیھلن ابن مریم بفج الروحاء حاجا او معتمراً او یثنیھما“ ﴿یعنی حضرت ابوہریرہؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ البتہ ضرور گذرے گا ابن مریم روحاء کے راستے سے حج کرتے ہوئے یا عمرہ کرتے ہوئے یا دونوں۔ ﴾

نوٹ: اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے اپنا حلفیہ اور قسمیہ بیان فرمایا ہے جو کہ اس امر کا ثبوت ہے کہ یہ مضمون اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہے اور ہرگز قابل تاویل نہیں اور مضمون کا

اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہونا خود مرزا قادیانی کو تسلیم ہے۔ اپنی کتاب (حمامۃ البشریٰ حاشیہ ص۴۱تا۴۳، خزائن ج۷ص۱۹۲) میں لکھتے ہیں۔ کیونکہ آنحضرت کے ایسے ارشاد کا تب اختلاف ہوسکتا ہے۔ جو وحی الٰہی اور موکد بہ حلف ہو اور قسم صاف بتلاتی ہے کہ یہ خبر ظاہری معنوں پر محمول ہے۔ نہ اس میں کوئی تاویل ہے اور نہ استثناء۔ ورنہ قسم میں کون سا فائدہ ہے۔ تو ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے بھی چونکہ بہ حلف بیان فرمایا ہے اور کوئی استثناء نہیں فرمایا، لہٰذا وہ بھی اپنے ظاہری معنوں پر بلا تاویل محمول ہونا چاہئے اور وہ معنی یہی ہیں کہ وہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو کہ نبی تھے اور بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ وہی آئیں گے نہ کہ کوئی اور۔

(تفسیر جامع البیان ج۳ص۱۸۳، ۱۸۲، تفسیر ابن کثیر ج۲ص۲۲۹، ۲۳۰)

۹...... (تفسیر در منثور ج۲ص۳۶) پر ہے۔ ’’قال الحسن قال رسول اللہ ﷺ للیهود ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیمة‘‘ ﴿حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے یہود کو فرمایا کہ یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرے نہیں اور ضرور وہ قیامت سے پیشتر تمہاری طرف دوبارہ تشریف لائیں گے۔﴾

۱۰...... (کتاب المحلی ج۱ص۹۷۸) پر ابن حزم لکھتا ہے۔ ’’عن ابن جریج قال اخبرنا ابو الزبیر انه سمع جابر بن عبداللہ یقول سمعت النبی ﷺ یقول ولا تنزل طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاهرین الی یوم للقیامة قال فینزل عیسیٰ بن مریم فیقول امیرهم تعال صل لنا فیقول الا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمة اللہ هذه الامة‘‘ ﴿یعنی حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یوں فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت میں سے ایک گروہ تا قیامت حق کے لئے لڑتا رہے گا اور غالب رہے گا۔ پھر فرمایا پس عیسیٰ ابن مریم اتریں گے۔ پس مسلمانوں کا امام کہے گا کہ آیئے نماز پڑھایئے۔ آپ فرمائیں گے نہ، تمہارے بعض ایک دوسرے پر امیر ہیں بوجہ شرافت اس امت کے۔﴾

اور یہی ابن حزم اپنی کتاب (الفصل ج۳ص۱۸۰) پر لکھتا ہے۔ ’’ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وقول رسول اللہ علیه وسلم فی الاثار المستندة الثابتة فکیف یستجیز مسلم ان یبثت بعده علیه السلام نبیا فی الارض حاشاه

استثناه رسول اللہ ﷺ فی الاثار الثابتة فی نزول عیسیٰ بن مریم علیه السلام فی اخر الزمان" ﴿ولکن رسول اللہ خاتم النبیین اور آپ کے ارشاد لا نبی بعدی کے کوئی مسلمان ایسا نہیں کہہ سکتا کہ کوئی نبی آئے گا۔ مگر جس کو آپ نے خود مستثنیٰ فرمایا ہے۔ جیسا کہ روایت صحیحہ میں وارد ہے کہ عیسیٰ بن مریم آخر زمانے میں آئیں گے۔﴾

یہی صاحب اپنی کتاب الفصل فی الملل والاھواء والنحل میں کہتے ہیں۔ "انه اخبر انه لا نبی بعدی الاما جأت الاخبار الصحیحة من نزول عیسیٰ علیه السلام الذی بعث الیٰ بنی اسرائیل وادعی الیهود قتله وصلبه فوجب الاقرار بهذا الجملة وصح ان وجود النبوة بعده علیه السلام باطل" ﴿یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ مگر جس کو احادیث صحیحہ نے مستثنیٰ کیا۔ جیسا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو کہ بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تھے اور یہود نے ان کو قتل اور مصلوب کرنے کا دعویٰ کیا تھا۔ پھر دوبارہ اتریں گے۔ پس تمام کے ساتھ اقرار واجب ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ آپ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔﴾

(فتوحات مکیہ ج۳ باب ۳۶۲ ص ۳۴۱) پر ہے۔ "فلما دخل اذا بعیسیٰ علیه السلام بجسده بعینه فانه لم یمت الیٰ الا ن بل رفعه اللہ الی هذا السماء واسکنه بها" ﴿پس جب کہ آنحضرت ﷺ دوسرے آسمان میں گئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملاقات کی۔ اس لئے کہ وہ ابھی تک فوت نہیں ہوئے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس آسمان کی طرف اٹھا لیا ہے اور وہاں ان کو مکین ٹھہرایا ہے۔﴾

(صحیح مسلم ج۲ ص ۳۶۳، المعلم ج۶ ص ۶۷، ۲۷، ۶۸، ۳۰، ۶۹، سنن ابن ماجہ تفسیر ابن کثیر ج۷ ص ۲۳۱، ۲۳۲، مسند امام احمد ج۴ ص ۷) پر ہے۔ "حضرت حذیفہ بن اسید غفاریؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں ایسے وقت میں دیکھا جس وقت ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ عرض کیا گیا کہ قیامت کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب تک تم دس نشانیوں کو نہ دیکھ لو تو قیامت نہیں آ سکتی۔ پس آپؐ نے علامتوں کا تذکرہ فرمایا۔ دجال کا نکلنا، دابۃ الارض اور مغرب سے سورج کا نکلنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کا اترنا، یاجوج ماجوج کا نکلنا اور تین خسفوں کا ہونا۔ ایک مشرق میں اور ایک مغرب میں اور ایک

عرب میں اور وہ علامت جو کہ سب کے بعد ہوگی۔ ایک آگ ہوگی جو عدن کے پرلے کنارے سے نکلے گی اور لوگوں کو زمین میں حشر کی طرف ہانک کر لے جائے گی۔“

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۹۰، ۴۸۹، صحیح مسلم ج ۱ ص ۸۷، فتح الباری ص ۲۸۱، عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۵۱، ارشاد الباری ج ۵ ص ۴۱۸، ۴۱۹، مشکوٰۃ مترجم ج ۴ ص ۱۲۷، ۱۲۸، مرقات ج ۵ ص ۲۲۰، ۲۲۱، اشعۃ اللمعات ج ص ۳۷۳، ۳۷۴، مظاہری ج ۴ ص ۳۷۶) پر ہے۔ ”حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس خدا کی کہ میری جان اس کے ہاتھ میں ہے۔ ضرور تم میں اتریں گے ابن مریم، ایسی حالت میں کہ وہ حاکم عادل ہوں گے۔ پس صلیب کو توڑیں گے اور سور کو قتل کریں گے۔ (یعنی ان کا حکم دیں گے) اور جنگ کو بند کر دیں گے (اور مسلم میں ہے کہ جزیہ رکھ دیں گے) اور بہت مال ہوگا۔ حتیٰ کہ ایک سجدہ دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے بہتر ہوگا۔ پھر حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو (یہ آیت پڑھ لو کہ) اور نہیں کوئی اہل کتاب میں سے (جو حضرت مسیح علیہ السلام کے اترنے کی وقت موجود ہوں گے) مگر یہ کہ ضرور حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ حضرت مسیح علیہ السلام کی موت سے پیش تر ایمان لائے گا اور وہ ان پر قیامت کے دن گواہ ہوگا۔“

کتاب (انتباہ الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء ص ۴، ۵) پر ہے۔ ”بروایت ابی ہریرہؓ کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یوں فرماتے سنا کہ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ ضرور عیسیٰ بن مریم تم میں اتریں گے۔ پھر میری قبر پر کھڑے ہو کر پکاریں گے کہ اے محمد (ﷺ) تو میں ضرور ان کو جواب دوں گا۔“

نوٹ: مرزائی بتلائیں کیا مرزا قادیانی روضہ اقدس آنحضرت ﷺ پر گئے۔ اگر نہیں گئے اور یقیناً نہیں گئے تو اپنے دعویٰ میں کیسے سچے ہو سکتے ہیں؟ (اشعات اللمعات ج ۴ ص ۲۷۳) پر ہے۔ بہ تحقیق ثابت شدہ است با حادیث صحیحہ کہ عیسیٰ علیہ السلام فرو می آید از آسمان بر زمین و می باشد تابع دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم راو حکم می کند شریعت آنحضرت ﷺ۔ یعنی احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمان سے زمین پر اتریں گے اور آنحضرت ﷺ کے تابع ہوں گے اور آپ کی شریعت کے ساتھ حکم دیں گے۔

(مسند امام احمد ج ۶ ص ۷۵، کنز العمال ص ۱۹۷) پر بروایت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ ”فینزل عیسیٰ علیہ السلام فیقتله ثم یمکث عیسیٰ علیه السلام فی الارض اربعین سنة اماماً عدلاً وحکماً مقسطاً“ (یعنی آپ فرماتی ہیں کہ فرمایا

آنحضرت ﷺ نے کہ پس اتریں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ پس دجال کو ختم کریں گے۔ پھر زمین میں چالیس برس تک امام عادل اور حاکم منصف ہو کر رہیں گے۔ ﴾

(تفسیر مجمع البیان مطبوعہ ایران ج۲ ص۳۳۴) پر ہے۔ "وقال ابن جریج اخبرنی ابوزبیر انہ سمع جابر بن عبداللہ یقول سمعت النبی ﷺ یقول ینزل عیسیٰ بن مریم فیقول امیرھم تعال صل بناء فیقول ان بعضکم علی بعض امراء تکرمۃ من اللہ ھذا الامۃ" ﴿یعنی جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یوں فرماتے ہوئے سنا کہ عیسیٰ بن مریم اتریں گے۔ پس ان کا امیر کہے گا کہ آپ نماز پڑھائیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام انکار فرمائیں گے اور کہیں گے کہ اسی امت کی یہ شرافت اور امتیازی شان ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بعض کو بعض پر امیر بنایا۔ ﴾

حاکم اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے۔ "عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ وان من اھل الکتاب الا لیؤمن بہ قبل موتہ قال خروج عیسیٰ علیہ السلام" ﴿یعنی حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں ہو کہ اس پہ ایمان نہ لائے اور کہا آپ کی مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا ہے۔ ﴾

ابن جریر، ابن ابی حاتم نے بروایت ربیع نقل کیا ہے۔ "عن الربیع قال النصاری اتو النبی ﷺ تخاصموا فی عیسیٰ ابن مریم الیٰ ان قال لھم النبی ﷺ الستم تعلمون ان ربنا حی لا یموت وان عیسیٰ یأتی علیہ الفناء" ﴿یعنی نصاریٰ نے آنحضرت ﷺ کے ہاں آ کر عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے متعلق گفتگو شروع کی۔ آپ نے جواب دیا۔ حتیٰ کہ آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے۔ اس پر موت نہیں آ سکتی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ضرور موت آئے گی۔ کس قدر صاف ہے کہ ابھی تک عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ ورنہ آپ فرماتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر تو موت واقع ہو چکی ہے۔ ﴾

امام احمد، ابن ابی شیبہ، سعید ابن بیہقی، ابن ماجہ، حاکم بطریق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نقل فرماتے ہیں۔ "عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ شب معراج میں میں نے (حضرت) ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) سے ملاقات کی۔ پس انہوں نے قیامت کا تذکرہ کیا۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا کیا آپ نے

فرمایا مجھے علم نہیں۔ اسی طرح موسیٰ علیہ السلام نے انکار فرمایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کا علم بجز ذات باری کے اور کوئی نہیں جانتا۔ ہاں اتنا مجھے علم دیا گیا ہے کہ جب دجال نکلے گا تو وہ میرے ہی ہاتھوں سے قتل کیا جائے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا مجھ سے عہد ہے کہ میں عند النزول، دجال کو قتل کروں گا۔"

(کنز العمال برحاشیہ مسند امام احمد ج۲ ص۵۷) "اخرج ابن عساکر عن عائشة قالت قلت یا رسول اللہ انی اریٰ انی احیی بعدك فتاذن ان ادفن الی جنبك فقال وانی لی بذالك الموضع مافیه الا موضع قبری وقبر ابی بکر وعمر وعیسیٰ بن مریم " ﴿یعنی حضرت ام المومنین صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے بعد تک زندہ رہوں گی۔ پس آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں بھی آپ کے پہلو رحمت میں دفن ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ وہاں تو فقط ایک میری قبر کی جگہ ہے اور (حضرت) ابوبکر اور عمر اور عیسیٰ ابن مریم کی۔﴾

مشکوٰۃ شریف باب نزول عیسیٰ علیہ السلام۔ "یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اتریں گے اور نکاح کریں گے۔ ان کی اولاد ہوگی اور تقریباً پینتالیس سال زندہ رہیں گے۔ پھر فوت ہوں گے اور میرے پاس میرے پہلو میں دفن ہوں گے۔ پھر قیامت کے دن، میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم ایک قبر سے اٹھیں گے۔ اسی طرح کہ (حضرت) ابوبکر اور عمر کے درمیان ہوں گے۔"

صحابہ کرامؓ اور حیات مسیح علیہ السلام

ابوہریرہؓ (مشکوٰۃ مترجم ج۴ ص ۱۲۷، ۱۲۸، باب نزول عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم) "عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ والذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ان مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویفیض المال حتیٰ لا یقبله احد وتکون السجدة الواحدة خیر من الدنیا وما فیها ثم یقول ابوهریرة فاقروا ان شئتم وان من اهل الکتاب الا لیؤمن به قبل موته " ﴿یعنی کہا حضرت ابوہریرہؓ کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ ضرور عیسیٰ بیٹے مریم کے تم میں اتریں گے۔ بحالت یہ کہ حاکم عادل ہوں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور خنزیر کو (یعنی حکم

فرمائیں گے) اور مال اس قدر ہو گا کہ کوئی اس کو قبول نہ کرے گا اور ایک سجدہ دنیا اور دنیا بھر کی چیزوں سے بہتر ہو گا۔ ﴾

ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اگر تم کو شک ہو تو پڑھو قرآن مجید کی یہ آیت (اہل کتاب سے کوئی ایسا نہیں جو کہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پیش تر ان پر ایمان نہ لائے اور قیامت میں ان پر گواہ ہوں گے) اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔ یہ حضرت ابوہریرہؓ کا عقیدہ ہے۔ بلکہ تمام صحابہؓ کا جن کے روبرو آپ نے یہ حدیث پڑھی۔ کیونکہ کسی نے اس حدیث کا آپ پر انکار نہیں کیا۔ ابن ماجہ مصری ج۲ ص ۲۶۸ ترجمہ عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ شب معراج میں میں نے (حضرت) ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) سے ملاقات کی، قیامت کا تذکرہ ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کا علم بجز باری تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ ہاں میرے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اتنا وعدہ کیا ہے کہ جب دجال نکلے گا تو میں اتروں گا اور اس کو قتل کروں گا۔

"ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن عمر سے نقل کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اور دجال جب آپ کو دیکھے گا تو نمک کی طرح پگھلے گا۔ پس آپ دجال کو قتل کریں گے۔"

(بجلی آسمانی حصہ اوّل ص ۴۷)

عبداللہ بن سلام (درمنثور ج ص ۲۴۵) "**اخرج البخاری فی تاریخہ عن عبداللہ بن سلام قال یدفن عیسیٰ مع رسول اللہ ﷺ وابی بکر وعمر فیکون قبرہ رابعاً**" یعنی حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے مقبرے میں دفن ہوں گے۔ آپؐ کے اور ابوبکرؓ اور عمرؓ کے ساتھ دفن ہوں گے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ابھی تک ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مدفون ہوں گے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ "**اخرج احمد وابن ابی شیبہ عن عائشۃ قال فینزل عیسیٰ فیقتل الدجال**" یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ (بجلی آسمانی ص ۴۹)

اور ایک دوسری حدیث اس مضمون کی (منتخب کنز العمال حاشیہ مسند امام احمد ج۲ ص ۵۷) پر بھی موجود ہے۔ ثابت ہوا کہ ام المومنینؓ کا یہی مذہب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی تک

فوت نہیں ہوئے۔ بلکہ آسمان سے اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور مدینہ منورہ میں مدفون ہوں گے۔

اسی طرح ایک اور روایت آپ ہی سے ہے۔ جو کہ (مسند امام احمد ج۲ ص۷۵) پر ہے۔

”فینزل عیسیٰ علیه السلام فیقتله ثم یمکث عیسیٰ علیه السلام فی الارض اربعین سنة اماماً عدلاً وحکماً مقسطاً“ یعنی آپ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے۔ پس دجال کو قتل کریں گے۔ پھر زمین میں چالیس سال برابر امام عادل اور حاکم منصف ہو کر رہیں گے۔ اسی طرح آپ سے ایک اور روایت بھی ہے جو کہ (کنز العمال ج۷ ص۲۶۷) پر ہے۔ ”عن علی ابن ابی طالب قال لیقتله الله تعالیٰ بالشام علی عقبه یقال ما عقبه رفیق لثلاث ساعات یمضین من النهار علیٰ یدی عیسیٰ بن مریم (کتاب الاشاعة ص۲۰۷)“ یعنی آپ فرماتے ہیں کہ دجال کو اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے عقبہ امیق پر جو شام کے علاقہ میں ایک پہاڑی ہے۔ جس وقت تقریباً تین گھڑیاں گذر جائیں گی۔ قتل کرے گا۔

حضرت عمرؓ (کنز العمال ج۷ ص۲۰۷) جب آنحضرت ﷺ ابن صیاد کے پاس ایک جماعت صحابہؓ کے ساتھ تشریف لے گئے اور دجال کی کچھ علامتیں ابن صیاد میں پائیں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ اجازت فرماتے ہیں کہ میں اس کو قتل کر دوں۔ فرمایا کہ دجال کا قاتل عیسیٰ بن مریم ہے تو اس کا قاتل نہیں۔ (رواہ احمد عن جابر)

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ خلاصہ موجودات ﷺ اور جملہ صحابہؓ کا یہی مذہب تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام ہی اتر کر دجال کو قتل کریں گے اور مراد وہی مسیح ناصری صاحب کتاب (انجیل) آپ اور صحابہ کا مفہوم تھا۔ اس لئے کہ اگر آپ اور آپ کے صحابہ کا یہ مذہب ہوتا کہ مسیح علیہ السلام فوت ہو کر کشمیر میں مدفون ہو چکے ہیں۔ جیسا کہ مرزا قادیانی کا خیال ہے تو آپ ہرگز نہ فرماتے کہ دجال کا قاتل عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) ہے۔

۲...... یہ کہ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر اور رفیع الشان صحابی کا جس کی فراست کمال کو پہنچ چکی تھی۔ آنحضرت ﷺ سے یہ سن کر کہ دجال کو عیسیٰ علیہ السلام اتر کر قتل کریں گے۔ خاموش ہونا ایک زبردست دلیل ہے کہ آپ کا مذہب یہی تھا کہ آپ کا رفع الی السماء جسمانی بحالت حیات ہوا اور اسی طرح نزول بھی جسمانی ہوگا۔ ورنہ آپ کہہ دیتے کہ یا رسول اللہ! ایسا اعتقاد رکھنا کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت تک زندہ رہیں گے۔ ایک ناجائز خیال ہے۔ آپ کس طرح

فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آ کر دجال کو قتل کریں گے۔ حالانکہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔

۳...... یہ کہ آپ کے علاوہ تمام صحابہؓ کا یہ سن کر کہ عیسیٰ علیہ السلام اتر کر دجال کو قتل کریں گے۔ خاموش رہنا اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ آپ کا یہ فرمانا بالکل برحق ہے۔ ورنہ کوئی تو ان میں سے یہ کہہ اٹھتا کہ یا رسول اللہ ﷺ وہ تو فوت ہو چکے ہیں۔ اب کیسے اتریں گے اور اس میں آپ کی سخت ہتک ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو قیامت تک آسمان پر زندہ رہیں اور آپ زمین پر اور ان کو اتنی عمر دی جائے اور آپ کو اس کے عشر عشیر بھی نہیں۔ شیخ اکبر محی الدین عربیؒ اپنی کتاب مستطاب فتوحات مکیہ میں لکھتے ہیں اور یہ وہ حضرت ہیں جن کا صاحب کشف ہونا مرزا قادیانی کو بھی مسلم ہے۔ ”حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت عمرؓ نے سعد بن وقاصؓ کی طرف پیغام بھیجا کہ نضلہ انصاری کو حلوان عراق کی جانب بھیجو تاکہ وہاں جا کر جہاد کرے۔ پس سعد بن وقاصؓ نے نضلہ انصاریؓ کو ہمراہ ایک جماعت مہاجرین کو ادھر روانہ کر دیا۔ ان لوگوں کو وہاں فتح نصیب ہوئی۔ بہت سا مال غنیمت ملا۔ جب واپس ہوئے تو مغرب کا وقت قریب ہو گیا۔ پس نضلہ انصاریؓ نے گھبرا کر سب کو کنارہ پہاڑ پر ٹھہرایا اور خود آذان دینی شروع کی۔ جب اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو پہاڑ سے ایک مجیب نے کہا کہ اے نضلہ! تو نے خدا کی بہت بڑائی کی۔ پھر نضلہ انصاری نے اشہد ان لا الہ الا اللہ کہا تو اس مجیب نے کہا کہ اے نضلہ یہ اخلاص کا کلمہ ہے اور جس وقت اس نے اشہد ان محمد رسول اللہ کہا تو اس نے جواب دیا کہ یہ اس ذات کا نام پاک ہے جس کی خوشخبری ہم کو عیسیٰ بن مریم نے دی تھی اور یہ بھی فرمایا کہ اس نبی کی امت کے اخیر میں قیامت ہوگی۔ پھر جب اس نے حی علی الصلوٰۃ کہا تو اس نے جواب میں کہا کہ خوشخبری ہے اس کو جس نے ہمیشہ نماز ادا کی۔ پھر جب اس نے حی علی الفلاح کہا تو اس نے جواب دیا کہ جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس نے نجات پائی۔ پھر جب اس نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو مجیب نے وہی پہلا جواب دیا۔ جب اس نے لا الہ الا اللہ پر آذان ختم کی تو مجیب نے جواب دیا کہ اے نضلہ تم نے اخلاص کو پورا کیا۔ تمہارے بدن پر خداوند کریم نے آگ کو حرام کیا۔ جب نضلہ آذان سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا کہ اے صاحب! آپ کون ہیں۔ فرشتہ یا جن یا انسان۔ جیسے آپ نے اپنی آواز ہم کو سنائی ہے ویسے ہی اپنے آپ دکھائیے بھی۔ اس لئے کہ ہم خدا اور اس کے رسول اور نائب رسول عمرؓ بن الخطاب کی جماعت ہیں۔ پس اس وقت وہ پہاڑ پھٹ گیا اور اس میں سے ایک شخص نکلا۔ جس کا سر بہت بڑا چکی کے برابر تھا اور بال بالکل سفید تھے اور اس پر دو صوف کے کپڑے تھے اور ہمیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا۔ ہم نے وعلیکم

السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ کہہ کر دریافت کیا کہ آپ کون ہیں کہ میں زریب بن برثما وصی عیسیٰ ابن مریم ہوں۔ مجھے عیسیٰ ابن مریم نے اس پہاڑ پر ٹھہرایا ہے اور میرے لئے آپ نے آسمان سے اترنے تک درازئ عمر کی دعا فرمائی ہے۔ جب وہ اتریں گے صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور نصاریٰ کی اختراعی باتوں سے بیزار ہوں گے۔ فرمایا کہ وہ نبی صادق فی الحال کس طرح سے ہیں۔ ہم نے عرض کیا کہ آپ کا وصال ہو گیا ہے۔ پس وہ بہت روئے۔ یہاں تک ان کی تمام داڑھی بھیگ گئی۔ پھر فرمایا بعد ازاں تم سے کون خلیفہ ہوا۔ ہم نے عرض کیا کہ ابوبکرؓ۔ پھر فرمایا کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ ہم نے عرض کیا وہ وفات پا گئے ہیں۔ فرمایا بعد ازاں کون خلیفہ ہوا۔ عرض کیا گیا کہ عمرؓ پھر فرمایا کہ محمد ﷺ کی زیارت تو مجھے میسر نہ ہوئی۔ پس تم لوگ میرا اسلام عمرؓ کو پہنچائیو اور کہیو کہ اے عمرؓ جس وقت یہ خصلتیں پر ظاہر ہو جائیں تو کنارہ کشی کے سوا مفرد چارہ نہیں۔ جس وقت مرد مردوں کی وجہ سے بے پرواہ ہوں۔ (یعنی اغلام بازی کریں) اور عورت عورتوں کی وجہ سے (یعنی رنڈی بازی کریں) اور ادنیٰ لوگ اپنے آپ کو اعلیٰ کی طرف منسوب کریں اور بڑے چھوٹوں پر رحم نہ کریں اور چھوٹے بڑوں کی توقیر نہ کریں۔ امر بالمعروف اس طرح چھوڑ دیا جائے کہ کوئی مامور نہ کیا جائے اور نہی عن المنکر اس طرح چھوڑ دیں کہ کسی کو برائی سے نہ روکیں اور ان کے عام تحصیل علم بغرض حصول دنیا کریں اور گرم بارش ہو۔ (یعنی غیر مفید) اور بڑے منبر بنائیں اور قرآن کو نقری طلائی کریں اور مسجدوں کی از حد زینت ہو اور پختہ پختہ مکان بنائیں اور خواہشات کی اتباع کریں اور دین کو دنیا کے بارے بیچیں اور خوں ریزیاں کریں اور صلہ رحمی منقطع ہو جائے اور حکم فروخت کیا جائے اور بیاج (سود) لیا جائے اور حکومت فخر ہو جائے اور دولت مندی عزت بن جائے اور ادنیٰ شخص کی تعظیم اعلیٰ کرے اور عورتیں زین پر سوار ہوں۔ پھر ہم سے غائب ہو گئے۔ پس اس قصہ کو نضلہ انصاریؓ نے سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت عمرؓ کی طرف لکھا۔ پھر حضرت عمرؓ نے سعدؓ کو لکھا کہ تم اپنے ہمرائیوں کو ساتھ لے کر اس پہلاڑ کے پاس اترو۔ جس وقت ان کے پاس اترو۔ میری طرف سے سلام کہنا۔ اس واسطے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعض وصی عراق کے پہاڑوں میں اترے ہوئے ہیں۔ پس چار ہزار مہاجرین اور انصار کے ہمراہ اس پہاڑ کے قریب اترے اور چالیس روز تک ہر نماز کے وقت آذان کہتے رہے۔ مگر ملاقات نہ ہوئی۔

اس حدیث کو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی کتاب ازالۃ الخفاء میں نقل کیا ہے اور یہ حدیث اگرچہ اس میں محدثین کو بوجہ ابن ازہر کے کلام ہے۔ لیکن صاحب کشف والوں کے

نزدیک بالکل صحیح ہے۔ جیسا کہ خود شیخ صاحب نے تصریح فرمائی ہے۔ اس حدیث سے کئی امور ثابت ہوئے۔

۱...... الیٰ حین نزولہ من السماء کا لفظ موجود ہے۔

۲...... زریب بن برثما کا اس قدر زمانہ دراز تک بغیر اکل وشرب کے زندہ رہنا۔

۳...... عیسیٰ بن مریم کے نزول بنفسہ کی شہادت دینا۔

۴...... حضرت عمر کا نضلہ اور تین سوموار کی روایت وصی عیسیٰ کو تسلیم کر کے اپنا سلام وصی علیہ السلام کی طرف بھیجنا۔

۵...... حضرت عمر کا بمعہ چار ہزار صحابہ مہاجرین وانصار کے عیسیٰ بن مریم نبی اللہ کے نزول من السماء کو صحیح خیال کرنا نہ کہ اس کا کوئی مثیل آئے گا۔

۶...... چار ہزار سے زائد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم مہاجرین وانصار کا حضرت عیسیٰ بن مریم کی حیات جسدی پر اجماع قطعی۔

۷...... کسی کے دیر تک زندہ رہنے سے یا آسمان پر رہنے سے قطعاً فضیلت نہیں نکلتی اور نہ کسی کی توہین ہوتی ہے۔ ورنہ صحابہ یہ اعتقاد نہ رکھتے۔ عبداللہ بن عباسؓ (طبقات کبریٰ جلد اوّل ص۲۶، مطبوعہ لندن جرمنی) پر ہے۔ ”اخبرنا هشام بن محمد بن السائب عن ابیه عن ابی صالح عن ابن عباسؓ قال کان بین موسیٰ بن عمران وعیسیٰ بن مریم الف سنة وتسعة مائة سنة فلم تکن بینهما فتره وان عیسیٰ علیه السلام حین رفع کان ابن اثنین وثلاثین سنة وکانت نبوته ثلث وثلاثون سنة وان الله رفع بجسده وانه حی الان وسیرجع الیٰ الدنیا فیکون فیها ملکاً ثم یموت کما یموت الناس “حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ کہا آپ نے کہ درمیان موسیٰ بیٹے عمران اور عیسیٰ ابن مریم کے ایک ہزار نوسو برس گذرے جو کہ زمانہ فترہ کا نہ تھا اور ضرور جب کہ حضرت عیسیٰ بن مریم آسمان پر بمعہ جسم اٹھائے گئے۔ ان کی عمر ۳۲ برس کی تھی اور ان کی نبوت کا زمانہ تیس برس کا تھا اور یقیناً وہ جلد واپس آنے والے ہیں۔ دنیا میں اور آپ بادشاہ ہوں گے اور پھر آپ کی لوگوں کی طرح وفات ہوگی۔ یہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ وہ ہیں جو کہ آنحضرت ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں اور حبر امت کا خطاب رکھتے ہیں اور لیاقت علیہ خصوصاً معارف قرآنیہ میں اوّل نمبر ہیں اور آنحضرت ﷺ نے ان کی زیادتی علم کے لئے دعا فرمائی تھی اور مرزا قادیانی کو بھی یہ امر مسلم ہے۔

(ازالہ اوہام ص ۲۴۷، خزائن ج ۳ ص ۲۲۵) میں لکھتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ قرآن کریم کے سمجھنے میں اوّل نمبر والوں میں سے ہیں اور اس بارہ میں ان کے حق میں آنحضرت ﷺ کی دعا بھی ہے۔ حدیث مذکورہ سے کئی باتیں ثابت ہوئیں۔

۱...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی ہوا۔ جس سے رفع روحانی کا ڈھکوسلا باطل ہوا۔

۲...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام رفع جسمی ۳۳ برس کی عمر میں ہوا۔ جس سے کہانی قبر کشمیر مرزا قادیانی کی ایجاد کردہ باطل ہوئی۔

۳...... زندہ اٹھایا جانا ثابت ہوا جیسا کہ لفظ حیّ دلالت کرتا ہے۔

۴...... الی الدنیا بتلا رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو کہ آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ وہی نازل ہوں گے۔

۵...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بادشاہ کو عادل ہو کر آنا ثابت ہوا۔ کیونکہ وارد ہوا ہے کہ جزیہ معاف کر دیں گے اور یہ حق صرف بادشاہ کو ہے نہ کہ رعیت اور مرزا قادیانی تمام عمر غلامی میں رہے۔

۶...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تا نزول زندہ رہنا ثابت ہوا۔ جیسا کہ لفظ ”ثم یموت کما یموت الناس“ بتلا رہا ہے۔ ”روی اسحق بن بشر وابن عساکر عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ فعند ذالك ینزل اخی عیسیٰ بن مریم من السماء“ یعنی حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت میرا بھائی آسمان سے اترے گا۔

(الجمع المادح ۸ ص ۲۴) پر ہے۔ ”وقر ابن عباسؓ وجماعة لعلم ای لعلامة للساعة یدل علی قرب میقاتها اذ خروجه شرط من اشراطها ونزوله من السماء فی اٰخر الزمان“ یعنی عبداللہ ابن عباسؓ اور ایک جماعت نے لعلم پڑھا ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی ایک علامت ہیں۔ جس سے قرب قیامت متصور ہے۔ اس لئے کہ آپ قیامت کی شرطوں میں سے ایک شرط ہیں اور وہ یہ کہ اخیر زمانہ میں آپ آسمان سے اتریں گے۔ اور تفسیر در منثور میں ہے۔ ”فلمّا توفیتنی ای رفعتنی“ یعنی حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے توفیتنی کا ترجمہ رفعتنی کیا ہے۔ یعنی تو نے مجھے جب اٹھالیا۔ تفسیر عباس میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی یہی تفسیر لکھی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا

مذہب یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک زندہ بجسدہ عنصری موجود ہیں اور قبل قیامت آسمان سے اتریں گے اور اسی طرح (مسند احمد جلد اوّل ص ۳۱۷، ۳۱۸، ابن کثیر ج۹ ص ۱۳۳، درمنثور ج۲ ص ۲۰، فتح البیان ج۸ ص ۳۱۱، ۳۱۲، ترجمان القرآن ج۳ ص ۲۶، مواہب الرحمٰن ص ۲۵، ۱۳۳، مستدرک حاکم ج۲ ص ۴۴۸، تفسیر ابن جریر ج۲۵ ص ۴۸، ۴۹)

(تفسیر درمنثور ج۶ ص ۶۰) پر بھی حضرت ابن عباسؓ کا یہی مذہب ہے۔

ترجمہ: یعنی یہود کے ایک گروہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی والدہ کو گالی دیں۔ آپ نے بددعا کی جس سے ان کی صورتیں مسخ ہو گئیں۔ پس یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل پر اتفاق کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی اور وہ آپ کو آسمان پر اٹھالیا گا اور صحبت یہود سے پاک کر دیا۔

صحیح نسائی میں ہے۔ ”عن ابن عباسؓ ان رهطاً من اليهود سبوه وامه فدعا عليهم فمسخهم قردة وخنازير فاجتمعت اليهود على قتل فلخبره الله بانه يرفعه الىٰ السماء ويطهره من صحبة اليهود ابن ابى خاتم ابن مردوية قال ابن عباسؓ سيدرك اناس من اهل الكتاب عيسىٰ حين يبعث فيؤمنون به (فتح البيان) “یعنی ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائیں گے اس وقت اہل کتاب آپ کے ساتھ ایمان لائیں گے۔

اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ آپ نے جو متوفیک کی تفسیر ممیتک سے کی ہے۔ اس سے یہ امر ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کی موت زمانہ گذشتہ میں واقع ہوئی۔ ایک تو اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمی کی تصریح موجود ہے۔ جیسا کہ ابھی گذرا اور دوسرا اس لئے کہ ممیتک زمانہ گذشتہ پر دلالت کرتا ہی نہیں۔ جیسا کہ متوفیک نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ اسم فاعل ہے جو کہ زمانہ پر وصفاً دلالت نہیں کرتا۔ اگر کسی قرینہ و شرط سے اسم فاعل زمانہ پر دلالت کرے بھی تو یہاں زمانہ استقبال پر ہی کرے گا۔ نہ کہ ماضی پر جس کے معنی یہ ہوئے کہ میں تجھے تیرے وقت میں مارنے والا ہوں۔ جیسا کہ تفسیر کشاف وغیرہ میں یہی معنی لکھا ہے اور نیز یہ صاف ہوا کہ جب کہ عبداللہ ابن عباسؓ کا مذہب متوفیک کی ممیتک سے تفسیر کرنے سے وفات عیسیٰ علیہ السلام ثابت نہ ہوا۔ بلکہ آپ رفع جسمی اور نزول بعینہ کے قائل ہیں تو جس کسی نے اس تفسیر کو نقل کیا ہے۔ ان کا مذہب حیات مسیح علیہ السلام اور نزول بعینہ کا ہے۔ جیسا کہ ابھی آتا ہے۔ عبداللہ بن نغفل!

(کنز العمال ج۷ ص ۱۹۹، حدیث نمبر ۹۳، ۲۰)

ترجمہ: یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم نازل ہوں گے اور امام و حاکم و عادل ہوں گے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے مصدق ہوں گے۔

عبداللہ بن عاصؓ (تجلی آسمانی ص ۴۲) دجال کے قصہ میں ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں عبداللہ ابن عاص سے اخراج کیا ہے کہ بعد نزول حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام مسلمانوں کے امام کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

ابوسعید (تجلی آسمانی ص ۴۱) ''اخرج ابی نعیم فی الحلیة عن ابی سعیدؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ینزل عیسیٰ بن مریم فیقول امیر مهدی تعال صل لنا فیقول لنا ان بعضکم علیٰ بعض امراء'' ﴿آپ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم سے امام مہدی کہیں گے کہ آیئے ہمیں نماز پڑھایئے۔ آپ انکار فرمائیں گے۔﴾

امامۃ الباہلیؓ (سنن ابن ماجہ باب فتنۃ الدجال ونزول عیسیٰ علیہ السلام ج ۲ ص ۲۶۷، کنز العمال ج ۷ ص ۲۶۵) ''قال قال رسول اللہ ﷺ فیبعث اللہ المیسح ابن مریم فینزل عند المنارة البیضاء شرقی دمشق'' ﴿یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جامع دمشق کے مشرقی منارے پر اتریں گے۔﴾

حدیث سے یہ امر ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل اور اترنے سے پیشتر منارہ بنا ہوا ہوگا۔ اس پر آپ اتریں گے نہ کہ بعد میں بنایا جائے گا۔ جیسا کہ مرزا قادیانی نے کہا ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ وہاں فقط ایک منارہ نہیں ہوگا۔ بلکہ چار مینارے ہوں گے۔ آپ شرقی پر اتریں گے نہ کہ ایک منارہ جیسا کہ مرزا قادیانی نے سمجھا۔ بات یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی جیسے بناوٹی نبوت اور خانہ ساز رسالت ہے۔ ویسے ہی معنی بھی بناوٹی اور خانہ ساز ہے۔ جابر بن عبداللہ (کنز العمال ج ۷ ص ۲۰۲) ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اور مسلمانوں کا امیر کہے گا کہ آپ نماز پڑھائیں تو آپ فرمائیں گے کہ نہیں تم سب ایک دوسرے کے امیر ہو اور یہ وقت کی بزرگی ہے۔''

حذیفہ بن سعید غفاریؓ (کنز العمال ج ۷ ص ۱۸۵) میں ہے۔ ''یعنی ہم قیامت کے بارے میں ذکر کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور دریافت فرمایا کہ کیا ذکر کر رہے تھے۔ ہم نے عرض کی کہ قیامت کا، آپ نے فرمایا قیامت نہ آئے گی۔ جب تک یہ دس نشانیاں نہ دیکھو۔ دھواں، دجال، دابۃ الارض، سورج کا مغرب سے طلوع کرنا، عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا۔''

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ صحابہ کرام کا اجماع تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی تک زندہ ہیں اور وہی بعینہ نازل ہوں گے۔ کیونکہ ایک مجمع تھا جس نے یہ حدیث سنی اور اگر آپ بحیات نہ ہوتے تو جھٹ کہہ دیتے کہ آپ تو مر چکے ہیں۔ پھر کیسے اتریں گے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جن دس علامتوں کا آپ نے ذکر فرمایا۔ وہ سب خلاف عادت ہیں تو جب دس میں سے نو چیزیں باوجودیکہ وہ خلاف عقل ہیں۔ ہر مسلمان کو بلکہ مرزا قادیانی کو بھی تسلیم ہیں تو نزول بعینہ جو کہ خلاف عادت ہے۔ وہ کیوں تسلیم نہیں کیا جاتا اور اتنی چیخ وپکار کی جاتی ہے۔

حضرت ثوبانؓ (کنز العمال ج ۷ ص ۲۰۲) ''ینزل عیسیٰ بن مریم عند المنارة البیضاء دمشق '' یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم جامع دمشق کے مشرقی کنارے پر اتریں گے۔

(کیسان) عبدالرحمٰن بن ثمرہ (بکلی آسمانی جلد اوّل ص ۴۹) ''یعنی قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے سچا رسول بنا کر بھیجا کہ عیسیٰ بن مریم میرے خلفاء میں سے ہوگا۔''

(بکلی آسمانی جلد اوّل ص ۴۶) ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ بن مریم اترے گا اور محمد ﷺ کی تصدیق کرے گا اور دجال کو قتل کرے گا اور پھر قیامت ہوگی۔''

(مجمع بن جاریہ، ترمذی ترجمہ اردو ج ۲ ص ۱۲۱، کنز العمال ج ۷ ص ۲۰۲، مرقات ج ۵ ص ۱۹۸) آپ روایت کرتے ہیں کہ میں نے سرور دو عالم ﷺ کو یوں فرماتے سنا کہ عیسیٰ بن مریم اتریں گے اور دجال کو دروازہ لد پر قتل کریں گے۔ واثلہؓ (کنز العمال ص ۱۹۸) (آپ روایت کرتے ہیں) (ج ۷ ص ۱۸۶) وہی دس نشانیاں اس حدیث میں ہیں جو کہ پہلے مذکور ہو چکی ہیں۔ (ابو شریحہ کنز العمال ج ۷ ص ۱۸۵) وہی دس نشانیوں کو بیان ہے جو کہ اوپر گذریں۔ عروہ بن اویم اور انس بن مالک کا بھی مذہب ہے۔ (کنز العمال ج ۶ ص ۲۲۶) یحیٰ بن عبدالرحمٰن الثقفی (درمنثور ج ۲ ص ۲۵) ''یعنی حضرت عیسیٰ بن مریم نے نکاح نہیں کیا یہاں تک کہ آپ اٹھائے گئے۔''

حاطب بن ابی بلتعہ (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۲) بیہقی نے ان سے اخراج کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان میں اٹھالیا ہے۔

سفینہ (درمنثور ج ۵ ص ۳۹۲) ''یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اور عقبہ افیق کے پاس اتریں گے۔''

اسی طرح سمرہ بن جندب اور عمرو بن عوف عمران بن حصین، عائشہ صدیقہؓ وغیرہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا یہی مسلک ہے۔

تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ اور حیات مسیح علیہ السلام

امام اعظم نعمان بن ثابتؒ (فقہ اکبر ص۱۶) ”خروج الدجال ویاجوج وماجوج وطلوع الشمس من مغربها ونزول عیسیٰ علیه السلام من السماء وباقی علامات یوم القیمة علیٰ ما وردت به الاخبار الصحیحة حق کائن “یعنی دجال اور یاجوج وماجوج کا نکلنا اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا اور باقی تمام قیامت کی علامتیں جو کہ صحیح فرشتوں سے ثابت ہیں۔ بالکل حق ہیں اور وہ یقیناً ہونے والی ہیں۔ یہ وہ امام ہیں جن کی تقلید کا مرزا قادیانی دم بھرتے ہیں اور ان کی فراست اور فہم کو باقی اماموں سے بڑھ کر مانتے ہیں۔ دیکھئے (ازالہ اوہام ج۳ ص۵۳۰، ۵۳۱، خزائن ج۳ ص۵۳۵) میں لکھتے ہیں۔ ”امام اعظم اپنی قوت اجتہادی اور اپنے علم وفراست اور فہم وروایت میں آئمہ باقی ثلاثہ سے افضل اور اعلیٰ تھے اور ان کی خداداد قوت اور قدرت فیصلہ بڑھی ہوئی تھی کہ وہ ثبوت وعدم ثبوت میں بخوبی فرق کرنا جانتے تھے اور ان کی قوت مدرکہ کو قرآن کے سمجھنے میں ایک دست گاہ تھی۔“ کئی باتیں ثابت ہوئیں۔

۱...... آپ کی علمی ثقافت اور فہم وفراست باقی تین اماموں سے بڑھ کر تھیں۔

۲...... آپ کو ثبوت اور عدم ثبوت میں کافی امتیاز تھا۔

۳...... آپ کو معارف قرآنیہ میں ایک کامل دست گاہ تھی۔

۴...... آپ مجتہد مطلق تھے۔

۵...... جو آپ کا مذہب تھا وہی باقی اماموں کا مذہب تھا۔ کیونکہ جب اعلیٰ شخص نے ایک چیز کا اقرار کرلیا تو اس سے ادنیٰ شخص کو اس بات کا مان لینا ازبس ضروری ہے۔ پس نتیجہ صاف ہے کہ چاروں اماموں کا مذہب یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی تک اسی [illegible] سے زندہ ہیں اور قبل از قیامت اتریں گے۔ وغیرہ وغیرہ! جیسا کہ تفصیل بھی ابھی آتی ہے۔

امام محمد بن ادریس الشافعیؒ! آپ کا بھی مذہب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی تک حیات ہیں۔ اس لئے کہ آپ سے اعلیٰ یعنی امام اعظمؒ کا مذہب یہی ہے۔ دوسرا اس لئے کہ یہ شاگرد ہیں امام اعظم کے، اور ان کا مذہب اوپر بیان ہوچکا ہے کہ وہ حیات مسیح علیہ السلام کے قائل ہیں۔ لہٰذا یہ بھی اس بات کے معتقد ہوں گے۔ تیسرا اس لئے کہ اگر اس عقیدہ میں یہ مخالف ہوتے تو ضرور امام اعظمؒ کی مخالفت کرتے اور بالخصوص جبکہ ایک امر اعتقادی ہو تو کسی طرح سکوت جائز نہیں۔ پس اختلاف نہ کرنا زبردست دلیل ہے کہ اس عقیدہ میں سب امام اعظمؒ کے ساتھ متحد

ہیں۔ چوتھا اس لئے کہ آپ کے سب مقلد صحاح ستہ وغیرہ والوں کا یہی مذہب ہے۔

گویا آپ نے اپنی خاموشی سے سکوتی اجماع پر مہر تصدیق کر دی۔ (امام احمد مسند امام احمد ج۱ ص۳۱۸) ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ ”انه لعلم للساعة“ یہ عیسیٰ بن مریم کا قبل از قیامت نکلنا اور اترنا ہے اور دوسرا اس لئے کہ ان سے اعلیٰ یعنی امام اعظم کا یہی مذہب ہے۔ تیسرا اس لئے کہ آپ سے مخالفت اور تصریح وفات ثابت نہیں۔ بلکہ تصریح حیات ثابت ہے۔

امام مالکؒ آپ کا بھی یہی مذہب ہے۔

اکمال اکمال المعلم (شرح صحیح مسلم ج۱ ص۲۶۶) پر ہے۔ ”فی العتبة قال مالك بین ان الناس قیام یستمعون لاقامة الصلوٰة فتغشاهم غمامة فاذا عیسیٰ قد نزل“ یعنی عتبہ میں ہے کہ امام مالکؒ نے فرمایا کہ لوگ اس حالت میں کھڑے ہوں گے۔ اقامت نماز سنتے ہوں گے کہ اچانک ان کو ایک بادل ڈھانک لے گا۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام یقیناً اس وقت اتریں گے۔

نوٹ: یاد رہے کہ یہ کتاب امام مالکؒ کی نہیں ہے۔ بلکہ امام عبدالعزیز اندلسی قرطبیؒ کی ہے۔ دیکھو (کشف الظنون ج اول ص۱۰۶، ۱۰۷) اور دوسرا اس لئے کہ آپ سے اعلیٰ یعنی امام اعظمؒ کا یہی مذہب ہے۔ تیسرا اس لئے کہ آپ کے مقلدوں کا یہی مذہب ہے۔ ورنہ ضرور مخالفت کرتے اور وفات مسیح علیہ السلام کی تصریح کرتے۔ مگر یہاں تو حیات مسیح علیہ السلام کی تصریح موجود ہے۔

علامہ زرقانی مالکی شرح مواہب قسطلانی میں فرماتے ہیں۔ ”فاذا نزل سیدنا عیسیٰ (ابن مریم) علیه السلام فانه یحکم بشریعة نبیناﷺ بالهام او اطلاع علی الروح المحمدی اوبما شاء الله من استنباط لها من الکتاب والسنة ونحو ذالك فهو علیه السلام وان کان خلیفة فی الامة المحمدیة فهو رسول ونبی کریم علی حاله لا کما یظن بعض الناس انه یأتی واحداً من هذه الامة بدون نبوة ورسالة وجهل انها لا یرد لان بالموت کما تقدم فکیف بمن هوحی نعم هو واحدة من هذه الامة مع بقائه علی نبوة ورسالة“ ﴿یعنی جبکہ عیسیٰ بن مریم اتریں گے آنحضرتﷺ کی شریعت کے موافق حکم صادر فرمائیں گے۔ بوجہ الہام یا اطلاع فیوض نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے یا جیسا کہ منظور خدا ہوگا۔ کتاب وسنت سے استخراج فرمائیں گے۔ پس حضرت مسیح علیہ السلام گو امت محمدیہ میں ایک خلیفہ ہوں گے۔ مگر وہ رسول اور نبی ہوں گے۔ جیسا کہ پہلے نبی اور رسول تھے۔ جس نے یہ اعتقاد کیا ہے کہ وہ اس وقت نبی اور رسول نہیں ہوں گے۔

غلطی پر ہے۔ کیا وہ یہ نہیں جانتا کہ نبوت ورسالت ہر دو بوجہ موت زائل نہیں ہوتیں۔ جیسا کہ گذرا پس اس انسان کے متعلق کیسے متصور ہوسکتا ہے کہ وہ ابھی تک زندہ ہے اور جب آئے گا تو بلا نبوت ورسالت آئے گا۔ ہاں باوجودیکہ آپ نبی اور رسول ہوں گے۔ آنحضرت ﷺ کی امت میں سے ایک امتی ہوں گے۔﴾

ایسا ہی شیخ الاسلام احمد نفراوی مالکی نے دوانی میں تصریح کی ہے۔ چوتھا اس لئے کہ جب آپ نزول بعینہ کے قائل ہیں تو رفع بعینہ کے بھی قائل ہوں گے۔ کیونکہ نزول بعینہ فرع ہے رفع بعینہ کی، پانچواں اس لئے مسیح علیہ السلام پر اجماع ہے تو پھر کیسے علیحدہ شمار کئے جاسکتے ہیں۔ علامہ سیوطیؒ کتاب الاعلام میں تحریر فرماتے ہیں۔ ”انه یحکم بشرع نبینا ووردت به الاحادیث وانعقد علیه الاجماع“ ﴿یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب اتریں گے تو آنحضرت ﷺ کی شریعت کے ساتھ حکم فرمائیں گے۔ جیسا کہ صحیح حدیثوں میں آیا ہے اور اس پر اجماع منعقد ہوا ہے۔﴾

فتح البیان میں ہے۔ ”وقد تواترت الاحادیث بنزول عیسیٰ جسما. اوضح ذالك الشوكانی فی مؤلف مستقل“ ﴿یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کے بعینہ اترنے پر اور اسی جسم کے ساتھ نازل ہونے کے متعلق متواتر حدیثیں آئی ہیں، اور علامہ شوکانی نے ایک کتاب مستقل میں ان کا تذکرہ فرمایا ہے۔﴾

اور یہ یاد رہے کہ اجماع آپ کی اس حیات میں ہے جو کہ عند رفع اور اٹھائے جانے کے وقت ثابت ہے نہ اس حیات پر جو اٹھائے جانے سے پیش تر متحقق ہے۔ کیونکہ یہ حیات یعنی اٹھائے جانے سے پہلے مختلف فیہ ہے۔ بعض اہل سنت والجماعت اور بعض نصاریٰ کا یہ مذہب ہے کہ اٹھائے جانے سے پیشتر عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہو چکی۔ بعد میں آپ کو زندہ کیا گیا اور آسمان پر اٹھالیا گیا اور جمہور اہل سنت والجماعۃ اور اکثر نصاریٰ اس کے مخالف ہیں اور کہتے ہیں کہ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اٹھائے جانے کے وقت زندہ تھے۔ اسی طرح زندہ اٹھائے جانے سے پہلے بھی زندہ تھے اور آپ پر قطعاً موت واقع نہیں ہوئی۔

”قال شیخ الاسلام الحرانی وصعود الادمی ببدنه الی السماء قد ثبت فی امر المسیح عیسیٰ بن مریم علیه السلام فانه صعد الیٰ السماء وسوف ینزل الیٰ الارض وهذا ما توافق النصاریٰ علیه المسلمین فانهم یقولون المسیح صعد الیٰ السماء ببدنه وروحه کما یقول المسلمون وانه

سوف ینزل الیٰ الارض .... وهذا کما یقوله المسلمون وکما اخبر به النبی ﷺ فی الاحادیث الصحیحة لکن کثیراً من النصاریٰ یقولون انه صعد بعد ان صلب وانه قام من قبره اما المسلمون وکثیر من النصاریٰ یقولون انه لم یصلب ولکن صعد الیٰ السماء بلا صلب والمسلمون ومن وافقهم من النصاریٰ یقولون انه ینزل الیٰ الارض قبل یوم القیامة وان نزوله من اشراط الساعة کما دل علی ذالك الکتاب والسنة ” ﴿یعنی شیخ اسلام حرانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اوپر اٹھائے جانے سے یہ امر ثابت ہوگیا کہ آدمی بمعہ جسم آسمان پر جاسکتا ہے۔ اس لئے کہ عیسیٰ علیہ السلام بمعہ جسم اوپر اٹھائے گئے اور عنقریب آسمان سے اتریں گے اور یہ ایسا امر ہے جس پر نصاریٰ بھی مسلمانوں کے ساتھ متفق ہیں۔ کیونکہ نصاریٰ بھی مسلمانوں کی طرح مانتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے اور عنقریب اتریں گے۔ اکثر نصاریٰ اس بات کے قائل ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دیا گیا اور آپ کی وفات واقع ہوگی۔ بعد ازاں آپ کو زندہ کیا گیا۔ لیکن بعض نصاریٰ اور مسلمانوں کا یہی مذہب ہے کہ آپ کو بلا سولی آسمان پر اٹھالیا گیا ہے اور آپ قیامت سے پہلے زمین پر اتریں گے اور آپ کا اترنا قیامت کی نشانی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید اور حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ ﴾

بیضاوی شریف میں ہے۔ ”قیل اماته الله سبع ساعات ثم رفعه الله الی والیه ذهب النصریٰ“ ﴿یعنی یہ قول (کہ اٹھانے سے پہلے سات ساعت تک مرے رہے) نصاریٰ کا قول ہے۔ ﴾

اور معالم التنزیل وابن کثیر میں ہے۔ ”قال وهب توفی الله عیسیٰ ثلث ساعات من النهار ثم احیاه ثم رفعه الله الیه وقال محمد بن اسحاق ان النصاریٰ یزعمون ان الله توفاه سبع ساعات من النهار ثم احیاه ورفعه الیه “ ﴿یعنی وہب کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو دن میں تین ساعت تک وفات دی۔ پھر زندہ کیا اور آسمان کی طرف اٹھالیا اور محمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ اکثر نصاریٰ کا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو دن میں سات ساعت تک وفات دی بعد ازاں زندہ کیا اور آسمان کی طرف اٹھالیا۔ ﴾

پہلے قول (یعنی سات ساعت) کو سب نے نصاریٰ کی طرف منسوب کیا ہے اور دوسرے قول کے بعض اہل اسلام قائل ہیں اور امام مالک بھی انہی میں سے ہیں۔ پس اس سے یہ

مسئلہ حل ہو گیا کہ جب امام مالک وفات کے قائل ہیں تو اجماع کے کیا معنی؟

مجمع البحار میں ہے۔ ’’قال مالك مات ‘‘ کیونکہ امام مالک کا خلاف صرف اس حیات میں ہے جو کہ اٹھائے جانے سے پیش تر ہے۔ نہ کہ اس حیات میں جو کہ رفع کے وقت ثابت اور محقق ہے۔ اسی واسطے شیخ محمد طاہر صاحب مجمع البحار اس کی یہ تاویل کرتے ہیں۔ ’’ولعله اراد رفعه الى السماء او حقيقة ويجئ فى اخر الزمان لتواتر خبر النزول ‘‘یعنی امام مالکؒ کی مراد یہ ہے کہ آپ کو آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا یا حقیقی طور پر آپ کی وفات ہو چکی ہے اور اخیر زمانہ میں آپ اتریں گے۔ جیسا کہ متواتر حدیثوں سے آپ کا اترنا ثابت ہے۔ اب نتیجہ صاف ہے کہ امام مالک اس حیات میں خلاف کر رہے جو کہ رفع سے پہلے ہو۔ ورنہ اگر آپ کا مطلب یہ ہوتا کہ آپ کو قطعی موت دی گئی اور زندہ اٹھائے نہیں گئے تو نزول بعینہ کے کیسے قائل ہوتے۔ کیونکہ نزول بعینہ فرع ہے رفع بعینہ وبجسمہ کا۔ بہر صورت آپ کا بھی مذہب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بجسد عنصری زندہ آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ جیسے کہ آپ کے مقلدوں کا مذہب ہے اور دیگر ائمہ اکابر کا۔

امام حسن بصری (فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۸۱، عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۵۲، درمنثور ج ۲ ص ۲۴۱)

’’اخرج ابن جرير حسن بصرى وان من اهل الكتاب الا ليؤمن به قبل موته قال قبل موت عيسىٰ والله انه حى الان عند الله ولكن اذا نزل آمن به اجمعون ‘‘ ﴿یعنی آپ فرماتے ہیں۔ قبل موتہ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے اور وہ اللہ کی قسم ابھی تک آسمان پر زندہ ہیں۔ ولیکن جس وقت اتریں گے سب کے سب آپ پر ایمان لائیں گے۔﴾

کعب الاحبار (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۵۳) ’’اخرج ابونعيم فى الحلية عن كعب الاحبار فيرجع امام المسلمين المهدى فيقول عيسىٰ بن مريم تقدم ‘‘ ﴿یعنی امام المسلمین حضرت مہدیؓ جب واپس تشریف لائیں گے۔ پس عیسیٰ علیہ السلام کو فرمائیں گے کہ بڑھئے نماز پڑھایئے۔﴾

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ امام مہدی اور ہیں نہ کہ عیسیٰ علیہ السلام۔ ربیع بن انس (درمنثور ج ۲ ص ۳، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۹۴، تفسیر ابوداؤد ج ۲ ص ۵۸) ’’یعنی حضور ﷺ کے پاس نصاریٰ آئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بحث ہوئی تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ زندہ ولا یموت ہے۔ یعنی اس کو موت نہیں آتی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موت آئے گی۔‘‘

اس سے ثابت ہوا کہ ابھی تک موت واقع نہیں ہوئی اور آئندہ واقع ہوگی۔

حریث بن مغشی (درمنثور ج۲ ص۳۶) ”اخرج حاکم فی المستدرک عن حرث بن مغشی قال ولیلة اسریٰ بعیسیٰ یعنے رفع الیٰ السماء“ ﴿یعنی اس رات جس رات عیسیٰ علیہ السلام کو اسریٰ نصیب ہوا یعنی آپ کو آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔﴾

مجاہد (درمنثور ج۲ ص۲۳۸) ”اخرج عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر عن مجاهد فی قوله تعالیٰ شبه لهم قال صلبوا غیر عیسیٰ ورفع اللّٰه الیه عیسیٰ حیاً“ ﴿یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھایا گیا اور ان کے علاوہ غیر کو صلیب پر دیا گیا۔﴾

قتادہ ”اخرج ابن جریر ومنع اللّٰه ذبیه ورفعه الیه“ ﴿یعنی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھالیا۔﴾

عکرمہ، ضحاک، ابو مالک، ابو العالیہ، (تفسیر ترجمان القرآن ص۴۱، ۴۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا قیامت کی نشانی ہے۔

وہب بن منبہ (درمنثور جلد اوّل) ”اخرج ابن عسلکر وحلکم عن وهب بن منبه قال امات اللّٰه عیسیٰ ثلاث ساعات ثم احیاه ورفعة“ ﴿یعنی اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو تین ساعات تک وفات دے کر زندہ کیا اور پھر آسمان کی طرف اٹھالیا۔﴾

یہ تفسیر اناجیل مروجہ کے مطابق ہے۔ عطاء ابن ابی رباح (تفسیر فتوحات الٰہیہ ج۱ ص۵۳۵) ”قال عطاء اذا نزل عیسیٰ الیٰ الارض لا یبقی یهودی ولا نصرانی الا امن بعیسیٰ“ ﴿یعنی جب عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اتریں گے تو کوئی یہودی اور نصرانی نہ ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لائے۔﴾

امام جعفر، امام باقر، امام زین العابدین، امام حسین (مشکوٰۃ المصابیح ص۵۸۳) ”اخرج عن جعفر الصادق عن ابیه محمد باقر عن جده امام حسین ابی زین العابدین قال قال رسول اللّٰه ﷺ کیف تهلك امة انا اولها والمهدی وسطها والمسیح اخرها“ ﴿یعنی کیونکر ہلاک ہوسکتی ہے وہ امت جس کے اوّل میں ہوں اور درمیان مہدی اور آخر میں مسیح علیہ السلام۔﴾ کس قدر روشن ہے کہ مہدی اور مسیح علیہ السلام دو علیحدہ شخصیات ہیں۔

حسین بن الفضل (تفسیر خازن جلد اوّل ص۲۴۳، تفسیر کبیر ج۲ ص۴۵۶) ”قول الحسین

بن الفضل ان المراد بقوله وکھلاً بعد ان ینزل من اخر الزمان ویکلم الناس ویقتل الدجال ” ﴿یعنی مراد اللہ تعالیٰ کے اس قول یعنی کہلا سے یہ ہے کہ آخیر زمانہ میں عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے۔ لوگوں سے کلام کریں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔﴾

یہی مضمون (تفسیر فتح البیان ج۲ ص۴۴) میں ہے۔ ابن زید آپ فرماتے ہیں کہ: ”وانه لعلم للساعة“ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا ہے۔

(تفسیر ابن جریر ج۲۵ ص۴۹، ضحاک) آپ فرماتے ہیں کہ: ”وانه لعلم للساعة“ سے مراد یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پیشتر دنیا میں اتریں گے۔

محدثین رحمہم اللہ اور حیات مسیح علیہ السلام

حافظ ابوعبداللہ البخاری (صحیح بخاری نزول عیسیٰ بن مریم کتاب ذکر الانبیاء ج۱ ص۴۹۰) میں ہے۔ ”قال قال رسول اللہ ﷺ والذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً مقسطاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب ویفیض المال حتیٰ لا یقبل احد وتکون السجدة والواحدة خیراً من الدنیا وما فیها ثم فیقول ابوهریرة فاقروا ان شئتم وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته“

(درمنثور ج۲ ص۲۴۵) ”اخرج البخاری فی تاریخه عن عبداللہ بن سلام قال یدفن عیسیٰ مع رسول اللہ ﷺ وابی بکر وعمر ویکون قبره رابعاً“

دونوں حدیثوں کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم ضرور تم میں حاکم وعادل بن کر آئیں گے۔ پس سولی کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور لڑائی کو بند کریں گے اور مال کو اس قدر بہائیں گے کہ کوئی قبول نہ کرے گا اور ایک سجدہ دنیا وفیہا سے بہتر شمار ہوگا۔ پھر ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ تمہیں شک ہو تو یہ آیت ”وان من اهل الکتاب“ پڑھ لو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے مقبرہ میں آپؐ اور ابی بکرؓ وعمرؓ کے ساتھ دفن کئے جائیں گے اور آپ کی چوتھی قبر ہوگی۔

حضرات سامعین! یہ وہی بخاری ہے۔ جس کو مرزا قادیانی قرآن مجید کے بعد اصح الکتب مانتے ہیں۔ اس میں قرآن مجید کی رو سے مسیح علیہ السلام کی حیات اور نزول بعینہ ثابت ہے اور یہ بھی کہ مدینہ منورہ میں فوت ہوکر آنحضرت ﷺ کے روضۂ مطہرہ میں مدفون ہوں گے۔ نہ یہ

کہ کشمیر اور قادیان میں۔ یہی ہے امام بخاری کا مذہب ہے اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اسی عقیدہ کے اظہار کے لئے باب ہی اسی عنوان سے شروع کیا ہے۔ (باب نزول عیسیٰ بن مریم) اور یہی وجہ ہے کہ آپ کا چونکہ مذہب یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام زندہ اٹھا لئے گئے اور قبل از قیامت بعینہ اتریں گے۔ اپنی صحیح بخاری میں اس آیت "واذ قال الله یعیسیٰ انت قلت " میں قال بمعنی یقول اور اذ کو صلہ یعنی زاہدہ دیا ہے اور کہا ہے یہ سوال وجواب قیامت میں ہوگا اور قال بمعنی یقول خلیفہ اوّل مرزا قادیانی مولوی نورالدین صاحب نے بھی لیا ہے۔ (مقدمہ الکتاب ص ۱۷۸)

پس اس سے ثابت ہوا کہ آپ نے صحیح بخاری کی کتاب التفسیر میں آل عمران کے لفظ متوفیک کی تفسیر ممیتک کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کی ہے۔ اس سے یہ ہرگز نہیں ثابت ہوتا کہ آپ کا مذہب وفات مسیح ہے۔ کیونکہ اوّل متوفیک سے تحقق موت کے معنی نکلتے ہی نہیں۔ دوسرا اس لئے کہ جب عبداللہ بن عباسؓ کا مذہب وفات مسیح علیہ السلام نہیں۔ جس کا تذکرہ گذر چکا تو امام بخاری کا جو کہ ناقل محض ہیں۔ کیسے یہ مذہب ہوسکتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔

ابوعبداللہ محمد بن ماجہ قزوینی (ابن ماجہ ج۲ص ۲۶۵) "عن نواس بن سمعان ان المسیح ینزل عند منارة البیضاء شرقی دمشق " ﴿یعنی مسیح علیہ السلام جامع دمشق کے شرقی منارہ پر اتریں گے۔﴾

حافظ ابوعیسیٰ محمد بن علی الحکیم الترمذی (ترمذی ج۲ص ۴۷) "عن نواس ان المسیح ینزلْ عند المنارة البیضاء دمشق " ﴿یعنی آپ شرقی منارہ پر اتریں گے۔﴾

سلمان بن اشعب بجستانی (سنن ابوداؤد ج۲ص ۲۳۸) "عن ابی هریرةؓ عن النبی ﷺ قال لیس نبی بینی وبینه ای عیسیٰ وانه نازل " ﴿یعنی آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے مابین کوئی نبی نہیں اور وہ اترنے والے ہیں۔﴾

ابوعبدالرحمٰن احمد شعیب النسائی سنن النسائی (کتاب الجہاد ص ۴۹۶) "عن الثوبان عن النبی ﷺ قال قال رسول الله ﷺ عصابتان من امتی اخرهم الله من النار عصابة تغزوا الهند وعصابة تکون مع عیسیٰ بن مریم " ﴿یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں سے دو جماعتوں کو اللہ تعالیٰ نے دوزخ سے دور کیا

ہے۔ ایک ہند سے جہاد کرے گی اور دوسری عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوگی (اور کفار سے لڑائی کرے گی)﴾

یہ صحاح ستہ والوں کا مذہب ہے۔ محمد بن سیرین (تجلی آسمانی ج۱ ص۴۴) ''اخرج ابن ابی شیبة فی مصنفه عن ابن بشر قال المهدی من هذا الامة وهو الذی یصلی خلفه عیسیٰ بن مریم'' ﴿یعنی امام مہدی اس امت سے ہوں گے اور امام مہدی وہ ہیں۔ جس کے پیچھے عیسیٰ بن مریم نماز پڑھیں گے۔﴾

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ امام مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام دو الگ الگ شخص ہیں۔ ابوداؤد طیالسی (کنز العمال ج۷ ص۲۰۲) ''اخرج ابوداؤد طیالسی فی مسنده عن ابی هریرةؓ عن النبی ﷺ قال لم یسلط علی الدجال الاعیسیٰ بن مریم'' ﴿یعنی بجز عیسیٰ علیہ السلام کے اور کوئی دجال کو قتل نہیں کرے گا۔﴾

ابوعبداللہ محمد المعروف بحاکم عون ابوداود (شرح ابی داؤد ج۴ ص۲۰۵) ''اخرج الحاکم عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال لیهبطن عیسیٰ اماما مقسطاً'' ﴿یعنی عیسیٰ علیہ السلام عادل ہوکر اتریں گے۔﴾

امام عبدالرزاق (درمنثور ج۶ ص۲۰) ''اخرج عبدالرزاق عن قتادة وانه لعلم للساعة قال نزول عیسیٰ علیه السلام للساعة'' ﴿یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا علامات قیامت میں سے ہے۔﴾

ابن حاتم، ابن مردویہ، عبد بن حمید، سعد بن منصور، طبرانی (تفسیر درمنثور ج۶ ص۲۰) میں مذکور ہے کہ یہ (مفسرین) محدثین حضرت ابن عباسؓ سے آیت ''وانه لعلم للساعة'' کی تفسیر کرتے ہیں کہ قیامت کے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا نشانی قیامت سے ہے۔

ابونعیم (آسمانی تجلی ج۱ ص۴۸) ''اخرج ابونعیم عن عبدالله بن مسعود فی الحدیث الطویل حتیٰ ینزل علیهم عیسیٰ بن مریم فیقاتلون مع الدجال'' ﴿یعنی مسلمان حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ مل کر دجال کا مقابلہ کریں گے۔﴾

اسحٰق بن بشیر ابن العساکر (کنز العمال ج۷ ص۲۶۸) میں ہے۔ ''اخرج اسحق بن بشیر وابن العساکر عن ابن عباسؓ عن النبی ﷺ فیعند ذالك ینزل اخی عیسیٰ ابن مریم من السماء'' ﴿یعنی اس وقت عیسیٰ ابن مریم آسمان سے اتریں گے۔﴾

ابوبکر ابن ابی شیبہ (بجلی آسمانی ص ۳۹) میں ہے۔ ”اخرج ابن ابی شیبہ عن عائشۃؓ عن النبی ﷺ فینزل عیسیٰ فیقتل الدجال “ ﴿یعنی عیسیٰ علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے۔﴾

ابن جوزی مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ بن مریم میں ہے۔ ”یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین کی طرف اتریں گے۔ شادی کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی اور ۴۵ برس رہیں گے۔ پھر فوت ہوں گے اور مدینہ منورہ میں مدفون ہوں گے۔“

ابن حبان اسعاف (اسرا بین برحاشیہ مشارق الانوار مطبوعہ مصر ص ۱۲۴) ”اخرج ابن حبان مرفوعاً ینزل عیسیٰ فیقول امیر المھدی تعال صل بنا فیقول لہ انما بعضکم ائمۃ علیٰ بعض تکرمۃ لھذہ الامۃ “ ﴿یعنی عیسیٰ علیہ السلام جب اتریں گے تو امام مہدی کہیں گے کہ نماز پڑھایئے۔ آپ انکار فرمائیں گے اور کہیں گے کہ بوجہ خصوصیت اس امت کے اسی میں سے امام ہونا چاہیے۔﴾

دیلمی (کنز العمال ج ۶ ص ۱۲۶) میں ہے۔ ”اخرج دیلمی عن انس قال کان طعام عیسیٰ الباقلا حتی رفعہ “ ﴿یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا طعام باقلا تھا اور اسی حالت پر ان کو آسمان پر اٹھا لیا گیا۔﴾

بیہقی (کتاب الاسماء والصفات ص ۳۰۱) میں ہے۔ ”عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ کیف انتم اذ ینزل ابن مریم من السماء فیکم وامامکم منکم “ ﴿یعنی تمہارا کیا حال ہوگا؟ جس وقت ابن مریم آسمان سے تم میں اتریں گے اور تمہارا امام تم سے ہوگا۔﴾

بزاز (بجلی آسمانی ص ۴۶) میں ہے۔ ”اخرج البزاز عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ینزل عیسیٰ بن مریم مصدقاً لمحمد وعلی ملتہ فیقتل الدجال ثم انما ھو قیام الساعۃ “ ﴿یعنی عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے۔ درحالیکہ آنحضرت ﷺ کی تصدیق کریں اور آپ کے مذہب پر ہوں گے۔ پس دجال کو قتل کریں گے۔ پھر قیامت قائم ہو جائے گی۔﴾

احمد بن علی ابو العلی (بجلی آسمانی ص ۴۷) میں ہے۔ ”عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ یدرکونہ رجال من امتی عیسیٰ بن مریم “ ﴿یعنی آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ بہت سے آدمی میری امت کے عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ پائیں گے۔﴾

بزرگان دین، علماء کرام وحیات مسیح علیہ السلام

شیخ عبدالحق محدث دہلوی (مدارج النبوۃ ج۱ ص۱۱۲) میں ہے۔ اللہ عزوجل عیسیٰ رابآسمان برداشت۔ یعنی آپ کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا۔

(اشعۃ اللمعات ج۴ ص۳۳۳) میں ہے۔ فرود آید عیسیٰ از آسمان برزمین۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر اتریں گے۔

(اشعۃ اللمعات ج۴ ص۳۷۳) میں ہے۔ بہ تحقیق ثابت شدہ است باحادیث صحیحہ کہ عیسیٰ علیہ السلام فرودی آید از آسمان برزمین وی باشد تابع دین محمد ﷺ وحکم می کند بشریعت آنحضرت ﷺ۔ یعنی صحیح حدیثوں سے البتہ ثابت ہوا کہ آپ آسمان سے زمین پر اتریں گے اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ حکم فرمائیں گے۔

(اشعۃ اللمعات ج۴ ص۳۷۳) میں ہے۔ سوگند بخدائے تعالیٰ کہ بقاء ذات من دردست قدرت اوست ہرآئینہ نزدیک است کہ فرود آید از آسمان دردین وملت شما عیسیٰ پسر مریم علیہما السلام۔ یعنی قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ ضرور بضرور عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین میں اتریں گے۔

کتاب (منہاج النبوۃ ترجمہ مدارج النبوۃ ج۱ ص۲۴۰) میں ہے۔ لیکن اٹھانا اور لے جانا عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر ہمارے پیغمبر کا شب معراج میں بالاتر اس سے اس جگہ لے گئے کہ کسی کو نہ لے گئے تھے۔ یہ حضرت شیخ کا مذہب جو لوگ ماثبت بالسنۃ وغیرہ سے شیخ صاحب کا مذہب وفات مسیح بتلاتے ہیں۔ وہ محض دھوکہ دیتے ہیں اور اپنی نافہمی سے شیخ صاحب پر افتراء باندھتے ہیں۔

شیخ شہاب الدین المعروف ابن حجر (تلخیص الحبیر ج۲ ص۲۱۹) میں ہے۔ ”واما رفع عیسیٰ فاتفق اصحاب الاخبار والتفسیر علی انہ رفع ببدنہ حیا“ ﴿یعنی اہل تفسیر اور احادیث کا اتفاق ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ اسی جسم سے اٹھائے گئے۔ کس قدر صاف تصریح ہے کہ فریقین کا اتفاق ہے کہ آپ کو بمعہ جسم زندہ اٹھایا گیا۔﴾

کیا اب بھی کوئی صاحب کہنے کا مجاز ہے کہ کوئی ضعیف حدیث بھی ایسی نہیں جس سے حیات مسیح ثابت ہو؟ سید بدرالدین علامہ عینی (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج۱۱ ص۳۷۱) میں ہے۔ ”ان عیسیٰ یقتل الدجال بعد ان ینزل من السماء“ ﴿یعنی عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتر کر دجال کو قتل کریں گے۔﴾

(عمدۃ القاری ج۷ ص۴۵۳) میں ہے۔ ''ان عیسیٰ دعا اللہ لما رای صفۃ محمد وامتہ ان یجعلہ منہم استجاب اللہ دعاہ وابقی حتیٰ ینزل فی اخر الزمان ویجدد امر الاسلام '' ﴿یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے جب کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کی امت کی انجیل وغیرہ میں صفت دیکھی تو یہ خواہش کی کہ مجھے بھی آپ کی امت بنادیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور زندہ باقی رکھا۔ یہاں تک کہ آپ اخیر زمانہ میں اتریں گے اور امر اسلام کی تجدید فرمائیں گے۔﴾

(عمدۃ القاری ج۷ ص۳۲۷) میں ہے۔ ''القول الصحیح بان عیسیٰ رفع وھو حی '' ﴿یعنی صحیح قول یہ ہے کہ آپ کو زندہ اٹھالیا گیا۔﴾

علامہ قسطلانی ارشاد الساری (شرح صحیح بخاری ج۵ ص۴۱۹) میں ہے۔ ''ینزل عیسیٰ من السماء الیٰ الارض '' ﴿یعنی آپ زمین پر آسمان سے اتریں گے۔﴾

(شرح صحیح بخاری ج۷ ص۱۱۴) میں ہے۔ ''فلما توفیتنی ای بالرفع الیٰ السماء '' ﴿یعنی جب کہ تو نے مجھے زندہ آسمان پر اٹھالیا۔﴾

حافظ شمس الدین ابن قیم (ہدایۃ الحیاری فی اجوبۃ الیہود والنصاریٰ ص۶۳) میں ہے۔ ''ان المسیح رفع وصعد الیٰ السماء '' ﴿یعنی آپ کو آسمان کی طرف اٹھالیا گیا۔﴾

(ہدایۃ الحیاری فی اجوبۃ الیہود والنصاریٰ ص۱۰۴) میں ہے۔ ''ان المسیح نازل من السماء فیکم بکتاب اللہ وسنۃ رسولہ '' ﴿یعنی آپ آسمان سے تم میں اتریں گے اور کتاب وسنت کے ساتھ حکم کریں گے۔﴾

علامہ ملا علی قاری (مرقاۃ ج۵ ص۱۶۰) میں ہے۔ ''ینزل من السماء منارۃ المسجد دمشق '' ﴿یعنی آپ آسمان سے منارہ مشرقی پر اتریں گے۔﴾

(مرقاۃ ج۵ ص۳۲۳، رسالہ مہدی ص۱۵) میں ہے۔ ''ان عیسیٰ رفع بہ الیٰ السماء '' ﴿یعنی آپ کو آسمان پر اٹھالیا گیا۔﴾

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (فتوحات مکیہ مصری ج۳ باب ۳۶۷ ص۳۴۱) حدیث معراج میں فرماتے ہیں۔ ''دخل اذا بعیسیٰ بجسدہ عینہ فانہ لم یمت الیٰ الان بل رفعہ اللہ الی ھذہ السماء '' ﴿یعنی جس وقت آپ داخل ہوئے تو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملاقات ایسی صورت میں ہوئی کہ آپ بعینہ بجسمہ موجود تھے۔ اس لئے کہ آپ ابھی تک فوت نہیں ہوئے۔ بلکہ آپ کو آسمان کی طرف اٹھالیا گیا ہے۔﴾

کتاب (خصوص الحکم معہ شرح جامی ص ۳۱۳) پر ہے۔ "وعیسیٰ علیہ السلام ثم یمیت بل رفعہ اللہ الیٰ السماء فلما توفیتنی ولما کان التوفی ظاھراً فی الامامۃ فسرہ رضی اللہ عنہ بقولہ ای رفعتنی الیل" ﴿یعنی توفی سے ہر موت معلوم ہوتی ہے اور عیسیٰ علیہ السلام ابھی تک زندہ ہیں۔ لہٰذا آپ نے رفعتنی کے ساتھ تفسیر فرمائی ہے۔ یعنی تو نے مجھے آسمان پر اٹھالیا۔﴾

(فتوحات مکیہ ج ۳ باب ۳۶۹، ص ۳۲۷، ۳۲۸) پر حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "وینزل عیسیٰ ابن مریم بالمنارۃ البیضاء بشرقی دمشق" ﴿یعنی عیسیٰ علیہ السلام منارہ شرقی دمشق پر اتریں گے۔﴾

اسی طرح (فتوحات مکیہ ج ۲ باب ۷۳ ص ۳، ج ۱ باب ۲۴ ص ۱۸۵، ج ۱ ص ۲۲۲، ج ۱ باب ۱۰ ص ۱۳۵ ص ۱۲۲، ج ۲ ص ۴۹، ج ۲ ص ۱۲۵، ج ۳ ص ۱۵۳، ۱۵۲) میں بھی حضرت مسیح بن مریم کے اترنے کا ذکر بڑی صراحت سے موجود ہے۔ یہ ہے شیخ فتوحات کا مذہب جو لوگ آپ کے متعلق خیال کرتے ہیں کہ آپ وفات مسیح کے قائل ہیں۔ وہ محض دھوکہ اور افتراء ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ (الفوز الکبیر میں) "نیز از ضلالت ایشاں یعنی نصاریٰ یکے آنست کہ جزم میکنند کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقتول شدہ است وفی الواقع واقعہ غایت اشتباہ واقع شدہ بود رفع بر آسمان راقتل گمان کردند وکابراعن اکابر ھمان غلط روایت نمود" یعنی نصاریٰ کی ایک یہ بھی جہالت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ اعتماد رکھتے ہیں کہ وہ مقتول ہوئے اور اسی غلطیات کو اپنے بڑوں سے روایت کرتے آئے۔ حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا ہے۔

(ترجمہ القرآن) میں لکھتے ہیں۔ "فلما توفیتنی" "پس ہر گاہ کہ برداشتی مرا یعنی جس وقت تو نے مجھے آسمان پر اٹھالیا۔ اس سے یہ بھی صاف ہو گیا کہ جو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے فیوض الحرمین میں اور حضرت ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی وروحی ہوا ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ آپ کا رفع روحانی ہوا۔ کیونکہ اس رفع سے رفع روحانی مراد لینا ان کے مذہب اور تصریحات کے بالکل خلاف ہے۔ جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسلوب الشھوات کرنے کے بعد زندہ اٹھالیا گیا۔ یعنی ان دونوں حضرات کا صرف اسی امر میں اختلاف ہے کہ آپ کو بلا سلب کر لینے شھوات

طعام وغیرہ کے زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا اور دیگر حضرات نے اس امر کو ملحوظ نہیں فرمایا اور بلا تفصیل ارشاد فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ اٹھالیا گیا۔

امام عبدالوہاب شعرانی (الیوقیت والجواہر ج۲ص۲۹۱) میں فرماتے ہیں۔ "والحق ان المسیح رفع بجسدہ الیٰ السماء والایمان بذالك واجب قال اللہ تعالیٰ بل رفعہ اللہ الیہ " ﴿یعنی حق یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو بجسدہ آسمان پر اٹھالیا گیا ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔﴾

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "بل رفعہ اللہ الیہ " آپ تحریر فرماتے ہیں۔ "اگر تو سوال کرے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر کیا دلیل ہے؟ تو جواب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر دلیل اللہ تعالیٰ کا قول "وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ " ہے۔ "یعنی جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے تو سب اہل کتاب آپ پر ایمان لائیں گے۔ ہاں معتزلہ، فلاسفہ، یہود، نصاریٰ نے مسیح علیہ السلام کے رفع جسمی سے انکار کیا ہے۔ صاف ہو گیا کہ جو لوگ آپ کا قول وفات مسیح علیہ السلام پر پیش کرتے ہیں۔ یا آپ کا مذہب بیان کرتے ہیں۔ محض مفتری ہیں۔ آپ تو وفات کے قائلوں کو معتزلی، فلاسفی، یہودی، نصرانی کا خطاب دے رہے ہیں۔ نہ کہ اپنا عقیدہ بیان کر رہے ہیں۔

علامہ ابوطاہر قزوینی (الیواقیت والجواہر ج۲ص۲۹۱) میں فرماتے ہیں۔ "قال ابوطاھر قزوینی فاعلم ان کیفیة رفع عیسیٰ ونزولہ وکیفیتہ مکثہ فی السماء الی ان ینزل من غیر طعام وشراب یتقاصر عن درکہ العقل "یعنی آسمان پر اٹھائے جانے اور اترنے تک آسمان پر بغیر کھانے پینے کے رہنے کی کیفیت عقل میں نہیں آسکتی۔

"قال قرطبی والصحیح ان اللہ رفع عیسیٰ من غیر موت "(تفسیر ابو مسعود ج۱ص۳۷) یعنی صحیح ہے کہ آپ کو بلا موت زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا ہے۔

یحییٰ بن اشرف محی الدین علامہ نووی "فبعث اللہ عیسیٰ بن مریم ای بدلہ من السماء حاکماً بشریعتنا " ﴿یعنی آپ کو اللہ تعالیٰ مبعوث فرمائے گا۔ یعنی آپ کو آسمان سے بدل کر ہماری شریعت کا امام حاکم بنائے گا۔﴾ (شرح مسلم ج۲ص۳۰۳)

علامہ تفتازانی شرح عقائد نسفی "یعنی آنحضرت ﷺ نے قیامت کی علامتوں میں سے دجال، دابتہ الارض، یاجوج ماجوج کا نکلنا اور عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا اور سورج کا مغرب سے طلوع کرنا بیان فرمایا ہے۔"

شیخ محمد بن احمد الاسفرائنی (انجیل لوائح الانوار البہیہ ج ۲ ص ۸۹) میں فرمایا ہے۔ ''من علامات الساعة العظيمة ان ينزل من السماء عيسىٰ بن مريم ونزوله ثابت بالكتاب والسنة والاجماع الامة'' ﴿یعنی علامات قیامت سے ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم آسمان سے اتریں گے اور آپ کا اترنا کتاب وسنت اجماع سے ثابت ہے۔﴾

حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش (کشف المحجوب ص ۵۲) پر ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرقع رکھتے تھے۔ جس کو وہ آسمان پر لے گئے۔ کس قدر واضح ہے کہ رفع جسمی ہے۔ کیونکہ گوڈری رکھنا روح کا کام نہیں۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی، حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رئیس الارواح ص ۹ پر ہے۔ محمد بن عبداللہ یعنی امام مہدی بیرون آید از شرق تا غرب عدل وی بگیرد و حضرت عیسیٰ علیہ السلام از آسمان فرود آید۔

قاضی عیاض (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۰۳) ''قال القاضی نزول عيسىٰ وقتل الدجال حق وصحيح عند اهل السنة والجماعة بالاحاديث الصحيحة'' (عون المعبود ج ۴ ص ۲۰۳) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا اور دجال کو قتل کرنا احادیث صحیحہ کی رو سے اہل سنت والجماعت کے نزدیک بالکل حق ہے۔

شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی اردو ترجمہ علامات قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کاندھوں پر تکیہ لگائے آسمان سے دمشق کی جانب مسجد کے شرقی منارہ پر رونق افروز ہوں گے۔

شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی (قرآن مجید مترجمہ صاحب ص ۱۳۸) مائدہ موضح القرآن نمبر ۲ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں۔ جب یہود میں دجال پیدا ہوگا تب اسی جہاں میں آکر اس کو ماریں گے۔

مولانا عبدالحق صاحب حقانی (عقائد الاسلام ص ۱۸۷) بوقت رات ملائکہ حضرت مسیح علیہ السلام کو آسمان پر لے گئے تھے اور آپ آسمان پر زندہ ہیں۔

نواب صدیق حسن خان (تفسیر ترجمان القرآن ج ۲ ص ۱۰۲) ''اس بات پر خبریں متفق ہیں کہ عیسیٰ نہیں مرے۔ بلکہ آسمان میں اسی حیات دنیوی پر باقی ہیں۔'' نواب قطب الدین دہلوی (مظاہر الحق ج ۴ ص ۳۲۹) جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ اس وقت ۳۳ برس کے تھے۔

ابوالحسن محمد بن حسین الاسلوی الحسنشی (رسالہ مہدی ص ۳۵، فتح الباری ج ۱۳ ص ۲۸۲) یعنی

اس بارے میں خبریں متواتر آتی ہیں کہ امام مہدی اس امت سے ہوگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس پیچھے نماز ادا فرمائیں گے۔

(مورخ ابن الاثیر تاریخ کامل ج ۱ ص ۱۰۹) "فرفع الی السماء من تلك الروزفة" یعنی آپ کو اس روشن دان سے اوپر اٹھالیا گیا۔

مورخ خادم علی فاروقی (تاریخ جدولیہ ص ۵۰۹) حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۵۶۱۷ ہبوط روم میں آسمان پر اٹھائے گئے۔

مؤرخ ابن خلدون (تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۲۰۷) میں فرماتے ہیں۔ "ان المهدی الاکبر الذی یخرج فی اٰخر الزمان وان عیسیٰ یکون صاحبه ویصلی خلفه" یعنی مہدی اکبر وہ ہیں جو کہ آخیر زمانہ میں ظہور فرمائیں گے اور عیسیٰ علیہ السلام آپ کے ساتھی ہوں گے اور آپ کے پیچھے نماز ادا فرمائیں گے۔

مؤرخ مسعودی تاریخ مروج الذہب (ابن الاثیر ج ۱ ص ۵۸) میں فرماتے ہیں۔ "رفع الله عیسیٰ وهو ابن ثلاث وثلاثین سنة" یعنی ۳۳ برس میں آپ کو اٹھالیا گیا۔

تاریخی واقعات سے بھی کس قدر ثابت ہے کہ آپ ابھی تک زندہ ہیں۔ افسوس کہ بعض صاحب اسلامی تاریخ کو جن سے روز روشن کی طرح حیات ثابت ہوتی ہے۔ چھوڑ کر غیر مذاہب کے رطب ویابس تاریخی واقعات کو وفات مسیح علیہ السلام پر بطور حجت پیش کرتے ہیں۔

ابو القاسم اندلسی (عمدۃ القاری علامہ عینی ج ۱۱ ص ۳۱۴) میں فرماتے ہیں۔ "قال ابو القاسم الاندلسی لاشك ان عیسیٰ فی السماء وهو حی" یعنی اس میں شک نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں زندہ موجود ہیں۔ حضرت مولانا جلال الدین رومی مثنوی، (مثنوی جزو اوّل ص ۷) جسم خاک از عشق برافلاک اند بایت کریمہ کہ در سورۃ النساء در شان عیسیٰ علیہ السلام "بل رفعه الله الیه" یعنی برداشت اولا بسوئے خود۔ یعنی اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا۔

مولوی اسماعیل دہلوی (تقویۃ الایمان باب ۲ ص ۱۳۱) قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے آگے یوں عرض کریں گے۔ میرے آسمان پر جانے کے بعد لوگوں نے مجھ کو اور میری ماں کو پوجا اور پرستش کی۔ جب تو نے مجھ کو اپنی طرف پھیر لیا اور میں آسمان پر آ گیا۔

علامہ مناوی مشتاق (الانوار ص ۱۰۹) "قال الامام المناوی فی جواهر العقدین وفی مسلم خروج الدجال فیبعث الله عیسیٰ فیقتله ویهلکه" یعنی دجال نکلے گا اور عیسیٰ علیہ السلام آ کر اس کو قتل کریں گے۔

علامہ نفرادی مشارق (الانوار ص۱۱۰) ''ان جبرائیل ینزل علی عیسیٰ بعد نزول عیسیٰ من السماء ''یعنی جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے تو جبرائیل آپ پر آیا کریں گے۔

علامہ زرقانی شرح مواہب الدنیہ ''فاذا نزل سیدنا عیسیٰ فانہ یحکم بشریعتنا ''یعنی پس جب کہ عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے تو ہماری شریعت کے ساتھ حکم فرمائیں گے۔

امام تورپشتی المعتمد فی المعتقد۔ بعد از ظہور دجال وفساد در زمین نزول عیسیٰ از آسمان۔ یعنی دجال کے فساد کے فرو کرنے کے لئے عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے۔

شیخ محمد اکبر صابری (اقتباس الانوار ص۷۲) در اکثر احادیث صحیح ومتواتر از حضرت رسالت پناہ ﷺ ورود یافتہ کہ مہدی از بنی فاطمہ خواہد بود وعیسیٰ باو اقتدا کردہ نماز خواہد گزارد وجمیع عارفاں صاحب تمکین برایں متفق، یعنی آنحضرت ﷺ سے روایت ہے کہ امام مہدی بنی فاطمہ سے ہوگا اور عیسیٰ علیہ السلام ان کے پیچھے نماز ادا فرمائیں گے اور تمام عارف صاحب مرتبہ لوگ اس پر متفق ہیں۔ یہ وہی صاحب ہیں جن کے متعلق مرزا قادیانی نے جھوٹ لکھ دیا کہ آپ لا مہدی الا عیسیٰ یعنی مہدی فقط عیسیٰ ہیں کے قائل ہیں اور اس کے بھی کہ عیسیٰ علیہ السلام کا روح مہدی علیہ السلام میں بروز کرے گا۔ یعنی آپ وفات عیسیٰ علیہ السلام کے معتقد ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کا مذہب وہ ہے جو بیان ہوا جس سے صاف ظاہر ہوا کہ آپ کے نزدیک مہدی اور عیسیٰ دو الگ الگ شخص ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام ابھی تک زندہ ہیں۔

علامہ دمیری (حیات الحیات ج۱ ص۴) ''ینزل عیسیٰ الی الارض وکان راسہ یقطر الماء ''یعنی آپ زمین پر اتریں گے۔ درالحالانکہ آپ کے سر سے پانی کے قطرے ٹپکتے ہوں گے۔

شیخ برکت اللہ مہاجر مکی (ازالۃ الشکوک ج۱ ص۵۲) آسمان کی طرف عیسیٰ کی روح معہ بدن اٹھائی گئی۔ کوئی فقط روح کو بغیر بدن کے نہ سمجھے۔ دیکھئے رفع روحانی کی کس قدر تردید ہے۔

آل حسن استفسار برحاشیہ (ازالہ اوہام مطبوعہ سید المطابع ص۲۵۸) عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔

رضی الدین حسن بن احسن صغانی (مشارق الانوار مصری ص۱۱۰) ''ان عیسیٰ حی فی السماء الثانیۃ لا یاکل ولا یشرب ''یعنی بلا اکل وشرب دوسرے آسمان پر عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ مولوی خرم علی جونپوری تحفۃ الاخیار ترجمہ اردو (مشارق الانوار ص۳۲۶) قیامت کے

قریب امام مہدی کے وقت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور نصرانی دین کو مٹائیں گے۔

مولوی محمد قاسم بانی مدرسہ دیوبند (ہدیۃ الشیعہ ص۲۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام حافظ انجیل باتفاق شیعہ وسنی آسمان چہارم پر زندہ ہیں۔ شیخ شرقاوی (مشارق الانوار مصری ص۱۰۷) ''قال الشیخ الشرقاوی ان عیسیٰ فینزل فی زمان المھدی بالمنارۃ البیضاء شرقی دمشق ''یعنی امام مہدی کے زمانہ میں عیسیٰ علیہ السلام دمشق کی جامع مسجد کے شرقی منارہ پر اتریں گے۔

مولوی احمد علی محدث سہانپوری (صحیح البخاری مطبع احمدی ج۲ ص۶۶۵، کتاب التفسیر حاشیہ) ''فلما توفیتنی بالرفع الیٰ السماء''

(ص۱۴۰ حاشیہ نمبر۱۰) ''لاشد ان عیسیٰ فی السماء وھو حی''

(ص۱۰۵۵ حاشیہ نمبر۷) ''ان عیسیٰ یقتل الدجال بعد ان ینزل من السماء فیحکم بشریعۃ المحمدیۃ ''یعنی آپ کو زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا اور آپ آسمان سے اتر کر دجال کو قتل کریں گے اور شریعت اسلام (محمدیہ) کے ساتھ حکم فرمائیں گے۔

مولوی محمود الحسن دیوبندی شرح (ابوداود ج۲ ص۲۴۵ حاشیہ) ''ان عیسیٰ یقتل الدجال بعد ان ینزل من السماء ''یعنی آپ آسمان سے اتر کر دجال کو قتل کریں گے۔

مولوی صدر الدین بروڈوی (عقائد الاسلام ص۱۱۰) عیسیٰ چوتھے آسمان سے اتر کر امام مہدی کی مدد کریں گے۔

مولوی نجم الغنی صاحب بریلوی (مذاہب الاسلام ص۶۵) دجال اور دابۃ الارض کا ظاہر ہونا اور یاجوج ماجوج کا خروج کرنا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مسلمانوں کی مدد کے لئے آسمان سے اترنا اور تین نفسوں کا ہونا یہ سب باتیں ہونی والی ہیں۔

مولوی وحید الزمان دکنی المتقطات علی حاشیہ (مشکوٰۃ ج۴ ص۹۹) قیامت کے قریب امام مہدی علیہ السلام کے وقت میں عیسیٰ آسمان سے اتریں گے۔

مولوی حافظ حاجی احمد حسین صاحب دکنی (مقدمہ احسن التفاسیر ج۶ ص۶، ۷) عیسیٰ کی شبیہ قتل کی گئی اور وہ زندہ ہی آسمان پر اٹھائے گئے اور قیامت کے نزدیک اتریں گے۔

علامہ کاشفی (معارج النبوۃ قلمی ورق ۵۳ ص۱) عیسیٰ را باسمان چہارم بردند کہ ''بل رفعہ اللہ الیہ ''یعنی آپ کو چوتھے آسمان پر لے گئے۔

(ورق ۲۴۱) عیسیٰ بامداد خداوند تعالیٰ بآسمان رفت۔ یعنی آپ بامداد خداوندی آسمان پر تشریف لے گئے۔

محمد بن نصیر الدین بن جعفر کتاب بحر المعانی "ینزل عیسیٰ من السماء الرابع" یعنی آپ چوتھے آسمان سے اتریں گے۔

مولوی عبد الحیٔ صاحب لکھنوی (زجر الناس ص ۸۵) "یاتی عیسیٰ بن مریم فی اخر الزمان علیٰ شریعة محمد وهو نبی" یعنی آپ شریعت اسلام پر اخیر زمانہ میں آئیں گے۔

حافظ محمد لکھنوی (احوال آخرت ص ۳۰) آسماناں تھیں۔ حضرت عیسیٰ موڑ ملکاں آوے۔ اور منارۃ شرقی مسجد جامع آن ہلاوے۔

مولوی محمد مظہر الدین صاحب (دہلوی مظہر العقائد ص ۱۶، ۲۴) عیسیٰ اخیر زمانہ میں آسمان پر زندہ اٹھالیا۔ قیامت کے نزدیک مسیح پھر اتریں گے۔

علامہ عبد الرحمٰن بن علی الربیع الشیبانی الزبیدی الشافعی۔ (تیسیر الوصول الی جامع الاصول مطبوعہ مصر ج ۴ ص ۲۱۷) کتاب القیامت فصل چہارم۔ "اخرج مسلم عن جابر عن النبی ﷺ قال فینزل عیسیٰ بن مریم فیقول امیرهم تعل صل لنا" یعنی مسیح علیہ السلام اتریں گے تو امام مہدی علیہ السلام فرمائیں گے کہ نماز پڑھائیے۔

علامہ مجد الدین فیروز آبادی (قاموس ج ۱ ص ۳۴۸) "یقتل عیسیٰ الدجال فی الشام بالمنارة البیضاء ویقتل الدجال" یعنی آپ شام میں منارہ شرقی پر اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔

قاری حافظ خلیل الرحمان صاحب سہارنپوری (قصص الکاملین ص ۴۳) عیسیٰ قریب قیامت کے آسمان سے نزول فرما کرامت حبیب خدا میں داخل ہوں گے۔

محمد بن عبد الرسول برزنجی ثم المدنی (اشراط الساعة ص ۴۸۷) "اولها خروج المهدی وانه یأتی فی اخر الزمان من ولد فاطمة یملاء الارض عدلاً کما ملئت ظلماً وانه یقاتل الروم وینزل عیسیٰ ویصلی خلفه" مختصراً یعنی پہلی علامت قیامت یہ ہے کہ اخیر زمانہ میں مہدی علیہ السلام حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے تشریف لائیں گے اور زمین کو جس طرح کہ وہ ظلم وستم سے پر ہوگی۔ عدل وانصاف سے بھر دیں گے اور آپ روم سے مقاتلہ کریں گے اور عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور امام مہدی کے پیچھے نماز ادا فرمائیں گے۔

شیخ فریدالدین عطار (مثنوی عطار ص ۲۰) عشق عیسیٰ را بگردوں میبرد۔ یافتہ ادریس جنت از صمد۔ یعنی آپ کو عشق خداوندی آسمان پر لے گیا اور ادریس علیہ السلام کو الہ العالمین سے جنت ملی۔

سید الطائفہ حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی (غنیۃ الطالبین ج ۲ ص ۴۸) ’’والتاسع رفع اللّٰہ عزوجل عیسیٰ بن مریم الیٰ السماء ‘‘یعنی آپ کو آسمان کی طرف اٹھالیا گیا۔

شرف الدین ابوعبداللہ محمد بن سعید (شرح ابن حجر علی متن فی مدح خیر البریۃ ص ۳۲) ’’ولما رفع عیسیٰ الیٰ السماء ‘‘یعنی جس وقت آپ کو آسمان کی طرف اٹھالیا۔

شیخ محمد الحفنی حاشیہ۔ ’’وحکمہ نزول عیسیٰ دون غیرہ من الانبیاء الرد علی الیھود فی زعمھم انھم قتلوہ فبین اللّٰہ کذبھم ‘‘یعنی فقط آپ کے پھر دوبارہ زمین میں آنے کی حکمت یہ ہے کہ یہود کے عقیدہ کی تردید کرنی ہے۔

خطیب شربینی (عرائس البیان ج ۱ ص ۸۴) ’’وقیل یکلم الناس فی المھدی صبیًّا وعند نزولہ من السماء کھلاً ‘‘یعنی آپ آسمان سے اترنے کے بعد بھی زمانہ کہالت میں کلام فرمائیں گے۔ جیسا کہ بچپن میں فرماتے تھے۔

علامہ فیض احمد فیضی (سواطع الالہام ص ۱۴۰) ’’وصعد روح اللّٰہ مصاعد السماء ‘‘ یعنی آپ کو آسمان پر اٹھایا گیا۔ شاہ رؤف احمد مجددی (رونی ج ۱ ص ۲۸۷) حق تعالیٰ نے عیسیٰ کو رات کے وقت آسمان پر پہنچایا تھا۔

امام نیشاپوری (تفسیر غرایب البیان ج ۶ ص ۱۹) ’’ثم تنبہ بقول وکان اللّٰہ عزیزاً حکیماً علے ان فی قدرتہ سھلاً ‘‘یعنی آپ کا اٹھانا اور زندہ آسمان پر لے جانا ہماری قدرت میں کوئی مشکل نہیں۔

مصنف عجائب (القصص ج ۲ ص ۴۸۶) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چلے گئے۔

امام ابوحیان (بحر المحیط ج ۴ ص ۶۱) ’’ان الاخبار تواترت برفع عیسیٰ حیا وانہ فی السماء حی وانہ منزل ویقتل الدجال ‘‘یعنی احادیث متواترہ سے ثابت ہوا ہے کہ آپ آسمان پر زندہ ہیں اور آپ اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔

مصنف (تفسیر النہر الماء ج ۴ ص ۶۱) ’’وتواتر الاخبار الصحیحۃ عن رسول اللّٰہ انہ فی السماء حی وانہ ینزل ویقتل الدجال ‘‘یعنی احادیث متواترہ سے ثابت ہوچکا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں اور اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔

مصنف تفسیر (خلاصہ التفاسیر ج۱ ص۴۷۳) بلکہ خدا نے اسے (عیسیٰ) کو اپنی حضوری میں بلایا اور آسمان پر اٹھالیا۔

امام ابوالحسن علی ابن احمد الواحدی (کتاب الوجیز ج۱ ص۲۲۹) ”ای قبضتنی ورفعتنی الیل الیّ السماء“ یعنی تو نے مجھے آسمان پر اٹھالیا۔ شیخ محمد نوری (مراح لبید ج۱ ص۸۳) ”قال کثیر من المتکلمین ان الیهود لما قصدوا قتله رفعه الله الیٰ السماء“ یعنی جب کہ یہود مردود نے جب آپ کے قتل کا ارادہ کیا تو آپ کو آسمان پر اٹھالیا۔

یوسف بن اسماعیل (النبهانی حجۃ اللہ علے العالمین ص۳۹۳) ”ان الله تعالیٰ رفع عیسیٰ الیٰ السماء“ یعنی آپ کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا۔

(سراج المنیر ج۱ ص۱۴۱) ”رفع عیسیٰ الیٰ السماء“ یعنی آپ کو آسمان کی طرف اٹھالیا گیا۔

(تحفۃ الباری ج۷ ص۲۰۹) ”باب نزول عیسیٰ ای من السماء الیٰ الارض“ یعنی وہ باب جس میں آپ کے زمین پہ دوبارہ اترنے کا بیان ہے۔ مصنف (نزہۃ المجالس ج۲ ص۶۸) ”رفع الله عیسیٰ الیٰ السماء“ یعنی آپ کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا۔

مصنف توضیح العقائد۔ عصر کے وقت دمشق کی جامع مسجد کے شرقی منارہ پر دو فرشتوں کے بازوں پر ہاتھ رکھے ہوئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے۔ حضرت معروف کرخی علامہ دمیری کی (کتاب حیات الحیوان ج۱ ص۳۶) ”عن ابی نعیم قال سمعت معروف کرخی یقول فاوحی الله عزوجل الیٰ جبرئیل ان ارفع عبدی الیّ“ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کو وحی کہ میرے بندے کو میری طرف اٹھا۔ شیخ محمد حبان (اسعاف الراغبین برحاشیہ مشارق الانوار مصری ص۱۲۷) ”ان عیسیٰ یقتل الدجال بباب اللد بارض فلسطین“ یعنی عیسیٰ علیہ السلام دجال کو زمین بیت المقدس میں مقام لد پر قتل کریں گے۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی نے جو لد کی تاویل لدھیانہ سے کی ہے۔ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ لدھیانہ علاقہ پنجاب میں ہے۔ نہ کہ بیت المقدس میں۔ ولی الدین تبریزی مشکوٰۃ المصابیح باب نزول مسیح علیہ السلام یعنی اس میں مسیح علیہ السلام کا اترنا بیان کیا جائے گا۔ اس باب میں بہت سی حدیثیں نقل کی ہیں جو چاہے وہاں دیکھ لے۔

انجیل اور حیات مسیح

(انجیل یوحنا ۲۸/۱۵) تم سن چکے ہو کہ میں نے تم کو کہا کہ میں جاتا ہوں اور تمہارے پاس پھر آتا ہوں۔

(انجیل متی ۲۴، ۵، ۶) اور جب وہ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا اس کے شاگردوں نے خلوت میں اس کے پاس آ کر کہا کہ یہ کب ہوگا اور تیرے آنے کا اور زمانہ کے اخیر ہونے کا۔ نشان کیا ہے تب یسوع نے جواب میں ان سے کہا۔ خبردار کوئی تمہیں گمراہ نہ کرے۔ کیونکہ بہترے میرے نام پر آئیں گے اور کہیں گے کہ میں مسیح ہوں اور بہتوں کو گمراہ کریں گے۔

آیت ان دنوں کی مصیبت کے بعد ترت سورج اندھیرا ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا اور ستارے آسمان سے گر جائیں گے اور آسمان کی قوتیں ہل جائیں گے۔ تب ابن آدم کا نشان آسمان پر ظاہر ہوگا اور اس وقت کے سارے گھرانے چھاتی پیٹیں گے اور ابن آدم (عیسیٰ) کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کی بلندیوں پر آتے دیکھیں گے۔

(انجیل برنباس ص ۹۷ آیت ۱۴) اور اس بناء پر پس مجھ کو اس بات کا یقین ہے کہ جو شخص مجھے بیچے گا وہ میرے ہی نام سے قتل کیا جائے گا۔

(آیت ۱۵) اس لئے کہ اللہ مجھ کو زمین سے اوپر اٹھائے گا اور بیون کی صورت بدل دے گا۔ یہاں تک اس کو ہر ایک یہی خیال کرے گا کہ میں ہوں۔

(آیت ۱۶) مگر مقدس رسول محمد رسول اللہ ﷺ آئے گا۔ وہ اس بدنامی کے دھبہ کو مجھ سے دور کرے گے۔

نوٹ: انجیل برنباس وہ ہے جس کا مرزا قادیانی نے بھی اعتبار کیا ہے اور بڑا معتبر گردانا ہے۔ (سرمہ چشمہ آریہ ص ۱۸۴، ۱۸۵ حاشیہ، خزائن ج ۲ ص ۲۸۷، ۲۸۸)

(انجیل مذکور فصل ۸ ص ۱۳۸) مگر اللہ مجھ کو چھڑا لے گا۔ ان کے ہاتھوں سے اور مجھے دنیا سے اٹھا لے گا۔

(فصل ۵ ص ۲۱۵) تب پاک فرشتے آئے اور یسوع کو دکھن کی طرف دکھائی دینے والی کھڑکی سے لے لیا۔ پس وہ اس کو اٹھا کر لے گئے اور اسے تیرے آسمان میں ان فرشتوں کی صحبت میں رکھ دیا جو کہ ابد تک اللہ کی تسبیح کرتے رہیں گے۔

(فصل ا ص ۲۱۶) اور یہوداور کس کے ساتھ اس کمرہ میں داخل ہوا۔ جس میں سے یسوع کو اٹھایا گیا تھا اور شاگرد سب کے سب سو رہے تھے۔ جب اللہ نے ایک عجیب کام کیا۔ پس یہودا

ہوئے اور چہرے میں بدل کر یسوع کے مشابہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ ہم لوگوں سے اعتقاد کیا کہ وہی یسوع ہے۔

(آیت ۹) اور اسی اثناء میں کہ وہ یہ بات کر رہا تھا۔ سپاہی داخل ہوئے اور انہوں نے اپنا ہاتھ یہودا پر ڈالا ہے۔ اس لئے کہ وہ ہر ایک وجہ سے یسوع کے مشابہ تھا۔

(فصل ۸۰، ص ۲۱۷) اور یہودا نے کچھ نہیں کیا۔ سوائے اس چیخ کے کہ اے اللہ تو نے مجھ کو کیوں چھوڑ دیا۔ اس لئے کہ مجرم تو بچ گیا اور میں ظلم سے مر رہا ہوں۔

(فصل ۸۱) میں سچ کہتا ہوں کہ یہودا کی آواز اور اس کا چہرہ اور اس کی صورت یسوع سے مشابہ ہونے میں اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ یسوع کے سب ہی شاگردوں اور اس پر ایمان لانے والوں نے اس کو یسوع ہی سمجھا۔

(آیت ۸۸) تب اس کو صلیب پر سے ایسے رونے دھونے کے ساتھ اتارا جس کو کوئی باور نہ کرے گا۔

(۸۹۱) اور اس کو یوسف کی نئی قبر میں ایک سو رطل خوشبو میں بسانے کے بعد دفن کر دیا۔

(فصل ۵، ص ۲۱۹) اور وہ فرشتے جو کہ مریم پر محافظ تھے۔ تیسرے آسمان کی طرف چڑھ گئے۔ جہاں کے کہ یسوع فرشتوں کے ہمراہی میں تھا اور اسی سے سب باتیں بیان کیں۔

لہذا یسوع نے اللہ سے منت کی کہ وہ اس کو اجازت دے کہ یہ اپنی ماں اور شاگردوں کو دیکھ آئے۔

تب اس وقت رحمٰن نے اپنے چاروں نزدیکی فرشتوں کو جو کہ جرائیل اور میکائیل اور رافائیل اور اوریئل ہیں۔ حکم دیا کہ یہ یسوع کو اس کی ماں کے گھر اٹھا کر لے جائیں۔

اور یہ کہ متواتر تین دن کی مدت تک وہاں اس کی نگہبانی کریں اور سوائے ان لوگوں کے جو اس کی تعلیم پر ایمان لائے ہیں اور کسی کو اسے دیکھنے نہ دیں۔

(فصل ۱۴، ص ۲۳۱) لیکن یسوع نے ان کو اٹھا کر کھڑا کیا اور یہ کہہ کر انہیں تسلی دی۔ تم ڈرو مت میں تمہارا معلم ہوں اور اس نے ان لوگوں میں سے بہتوں کو ملامت کی۔ جنہوں نے اعتقاد کیا تھا کہ وہ یسوع مر کر پھر جی اٹھا ہے۔ یہ کہتے ہوئے آیا تم مجھ کو اور اللہ دونوں کو جھوٹا سمجھتے ہو۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میں نہیں مرا ہوں۔ بلکہ یہودا خائن مرا ہے۔

پھر اس کو چاروں فرشتے ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے آسمان کی طرف اٹھا کر لے گئے۔

(انجیل لوقا باب ۲۴ آیت ۵۰ تا ۵۲) ''تب وہ (عیسیٰ علیہ السلام) انہیں وہاں سے باہر بیت عنا تک لے گیا اور اپنے ہاتھ اٹھا کر انہیں برکت دی اور ایسا ہوا کہ جب وہ انہیں برکت دے رہا تھا۔ ان سے جدا ہوا اور آسمان پر اٹھایا گیا۔'' کس قدر صاف تصریح ہے۔ رفع جسمی کی کیونکہ روح کے ہاتھ ہی کہاں ہیں کہ ان سے دعا کرے۔

(اعمال باب ۱ آیت ۹، ۱۰) اور یہ کہہ کے ان کے دیکھتے ہوئے اوپر اٹھایا گیا اور بدلی نے اسے ان کی نظروں سے چھپا لیا اور اس کے جاتے ہوئے جب وہ آسمان کی طرف تک رہے تھے۔ دو مرد سفید پوشاک پہنے ان کے پاس کھڑے تھے اور کہنے لگے کہ اے جلیل مردو! تم کیوں کھڑے آسمان کی طرف دیکھتے ہو۔ یہی جو یسوع تمہارے پاس سے آسمان کی طرف اٹھایا گیا اسی طرح جس طرح تم نے اسے آسمان پر جاتے دیکھا۔ پھر آوے گا۔

(انجیل مرقس باب ۱۶ آیت ۱۹) غرض خداوندی (عیسیٰ علیہ السلام) انہیں ایسا فرمانے کے بعد آسمان پر اٹھایا گیا۔

(انجیل لوقا باب ۲۴ آیت ۳۶) ''میرے ہاتھ پاؤں دیکھو کہ میں ہوں اور مجھے چھوؤ اور دیکھو کیونکہ روح کو ہڈی اور جسم نہیں۔ جیسا مجھ میں دیکھتے ہو اور یہ کہہ کے انہیں اپنے ہاتھ پاؤں دکھلائے۔'' کس قدر آپ خود رفع روحانی کی تردید فرما رہے ہیں کہ فقط یہی نہیں ہوا بلکہ رفع جسمی مع رفع روحانی ہوا ہے۔ مرزا قادیانی اپنی الہامی کتاب (براہین احمدیہ ص ۴۹۸، ۴۹۹، خزائن ج ۱ ص ۵۹۳) پر تحریر کرتے ہیں: ''اور جب مسیح علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائے گا۔'' یہ مضمون چونکہ الہامی ہے۔ لہٰذا بالکل صادق ہے اور اس لئے بھی سچا ہے کہ قرآن وحدیث پر اجماع کے موافق ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ آپ تو ابھی تک زندہ ہیں اور بعینہ اتریں گے۔

(براہین احمدیہ ص ۳۶۱، خزائن ج ۱ ص ۴۳۱) مصنفہ مرزا قادیانی میں ہے۔ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو انجیل کو ناقص کی ناقص چھوڑ کر آسمان پر جا بیٹھے۔'' دیکھئے کس قدر زبردست تصریح ہے کہ رفع بجسم ہوا نہ روحہ۔

حضرات ناظرین! باتمکین یہ تین سو بتیس سے زائد حوالہ جات ہیں۔ جن سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بجسمہ آسمان پر اٹھائے گئے اور اب تک وہ بلا اکل وشرب زندہ ہیں۔ وہ مقتول ومصلوب ہرگز نہیں ہوئے۔ بلکہ نہ سولی پر چڑھائے گئے اور نہ ہی کسی نے ان کو چھوا۔ آپ کا شبیہ کوئی بھی ہو مقتول ومصلوب ہوا اور بوجہ چغل خوری اور بددیانتی کے اس کو یہ سزا دی گئی

اور لوگوں نے بوجہ کمال مشابہت اور مماثلت کے اسی شبیہ کو عیسیٰ علیہ السلام خیال کیا اور عیسیٰ علیہ السلام بعینہ وبجسدہ العنصری پھر دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ دجال کو قتل کریں گے۔ امام مہدی علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ آپ کی شادی ہوگی۔ اولاد ہوگی۔ پھر وفات ہوگی اور آنحضرت ﷺ کے روضۂ اطہر میں آپ کے آغوش رحمت میں مدفون ہوں گے وغیرہ وغیرہ اور نیز ان حوالہ جات سے یہ ثابت ہوا کہ قرآن مجید اور حدیث میں مسیح علیہ السلام کی حیات کے متعلق تصریح ہے اور اسی پر اجماع قطعی اہل سنت والجماعت ہے اور یہی مذہب ہے اہل سنت والجماعت کا۔ لہٰذا مرزا قادیانی کے معیار صداقت مقرر کردہ کے مطابق کہ جو عقیدہ قرآن وحدیث سے ثابت ہوا اور اہل سنت والجماعت کا اتفاقی مسئلہ ہوا اور امور دینیہ سے اجماعی طور سے ثابت ہوا وہی حق ہے۔ خلاف اس کے سراسر گمراہی اور بدامنی ہے اور کفر کو اختیار کرتا ہے۔

ایام الصلح، تحفہ گولڑویہ، آئینہ احمدیت وغیرہ، (توضیح المرام ص ۳، خزائن ج ۳ ص ۵۲) بائبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابوں کی رو سے جن نبیوں کا اسی وجود عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے۔ وہ دو ہی ہیں۔ ایک یوحنا جس کا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے اور دوسرا مسیح بن مریم۔ جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں۔ چاہئے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی حیات جسدی وبدنی کا اقرار کیا جائے اور یہی عقیدہ رکھا جائے۔ کیونکہ قرآن وحدیث اجماع وغیرہ سے یہی عقیدہ ثابت ہے۔ پس مرزا قادیانی اور آپ کے جملہ معتقدین مرزا قادیانی کے اپنے معیار مقرر کردہ ہی کے لحاظ سے اہل سنت سے خارج ہیں اور صراط مستقیم سے الگ اور یقیناً باطل پر ہیں۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

مرزا قادیانی کی مختصر سوانح حیات

برادران اسلام! حدیث میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد تقریباً تیس دجال کذاب پیدا ہوں گے۔ جن میں سے ہر ایک کا یہی دعویٰ ہوگا کہ میں نبی ہوں۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ (مسلم، ترمذی، ابوداؤد)

اس حدیث پاک کی رو سے متعدد دجال پیدا ہو چکے ہیں اور اسی سلسلہ کا ایک شخص ہمارے زمانہ میں سرزمین پنجاب سے پیدا ہوا۔ جس کو لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کہا کرتے تھے۔ پنجاب ضلع گورداسپور سے متعلق ایک چھوٹا سا قصبہ کادیان ہے۔ امرتسر سے شمال مشرق کو جو ریلوے لائن جاتی ہے۔ اس میں ایک بڑا اسٹیشن بٹالہ ہے جو کہ پرانا مشہور قصبہ ہے۔ بٹالہ سے

گیارہ میل پر موضع قادیان واقعہ ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی اس موضع قادیان کے رہنے والے تھے۔ جس کو انہوں نے مل ملا کر قادیان سے مشہور کر دیا۔ صحیح نام کادیان ہی ہے۔ اہل پنجاب اب بھی اس کو کادیان ہی کہتے ہیں۔ پنجابی میں کادی کیوڑہ کو کہتے ہیں۔ اس میں بھی کیوڑہ فروش رہا کرتے تھے۔ لہٰذا کادیان نام پڑ گیا۔ مرزا قادیانی نے زر کثیر صرف فرما کر اس کو سرکاری کاغذات میں قادیان لکھوایا اور کہا کہ اصل لفظ قادیان تھا۔ کثرت تلفظ سے اس قدر تغیر رونما ہو گیا ہے۔ حالانکہ یہ سب غلط فاحش ہے...... مرزا قادیانی ۱۲۶۱ھ کے مطابق ۱۸۴۵ء میں پیدا ہوئے اور چوبیس ربیع الثانی ۱۳۲۰ھ مطابق ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء میں مر گئے۔ مرزا قادیانی کے والد مرزا غلام مرتضیٰ قادیانی طب کا پیشہ معمولی طور پر رکھتے تھے اور مختصر سی زمینداری بھی تھی۔ مرزا قادیانی نے ابتداء عمر میں کچھ فارسی اور عربی پڑھی۔ ابھی درسی کتابیں ختم نہ ہونے پائی تھیں کہ فکر معاش لاحق ہوئی اور اس قدر پریشان ہوئے کہ تحصیل علم چھوڑ کر نوکری کی تلاش کی اور ابتدائی زمانہ نہایت ہی گمنامی اور عسرت میں گذرا۔ جیسا کہ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب (البریہ ص۱۴۴ تا ۱۷۷، خزائن ج ۱۳ ص۱۶۲ تا ۱۹۵) میں بڑی تفصیل سے اپنی مفلسی وتنگ دستی کو بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ میرے باپ دادا بھی انہی سختیوں میں مر گئے۔ المختصر کہ مرزا قادیانی سب سرگرانی اور پریشانی کے بعد بمشکل سیالکوٹ کی کچہری میں پندرہ روپیہ ماہوار پر ملازم ہوئے۔ مگر اس قلیل رقم کے ساتھ فراغت کے ساتھ بودوباش مشکل تھی۔ لہٰذا سوچا کہ مختاری کا قانون پاس کر کے مختاری شروع کر دی جائے۔ چنانچہ بڑی محنت سے قانون شروع کیا۔ مگر قسمت میں لکھا پیش آیا۔ امتحان دیا تو ڈبل فیل ہوئے۔ لیکن آدمی چونکہ چلتے پھرتے تھے۔ اپنی معاش کی وسعت اور فراخی کے لئے ایک اور راستہ تلاش کیا۔ اشتہار اور تالیف وتصنیف کے ذریعے سے شہرت حاصل کرنے کے درپے ہوئے۔ سب سے پہلے آریوں سے منہ لگایا اور بڑے زور وشور اور آب وتاب سے اشتہار نکالے اور اسی کی وجہ سے مسلمانوں سے ہزاروں روپوں کا چندہ ہضم کر گئے اور یہ کہہ کر کہ میں مسلمانوں کی طرف سے آریہ مذہب کا مقابلہ کر رہا ہوں۔ خوب روپیہ بٹورا اور غالباً اسی وقت سے مرزا قادیانی کے دماغ میں یہ بات جگہ کر گئی تھی کہ تدریجاً مجددیت، مسیحیت، نبوت ورسالت مہدیت وغیرہ کے دعویٰ کرنے چاہئیں۔ اگر یہ چال پورے طریقے سے چل گیا تو پھر کیا ہے۔ ایک بڑی سلطنت کا لطف آجائے گا اور اگر نہ چلا تو اب کون سی عزت ہے۔ جس کے جانے کا خوف وہراس ہو۔

چنانچہ ابتدائی زمانہ میں کچھ دنوں سر سید احمد خان علی گڑھ سے بھی ملاقات کا اتفاق ہوا اور وہ چونکہ ایک صوفی منش ایک نئی روشنی کا آدمی تھا۔ اس کے روشنی آمیز خیالات نے مرزا قادیانی

کے مجوزہ پروگرام کو اور بھی آسان کر دیا۔ سر سید احمد نے اسی زمانہ میں ایک نیا مسئلہ اختراع کیا ہوا تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ اب تک وہ ہرگز زندہ نہیں رہ سکتے۔ اتنی مدت تک انسان کیسے زندہ رہ سکتا ہے۔ پس مرزا قادیانی نے اپنے مزعومی مراتب اور دعاوی کے لئے اسی مسئلہ سے آغاز مناسب تصور کیا اور فوراً اعلان کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک ہرگز زندہ نہیں ہیں۔ وہ فوت ہو گئے ہیں۔ کسی آیت اور حدیث سے ان کی زندگی ثابت نہیں ہوتی۔ بڑے بڑے اشتہار دیئے۔ علاوہ اپنے خانہ زاد الہاموں کے کئی آیات اور احادیث نبویہ ﷺ کو بھی دوراز کار تاویلات کر کے اپنے استدلال میں پیش کیا۔ چنانچہ بہت جگہ مناظرہ بھی کیا۔ مگر کمال یہ کہ جہاں بھی مناظرہ کیا غیر معمولی زق اٹھائی۔ چونکہ یہ مسئلہ انگریزی دانوں کے مذاق کے مطابق تھا۔ لہٰذا اس طبقہ نے مرزا قادیانی کی طرف توجہ کی اور مرزا قادیانی کا مقصود بھی یہی تھا کہ ایسے طبقہ کو اپنی طرف مبذول کیا جائے۔ تاکہ پیسے تو آئیں۔ پس اس موقع کو مرزا قادیانی نے غنیمت خیال کرتے ہوئے اپنے آپ کو پہلے ایک روشن ضمیر صوفی ظاہر کیا اور خفیہ طور پر دلال مقرر کئے کہ لوگوں کو ترغیب دے کر مرزا قادیانی کا مرید بنائیں۔ جب دیکھا کہ چند لوگ مرید ہو گئے ہیں تو مجدد ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ پھر مثیل مسیح ہونے کا پھر مہدی ہونے کا پھر مریم۔ پھر ابن مریم پھر ختم نبوت کا انکار کیا اور جھٹ اپنے نبی، رسول، صاحب وحی، صاحب شریعت ہونے کا اعلان کر دیا اور اپنے آپ کو جملہ انبیاء علیہم السلام سے اعلیٰ و افضل قرار دیا اور آخر کار کرشن ہونے کا بھی شرف حاصل کر لیا۔ ان مختلف دعووں میں مرزا قادیانی نے عجیب وغریب رنگ بدلے کہ کبھی یہ کہا کہ میں نہ نبی ہوں نہ رسول، نبوت آنحضرت ﷺ پر ختم ہو چکی ہے اور کبھی یہ بھی کہا میں نبی ہوں۔ رسول ہوں۔ صاحب شریعت ہوں۔ سب رسولوں سے افضل ہوں۔ حتیٰ کہ جو مجھے نہ مانے وہ کافر مرتد ہے۔ الغرض مرزا قادیانی نے خوب مقام پیدا کیا اور خوب عیش کیا اور نہایت ہی مرغن غذائیں کھائیں۔ عمدہ اور نفیس لباس پہنے۔ جو ان کے باپ دادا کو نصیب نہ ہوئے تھے اور اپنی اولاد کو بھی خوب عیش وعشرت وسرور سے مالا مال کیا کہ ان سے ہر ایک فرد دعویٰ نبوت کی استعداد رکھنے لگا۔ آخر الامر مرزا قادیانی اس باغ وبہار کو چھوڑ کر دار الجزاء میں چل بسے۔ مرزا قادیانی کے بعد ان کے دوست حکیم نور الدین خلیفہ ہوئے اور وہ بھی اپنے عیش وعشرت میں سرشار ہو کر چل بسے۔ اب آج کل ان کے خلیفہ دوم ان کے فرزند ارجمند مرزا محمود بیگ صاحب ہیں۔ خلیفہ دوم ہیں۔ مرزا قادیانی کے متبعین میں باہمی افتراق پڑ گیا ہے۔ نتیجہ یہ کہ اس وقت مرزائی جماعت گروہوں میں بٹ گئی۔

۱...... لاہوری پارٹی جس کے امام مسٹر محمد علی صاحب اور رکن اعظم کمال الدین صاحب ہیں۔

۲...... محمودی پارٹی جس کے امام مرزا محمود قادیانی ہیں۔

۳...... ظہیری پارٹی جس کا پیشوا ظہیر الدین اروپی ساکن گوجرانوالہ ہے۔

۴...... تماپور پارٹی کا گرو عبداللہ تمارپوری ہے۔

۵...... سمبھڑالی پارٹی جس کا مقتداء محمد سعید ہے۔ سمبھڑیال ایک قصبہ وزیر آباد جو علاقہ پنجاب کے پاس ہے۔ یہ شخص وہاں کا باشندہ ہے۔ قادیانی پارٹی اور لاہوری پارٹی میں بظاہر ایک حد تک اختلاف ضرور ہے۔ جس کی بنا یوں پڑی کہ مسٹر محمد علی حکیم نورالدین کے بعد چاہتے تھے کہ میں خلیفہ ہوں۔ مگر خلیفہ محمود کے سامنے ان کی ایک نہ چلی۔ لہٰذا دونوں ان بن ہوگئی۔ لیکن حقیقت میں دونوں پارٹیوں کا کوئی اختلاف نہیں۔ دونوں کے عقائد متحد اور مشترک ہیں۔ یہ بناوٹی شکل جو بھی ہے۔ وہ یہ ہے کہ لاہوری پارٹی مرزا قادیانی کو مقتدا و پیشوا مسیح موعود مجدد اور مہدی وغیرہ مانتی ہے اور ان کی نبوت سے متعلق یہ عقیدہ ظاہر کرتی ہے کہ ظل و بروزی نبی تھے۔ حقیقی نبی نہ تھے اور مرزا قادیانی نے جن لفظوں میں دعوئ نبوت کیا۔ ان کی دور از کار تاویلات کرتے ہوئے حقیقت حال پر پردہ ڈالتی ہے اور محمودی پارٹی کہتی ہے کہ مرزا قادیانی حقیقی نبی تھے۔ جیسے کہ دوسرے نبی تھے اور اس کو نبی نہ ماننے والا قطعی کافر اور جہنمی ہے۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کا منکر جہنمی اور کافر ہے اور مرزا قادیانی کے کسی لفظ کی جن سے دعوئ نبوت ثابت ہوتا ہے۔ تاویل نہیں کرتی اور ان کی نبوت کو چھپانا پسند نہیں کرتی۔ بلکہ ختم نبوت کا انکار کرتی ہے۔ لاہوری پارٹی دراصل بڑی منافقت سے کام لے رہی ہے۔ کیونکہ جب اس نے دیکھا کہ مسلمان دعوی نبوت سے کلی نفرت کرتے ہیں اور ہرگز نہیں مانتے تو جھٹ اپنا تیور بدلا اور کہہ دیا کہ ہم لوگ مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتے اور نہ ہی اس کے نہ ماننے والے کو کافر خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ اس پالیسی سے انہوں نے بہت کچھ فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں کا لاکھوں روپیہ اسی بہانہ سے گڑپ کر گئے۔ بلکہ ان کی دولت ایقان و سرمایہ ایمان کو چٹ کر گئے اور محمودی پارٹی اس کی پرواہ نہیں کرتی۔ کیونکہ اس کے امام محمود صاحب کو اپنے باپ کے ترکہ اور وراثت نے پورے طور پر بے نیاز کر دیا ہے۔ وہ دیکھتی ہے کہ مرزا قادیانی کا دعوئ نبوت کسی تاویل سے چھپ نہیں سکتا۔ لاہوری

محمودی چونکہ بڑی پارٹیاں ہیں۔ لہٰذا یہاں ان کا رد کیا جاتا ہے اور تفصیل سے واضح کر دیا جاتا ہے۔ دونوں پارٹیاں بوجہ عقائد فاسدہ کے اسلام سے خارج ہیں۔ باقی تین پارٹیاں گو ان دو کے باطل ہونے سے وہ بھی باطل ہو جاتی ہیں۔ مگر تاہم مختصر طور پر ان کی اجمالی حقیقت پر اظہار خیال کیا جاتا ہے۔ ظہیری پارٹی مرزا قادیانی کو نبی اور رسول سے بالاتر خدا کا مظہر قرار دیتی ہے۔ اس اعتقاد کے ثبوت میں مرزا قادیانی کے وہ کلمات پیش کرتی ہے۔ جن میں الوہیت کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ اس کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ ظہیر الدین اروپی جو اس فرقہ کا امام ہے۔ وہ یوسف ہے۔ مرزا قادیانی نے ایک پیش گوئی یہ بھی کی تھی کہ میرے بعد یوسف آئے گا۔ پس اسے ہی سمجھ لو کہ خدا ہی اترا ہے۔ ظہیر الدین کہتا ہے کہ وہ یوسف میں ہوں اور میں بھی خدا کا مظہر ہوں۔ اس پارٹی کا یہ بھی خیال ہے کہ نماز قادیان کی طرف منہ کر کے پڑھنا چاہئے۔ قادیان مکہ ہے۔ وہاں خدا کے ایک رسول نے جنم لیا تھا۔ تیاپوری پارٹی بھی مرزا قادیانی کو نبی ورسول مانتی ہے۔ مگر اس کا پیشوا عبداللہ تیاپوری ہے جو مرزا قادیانی سے سبقت لے گیا۔ وہ کہتا ہے کہ خود اپنے بازو سے الہام ہوتا ہے۔ اس شخص نے اپنی (تفسیر) کتاب تفسیر آسمانی میں حضرت آدم علیہ السلام کو حضرت حوا علیہا السلام کے ساتھ خلاف فطرت فعل سے ملعوث ہونے کا الزام لگایا ہے۔ سمبڑیالی پارٹی سب سے آگے بڑھ گئی۔ محمد سعید جو اس کا پیشوا ہے وہ کہتا ہے خدا نے مجھے قمر الانبیاء فرمایا اور کہتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نئی شریعت ملی تھی۔ وہ شریعت محمدیہ کی اصلاح کے لئے بھیجے گئے تھے۔ مگر اس کا موقعہ پورے طور پر ان کو نہ ملا۔ یہ شخص جو اصلاحات شریعت محمدیہ کی اب تک پیش کر چکا ہے۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔ شراب حلال ہے۔ اپنی رشتہ داری میں مثلاً خالہ، پھوپھی، چچی، ماموں کی لڑکی سے نکاح حرام ہے۔ ختنہ حرام ہے۔ (استغفر اللہ) یہ پانچوں پارٹیاں آپس میں اس قدر اختلاف کرتی ہیں کہ ایک دوسرے کو کافر کہتی ہیں۔ مگر دین اسلام کے تباہ کرنے اور مسلمانوں کے ٹوٹنے کی سعی کر رہی ہیں۔ سب کی یہ اتفاقی کوشش ہے کہ کسی نہ کسی طرح آنحضرت ﷺ کے سایہ رحمت سے نکال کر مرزا قادیانی کی امت بنایا جائے۔ اللہ سب کو محفوظ رکھے۔

تنبیہ: مسلمانو! یاد رکھنا چاہئے کہ مرزائیوں کی بالخصوص لاہوری ومحمودی پارٹی کی یہ خواہش ہے کہ ہم کو احمدی پکارا جائے۔ مگر ان کی اس خواہش کو ہرگز نہ پورا کیا جائے۔ کیونکہ ان کو

احمدی کہا جائے تو ایک تو یہ اشتباہ ہوگا کہ یہ لوگ آنحضرت ﷺ کے فرمانبردار ہیں۔ حالانکہ یہ سب کے سب مخرب اسلام ہیں۔ دوسرا اس لئے کہ کئی برس سے احمدی حضرت امام ربانی مجددی الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقیؒ کے متبعین کے نام کے ساتھ ہو رہا ہے۔ لہٰذا ان کو جب پکارا جائے تو مرزائی، کادیانی، غلمدی وغیرہ نام سے پکارا جائے۔ تاکہ کسی طرح کا اشتباہ واقع نہ ہو۔

توہین الوہیت

حقیقت الوحی پر ہے۔ ”انما امرك اذا اردت شیئاً ان تقول له کن فیکون “یعنی خدا نے کہا اے مرزا تیری یہ شان ہے کہ جب تو کسی چیز کو کہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ (حقیقت الوحی ص [illegible]۱، خزائن ج ۲۲ ص ۱۰۸)

”انت منی بمنزلة ولدی “یعنی اللہ نے فرمایا کہ اے مرزا تو میرے بیٹے کے برابر ہے۔ (حقیقت الوحی ص ۸۶، خزائن ج ۲۲ ص ۸۹)

(آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶۴، ۵۶۵، خزائن ج ۵ ص ایضاً) میں ہے۔ ”رایتنی فی المنام عین اللہ وتیقنت اننی هو فخلقت السموات والارض وقلت انا زینا السماء الدنیا بمصابیح “یعنی میں نے خواب میں دیکھا کہ میں بعینہ اللہ ہوں اور میں نے یقین کیا کہ میں ہی خدا ہوں۔ پھر میں نے آسمانوں کو اور زمینوں کو پیدا کیا اور میں نے کہا ہم نے، دنیا کو چراغوں سے زینت دی ہے۔ میں نماز پڑھوں گا اور روزہ رکھوں گا اور میں جاگتا اور سوتا ہوں۔

(البشریٰ ج ۲ ص ۷۹)

”یعدو لا یوفی “یعنی اللہ تعالیٰ وعدہ کرتا ہے اور بعض وقت اسے پورا نہیں کرتا۔ یہ قول خلیفہ اوّل حکیم نور الدین کا بہت مشہور ہے۔ دیکھو ریویو بابت ماہ مئی، جون ۱۹۰۸ء (بظاہر گو یہ قول نور الدین کا ہے۔ لیکن درحقیقت تعلیم ان کے مسیح موعود کی ہے) ”او عطیت صفة الافناء والاحیاء “مجھ کو مارنے اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی ہے۔ (خطبہ الہامیہ ص ۲۳، خزائن ج ۱۶ ص ۵۵) ایک دفعہ تمثیلی طور پر مجھے خدا تعالیٰ کی زیارت ہوئی۔ (حقیقت الوحی ص ۲۵۵، خزائن ج ۲۲ ص ۲۶۷) خدا کی تصویر بھی کھنچ سکتی ہے۔ (حقیقت الوحی ص ۲۵، خزائن ج ۲۲ ص ۲۷) مرزا قادیانی ایک خاص مرید میاں یار محمد صاحب بی اے ایل ایل بی۔ پلیڈر نے اپنے ٹریکٹ موسومہ اسلامی قربانی مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر ص ۱۲) پر لکھا ہے۔ جیسے مسیح علیہ السلام (مرزا قادیانی) نے ایک موقعہ پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا تھا۔

ناظرین! یہ حوالہ جات پڑھیں اور کسی نتیجہ تک ازخود پہنچیں اور اندازہ لگائیں کہ کیا یہ مسلمان کی شان ہوسکتی ہے؟ اور مرزا قادیانی نے خدائی قدرت کے تاثرات زمین وآسمان وغیرہ جو بنائے ہیں کہاں ہیں؟

آنحضرت ﷺ کا بارگاہ رب العزت میں مقام

حضرات باتمکین! جناب تاجدار مدینہ سردار امجد، بدر ابہر، نور مجسم، فیض مقسم، فخر موجودات، مفتخر کائنات، حبیب الہ الکائنین، رحمت اللعالمین، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ ﷺ کو اس مالک کون ومکان، رب السماء والارض، منعم حقیقی، خالق تحقیقی، منبع عالم، مصدر خاتم جل جلالہ وعم نوالہ نے اپنے فضل جسیم وکرم عمیم سے بقعۂ عدم سے منصۂ ظہور میں جلوہ افروز فرمایا۔ وہ جو کسی نے پایا اسی در سے ہوکر پایا۔ جو ادھر سے محروم رہا۔ اس نے درحقیقت کچھ نہ پایا۔ جو کچھ بنایا آپ کے لئے بنایا۔ جو منظور خاطر آنحضور تھا۔ وہی پایا جملہ انبیاء علیہم السلام کا سردار بنایا اور ان کے واجب الوقار ہونے کا حکم سنایا۔ اس کی اطاعت کو اپنی اطاعت، اس کی محبت کو اپنی محبت، بلکہ ایمان آپ کی محبت کا نام بتایا۔ آپ کے قول وفعل کو ضروری اور واجب العمل اور اسوۂ حسنہ قرار دیا۔ آپ کے وطیرہ وطریقہ کو معیار ایمان وعلامت صداقت ایقان سنایا۔ آپ کی حرکت ونشست سیرت وخصلت کی اتباع کو موجب فلاح وخلاصی بتایا۔ آپ کے مخالف ومعاند کو مرتد، لعین، کافر، بے دین، ابوجہل، ابولہب کی مثل بنایا اور دوزخی قطعی ناری بنایا اور ابدی جہنمی قرار پایا۔ مگر مرزائی صاحبوں کے گھروں کے نبی ورسول ہیں۔ جو کچھ منہ میں آتا ہے کہتے چلے جارہے ہیں۔ نہ خوف خدا نہ شرم رسول مشہور ہے کہ بے حیا باش ہرچہ خواہی کن۔

اور تعجب یہ ہے کہ ساتھ ہی اپنے کو آنحضرت ﷺ کا متبع، فدائی، امتی، آپ کے جملہ کمالات کا مظہر بھی کہے جاتے ہیں۔ ناظرین کے لئے چند ایک حوالہ جات پیش کئے جاتے ہیں۔ تاکہ دیکھیں اور اندازہ لگائیں۔ خیال فرمائیں کہ کیا ایسا آدمی مسلمان بھی ہوسکتا ہے؟ مزید برآں یہ کہ اس کو نبی ورسول مجدد، ومحدث امام الزمان مہدی وموعود وغیرہ کہا جائے؟

انبیاء علیہم السلام کا دربار الٰہی میں مقام

ناظرین کرام! کون اس سے ناواقف ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا وجود پاک عالم کے لئے سراسر رحمت ہوا کرتا ہے۔ ان کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی حاجات کو پورا فرماتا ہے۔

تکالیف کو دور کرتا ہے۔ دربار الٰہی سے انہیں ایک خاص اعزاز حاصل ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے تمام مخلوقات پر ایک خصوصی امتیاز حاصل ہوتا ہے۔ ان کی اطاعت مخلوق پر فرض اور ان کی فرمانبرداری خدا کی اطاعت ہوتی ہے۔ ان کے مخالف اور معاند کو سخت ترین عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔ ان کو قطعی جہنمی ناری قرار دیتا ہے۔ جس نے ان میں ذرا تفریق کی کسی کو مانا اور کسی کو ترک کر دیا۔ اس کو لعین، مرتد، مردود، لعنتی قرار دیتا ہے۔

قرآن میں فرماتا ہے۔ ''کل امن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ لا نفرق بین احد منھم '' یعنی تمام لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو اس طرح مانتے ہیں کہ کسی میں فرق نہیں کرتے۔ چنانچہ جب سمجھ والا ہوتا ہے تو اس کو یہی مضمون سکھایا جاتا ہے۔ صفت ایمان رٹائی جاتی ہے کہ اس کی قوت ایمانی مستحکم ہو جائے اور تا کہ کسی فریبی کے دام تزویر میں آ کر اپنے ایمان کو کمزور نہ کر دے۔ بہر صورت انبیاء کرام علیہم السلام کی بارگاہ رب العزت میں بے پناہ عزت ہے۔ احترام ہے۔ اعزاز ہے۔ مگر مرزائیوں کے مایۂ ناز نبی مرزا قادیانی ہیں کہ کسی کی بھی پرواہ نہیں کرتے اور ایمان سے علیحدہ ہو کر وہ کہے جا رہے ہیں جو کہ مسلمان کی شان سے بعید ہے۔

جملہ انبیاء علیہم السلام کی توہین

(حقیقت الوحی ص ۸۹ ج ۲۲ ص ۹۲) پر ہے۔ تمام دنیا میں کئی تخت اترے۔ پر میرا تخت (یعنی مرزا قادیانی کا) سب سے اونچا بچھایا گیا ہے۔ (استفتاء ص ۸۷، خزائن ج ۲۲ ص ۸۱۵) پر ہے۔ ''اتانی مالم یؤت احداً من العلمین '' یعنی خدا نے جو مجھے دیا سارے جہاں میں سے کسی کو نہیں دیا۔

(تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۳۶، خزائن ج ۲۲ ص ۵۷۴) پر ہے۔ '' بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرا جواب یہ ہے کہ اس نے میرا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے اس قدر معجزات دکھائے ہیں کہ بہت ہی کم نبی آئے ہیں۔ جنھوں نے اس قدر معجزات دکھائے ہوں۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس نے اس قدر معجزات کا دریا رواں کر دیا کہ باستثناء ہمارے نبی ﷺ کے باقی انبیاء علیہم السلام میں ان کا ثبوت اس کثرت کے ساتھ قطعی اور یقینی طور پر محال ہے۔'' (اعجاز احمدی ص ۲۴، خزائن ج ۱۹ ص ۱۳۳) کوئی نبی نہیں جس نے کبھی نہ کبھی اپنے اجتہاد میں غلطی نہ کھائی ہو۔ (اربعین نمبر ۲ ص ۲۲، خزائن ج ۱۷ ص ۳۷۹) جس شخص کو مسیح موعود کر کے بیان فرمایا گیا ہے۔ وہ کچھ معمولی آدمی نہیں ہے۔ بلکہ خدا کی

کتابوں میں اس کی عزت انبیاء علیہم السلام کے ہم پہلو رکھی گئی ہے۔ ”تیرا قدم ایک ایسے منارہ پر ہے۔ جس پر ہر ایک بلندی ختم ہوگئی۔“ (خطبہ الہامیہ ص ۳۵، خزائن ج ۱۶ ص ۷۰)

انبیاء اگرچہ بودہ اند بسے من بعرفان نہ کمترم زکسے۔ نبی اگرچہ بہت ہو چکے ہیں۔ لیکن معرفت الٰہی میں کسی سے میں کم نہیں ہوں۔ (نزول المسیح ص ۹۹، خزائن ج ۱۸ ص ۴۷۷)

زندہ شد ہر نبی بآمدنم
ہر رسولے نہاں بہ پیراہنم

(نزول المسیح ص ۱۰۰، خزائن ج ۱۸ ص ۴۷۷)

ہر نبی میرے آنے سے زندہ ہوا اور ہر ایک نبی میرے پیراہن میں چھپا ہوا ہے۔

آنچہ دادہ است ہر نبی راجام
داد آں جام را مرا بتمام

(نزول المسیح ص ۱۰۰، خزائن ج ۱۸ ص ۴۷۷)

ضرورت امام

(ازالہ اوہام ص ۴۳۷، خزائن ج ۳ ص ۳۲۷) پر مرزا قادیانی فرماتے ہیں۔ ”علامت امام ان کی تقریر و تحریر میں اللہ جل شانہ ایک تاثیر رکھ دیتا ہے جو علماء ظاہری کی تحریروں اور تقریروں سے نرالی ہوتی ہے اور اس میں ایک ہیبت اور عظمت پائی جاتی ہے اور بشرطیکہ حجاب نہ ہو دلوں کو پکڑ لیتی ہے۔“

(ازالہ اوہام ص ۴۴۲، خزائن ج ۳ ص ۳۳۴، ۳۳۵) پر لکھتے ہیں۔ ”بلاشبہ میں اقرار کرتا ہوں کہ میری کلام سے مردے زندہ نہ ہوں اور اندھے آنکھیں نہ لیں اور مجذوم صاف نہ ہوں تو میں خداتعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا۔“

(ازالہ اوہام ص ۴۴۵، خزائن ج ۳ ص ۳۳۶، علامت ۱۰) ”ان کی اخلاقی حالت سب سے اعلیٰ درجہ کی کی جاتی ہے۔ جس سے تکبر نخوت اور کمینگی خود پسندی ریاکاری حسد، بخل اور تنگدلی اور تنگدستی سب کی دوا کی جاتی ہے۔“

”اس کی قوت اخلاق چونکہ ان کو طرح طرح کے اوباشوں اور سفلوں اور بدزبان لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ اس لئے ان میں اعلیٰ درجہ کی اخلاقی قوت کا ہونا ضروری ہے۔ تاکہ ان میں طیش نفس اور مجنونانہ جوش پیدا نہ ہو اور لوگ ان کے فیض سے محروم نہ رہیں۔ یہ نہایت قابل

شرم بات ہے کہ ایک شخص خدا کا دوست کہلا کر پھر بداخلاقی میں گرفتار ہو اور درشت بات کا ذرہ بھی متحمل نہ ہو سکے اور جو امام زمان کہلا کر ایسی کچی طبیعت کا آدمی ہو کہ ادنیٰ ادنیٰ بات میں جھاگ لائے۔ آنکھیں نیلی پیلی ہوں۔ وہ کسی طرح امام زمان نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس آیت ''انك لعلیٰ خلق عظیم'' کا پورے طور پر صادق آ جانا ضروری ہے۔''

مرزا قادیانی نے اپنی تعریف یوں کی ہے

(ضرورت امام ص۲۴، خزائن ج۱۳ ص۴۹۵) پر لکھتے ہیں۔ ''امام الزمان میں ہوں اور یاد رہے کہ امام الزمان کے لفظ میں نبی و رسول و محدث مجددیت سب داخل ہیں۔ مجھ میں خدا تعالیٰ نے وہ علامتیں اور شرطیں جمع کی ہیں۔''

(اربعین نمبر۲ ص۸، خزائن ج۱۷ ص۳۵۵) ''خلقت لك ليلاً ونهاراً اعمل ماشئت فانی فدغفرت لك '' (ص۲۰، خزائن ج۱۷ ص۳۶۸) پر یوں ہے۔ تیرے لئے میں نے دن رات کو پیدا کیا تو جو چاہے کہہ کہ تو مغفور ہے۔

(اربعین ص۲۲۰، خزائن ج۱۷ ص۳۶۹) میں ہے۔ جس انسان کو مسیح موعود کر کے بیان فرمایا گیا ہے۔ وہ کچھ معمولی آدمی نہیں ہے۔ بلکہ خدا کی کتابوں میں اس کی عزت انبیاء علیہم السلام کے ہم پہلو رکھی گئی ہے۔

(اربعین نمبر۳ ص۲۲، خزائن ج۱۷ ص۴۰۹) سو اس امت میں وہ ایک شخص میں ہی ہوں۔ جس کو اپنے نبی کریم کے نمونہ پر وحی اللہ پانے میں تیس برس کی مدت دی گئی ہے اور تیس برس یہ سلسلہ وحی کا جاری رکھا گیا ہے۔ جس طرح آنحضرت ﷺ کی وحی تھی۔ اسی طرح میری وحی ہے۔'' (نمونہ کا لفظ ملحوظ ہو کہ نہ صرف بڑائی بلکہ نبوت کا دعویٰ صریح ہے)

مرزا قادیانی کا وجود کیا ثابت ہوا؟

(دافع البلاء ص۷، خزائن ج۱۸ ص۲۲۷) پر ہے۔ ''خدا ایسا نہیں کہ قادیان کے لوگوں کو عذاب دے۔ حالانکہ تو ان میں رہتا ہے۔ وہ اس گاؤں کو طاعون کی دست و برد و تباہی سے بچائے گا۔ اگر تیرا پاس مجھے نہ ہوتا اور اکرام مدنظر نہ ہوتا تو میں اس گاؤں کو ہلاک کر دیتا۔ میں رحمٰن ہوں جو دکھ کو دور کرنے والا ہوں۔ میرے رسولوں کے میرے پاس کچھ خوف اور غم نہیں۔ میں نگاہ رکھنے والا ہوں۔ میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا اور اس کو ملامت کروں گا۔ جو میرے رسول کو ملامت کرتا ہے۔''

(الحکم ج۹ مطبوعہ ۱۰؍اپریل ۱۹۰۵ء) یکم؍اپریل کی رات کے وقت نزول وحی ہوا۔ ”محونا نار جهنم “ہم نے جہنم کی آگ کو محو کیا۔ جس پر فرمایا۔ اجتہادی طور پر ایسا خیال ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ اب قریباً دنیا سے طاعون کو اٹھانے والا ہے۔ واللہ اعلم! یا کہ اس گاؤں سے اٹھانے والا ہے۔“ (یعنی قادیان سے جہاں پر مرزا قادیانی مقیم تھے) صاف ظاہر ہے کہ قادیان مبتلا طاعون ہوا۔

(الحکم مورخہ ۳۰؍اپریل ۱۹۰۵ء ج۹ ص۲) پر ہے۔ ”میں اس قدر بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہماری اس جماعت کو ایک قسم کا دھوکہ لگا ہوا ہے۔ شاید اچھی طرح میری باتوں پر غور نہیں کی۔ وہ غلطی اور دھوکہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ہماری جماعت میں سے طاعون سے فوت ہو جاتا ہے تو اس قدر بے رحمی اور سرد مہری سے پیش آتے ہیں کہ جنازہ اٹھانے والا بھی نہیں ملتا۔“ کس قدر صاف ہے کہ قادیان میں کس زور سے طاعون نازل ہوئی۔ لہٰذا مرزا قادیانی بجائے رحمت کے زحمت ثابت ہوئے۔

(دافع البلاء ص۱۰، خزائن ج۱۸ ص۲۳۰) پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ: ”قادیان میں ستر برس تک طاعون نہیں آئے گی۔ کیونکہ قادیان خدا کے رسول کا تخت گاہ ہے اور تمام امتوں کا نشان ہے۔“ حالانکہ مرزا قادیانی کے ہوتے ہوئے قادیان میں سخت طاعون پڑی۔ جیسا کہ اوپر گذرا۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ ایسے حالات میں نبوت، ولایت کا دعویٰ کرنا مناسب ہے؟

مرزا قادیانی اور آپ کی قرآن دانی

مرزا قادیانی کو اپنے علم پر وہ ناز تھا کہ جملہ عالم کو ہیچ تصور کرتے تھے اور کیوں نہ ہوتا۔ جب کہ وہ بزعم خود مامور من اللہ اور ملہم تھے۔ لہٰذا ناظرین حضرات کو ہم دکھاتے ہیں کہ اس سلسلہ میں مرزا قادیانی کا پایۂ علم کیا تھا۔ بالخصوص آپ کی قرآن مجید میں کس قدر مہارت تھی۔

(براہین احمدیہ ص۴۲۹ حاشیہ) پر لکھتے ہیں۔ ”لا تسجدوا للشمس ولا للقمر “ حالانکہ قرآن مجید میں یوں ہے۔ ”ولا تسجد والشمس ولا للقمر “ یہاں پر واؤ عاطفہ کو چھوڑ گئے۔

(براہین احمدیہ ص۴۲۹ حاشیہ) ”وان یسلبهم الذباب شیئاً لا یستنقذوه ضعف الطالب والمطلوب “ حالانکہ قرآن مجید میں یوں ہے۔ ”یستنقذوا منه “ یہاں پر لفظ منہ چھوڑ گئے۔

(براہین احمدیہ ص ۴۲۸، ست بچن ص ۱۰۰) پر لکھتے ہیں۔ ”فمن یرجوا القاء ربہ“ یہاں پر لفظ کان چھوڑا کیونکہ قرآن میں یوں ہے۔ ”فمن کان یرجوا“

(براہین ص ۴۲۸ حاشیہ) ”وھم من خشية ربھم مشفقون“ یہاں ضمیرہ چھوڑی اور لفظ ربہم زیادہ کردیا کہ قرآن میں یوں ہے۔ ”وھم من خشيته مشفقون“ ہے۔

(تحفہ گولڑویہ ص ۱۴ حاشیہ) پر ہے۔ ”انك فی ضلالك القديم“ یہاں لام چھوڑ دیا کہ اصل میں آیت یوں ہے۔ ”انك لفی ضلالك القديم“

(الحق مباحثہ دہلی ص ۳۵) پر ہے۔ ”وانزلنا من الانعام ثمينة“

(حمامۃ البشریٰ عربی ص ۱۷، ۴، ۷) پر ہے۔ یہاں پر تینوں جگہ لکم نہیں لکھا۔ اصل آیت یوں ہے۔ ”وانزل لکم من الانعام“

(سراج المنیر ص ۲۹، اربعین نمبر ۳ ص ۳۵، ضمیمہ تحفہ گولڑویہ) پر لکھتے ہیں۔ ”آمنت بالذی امنت بہ بنو اسرائيل“

اور (رسالہ استفتاء حاصیہ ص ۲۲) پر یوں ہے۔ ”امنت بالذی امنوا بہ بنو اسرائيل“ حالانکہ قرآن مجید میں یوں ہے۔ ”امنت انہ لا الہ الا الذی امنت بہ بنواسرائيل“

(حمامۃ البشریٰ ص ۳۲) پر ہے۔ ”ونزلنا علیکم لباسا“

اور (حمامۃ البشریٰ ص ۱۷) پر ہے۔ ”وانزلنا علیکم لباساً“ حالانکہ قرآن مجید میں یوں ہے۔ ”قد انزلنا علیکم لباساً یواری“ وغیرہ اور ہزاروں حوالہ جات دیئے جاسکتے ہیں۔ جن سے نیم روز سے زیادہ واضح ہو جاتا ہے کہ مرزا قادیانی قرآن مجید میں کمزور اور کچے تھے۔ ورنہ زبردست کمزوریاں کا مکرر سہ کرر اعادہ ان سے نہ ہوتا۔

ناظرین باتمکین! جب آپ نے مرزا قادیانی کی یہ کمزوری قرآن مجید میں محسوس کرلی اور ان کی ہمہ دانی کا پتہ چل گیا تو خیال فرمائیں کہ پھر احادیث مبارکہ میں کیا گل کھلائے ہوں گے اور پھر جب کہ باقاعدہ طور پر مرزا قادیانی نے فن حدیث کو کسی ماہر استاد سے پڑھا بھی نہ ہو، تو پھر کیا رنگ چڑھایا ہوگا۔ حیرانگی ہے کہ مرزا قادیانی نے احادیث سے استدلال کس جرأت سے کیا ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزا قادیانی حدیث سے زیادہ مانوس نہ تھے اور اسی وجہ سے پردہ پوشی کی خاطر مرزا قادیانی نے یہ کہہ دیا ہے کہ جو حدیث میرے الہام کے خلاف ہوگی میں اس کو ردی کی

ٹوکری میں پھینک دوں گا۔ استغفر اللہ! خاک بدہن یہ جرأت؟ اللہ تعالیٰ اہل اسلام کو ایسے بے باکانہ انداز حیات سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین!

مرزا غلام احمد قادیانی مثیل مسیح موعود کیسے؟

مرزا قادیانی اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ میں وہ مسیح نہیں ہوں جو کہ بنی اسرائیل کی طرف نبی ہو کر آئے تھے۔ کیونکہ وہ تو فوت ہو چکے ہیں۔ ہاں ان کا کوئی مثیل بموجب احادیث صحیحہ ضرور آئے گا اور وہ میں ہی ہوں۔ مجھے مسیح علیہ السلام کے ساتھ مشابہت تامہ ہے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ (ازالہ اوہام ج۲ ص۶۸۲، خزائن ج۳ ص۴۶۸) پر آپ لکھتے ہیں۔ وہ مسیح جس کے آنے کا قرآن مجید میں وعدہ کیا گیا ہے۔ وہ یہ عاجز ہے اور (کتاب ص۶۸۶، خزائن ج۳ ص۴۷۰) پر ہے۔ سو مسیح موعود جس نے اپنے تئیں ظاہر کیا۔ وہ بھی عاجز ہے۔ اسی طرح کتاب (تبلیغ رسالت ج۲ ص۲۱، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۲۳۲) پر ہے اور کتاب (مصفی ج۲ ص۶۲۸، بحوالہ اشتہار مورخہ ۲؍اکتوبر ۱۸۹۱ء) پر بھی ہے۔ کتاب (براہین احمدیہ ص۴۹۹، خزائن ج۱ ص۵۹۳ حاشیہ) پر ہے۔ اس عاجز (مرزا قادیانی) کو حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے۔ کتاب (کشتی نوح ص۴۹، خزائن ج۱۹ ص۵۳) پر ہے۔ اس مسیح کو ابن مریم سے ہر ایک پہلو سے تشبیہ دی گئی ہے۔ پس اب دیکھنا ہے کہ مرزا قادیانی کو واقعی مسیح علیہ السلام کے ساتھ مشابہت تامہ حاصل ہے یا کہ معاملہ برعکس ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی سیرت اوپر بیان کی گئی ہے۔ جس سے مرزا قادیانی کورے ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام بلا باپ پیدا ہوئے اور مرزا قادیانی کے باپ کا نام غلام مرتضیٰ ہے۔ مسیح نے مہد میں باتیں کیں۔ (تریاق القلوب ص۴۱، خزائن ج۱۵ ص۲۱۷) اور مرزا قادیانی نے نہیں کیں۔ حضرت مسیح کی بیوی نہ تھی۔ (رسالہ ریویو بابت ماہ اپریل ۱۹۰۲ء ص۱۲۴) اور مرزا قادیانی کی شادی ہوئی اولاد ہوئی۔ مسیح کی آل نہ تھی۔ (تریاق القلوب ص۹۹ حاشیہ، خزائن ج۱۵ ص۳۶۳، مواہب الرحمٰن ص۶۷، خزائن ج۱۹ ص۲۹۵) بقول مرزا قادیانی مسیح علیہ السلام ساڑھے بتیس سال میں پھانسی پر چڑھائے گئے تھے۔ (تحفہ گولڑویہ طبع ثانی ص۱۲۷، خزائن ج۱۷ ص۳۱۱) اور مرزا قادیانی کے ساتھ ایسا واقعہ پیش نہیں آیا۔ حضرت مسیح ناصری کی ذات مبارک جملہ امراض سے پاک تھی اور مرزا قادیانی بیمار رہتے۔

(رسالہ ریویو آف ریلیجنز بابت ماہ مئی ۱۹۲۷ء ص۲۶) پر ہے کہ مرزا قادیانی دوران سر، درد سر، کمی خواب، تشنج دل، بدہضمی، اسہال، کثرت بول اور مراق وغیرہ تھا۔ حضرت مسیح میں محض جمالی رنگ تھا۔ مرزا قادیانی اپنے متعلق (نزول المسیح ص۱۲۷، خزائن ج۱۸ ص۵۰۵) پر لکھتے ہیں کہ آدم کی

طرح میں جمالی اور جلالی دونوں رنگ رکھتا ہوں۔ (تحفہ گولڑویہ ص ۱۱۸، خزائن ج ۱۷ص ۲۹۵) پر ہے کہ حضرت مسیح کی عمر ۱۲۰ برس کی ہوئی اور مرزا قادیانی کی عمر ۶۹ برس۔ بحساب شمسی تھی۔ کتاب (اربعین نمبر۴ ص ۶، خزائن ج ۱۷ ص ۴۳۵) کہ حضرت مسیح صاحب شریعت نبی تھے اور مرزا قادیانی بقول خود غیر شریعی اور امتی نبی ہیں۔ (حقیقت النبوۃ ص ۱۱۱) بہر صورت ایسے سینکڑوں حوالے دیئے جاسکتے ہیں۔ جن سے ثابت ہوسکتا ہے کہ مرزا قادیانی کو مسیح علیہ السلام کے ساتھ کسی طرح کی مشابہت ومماثلت نہ تھی۔

توہین مسیح علیہ السلام

(دافع البلاء ص ۱۵، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۵) پر ہے۔ ”خدا ایسے شخص کو کسی طرح دوبارہ دنیا میں نہیں لاسکتا جس کے پہلے فتنہ نے ہی دنیا کو تباہ کر دیا۔“

(فتح مسیح ص ۱۹، خزائن ج ۹ ص ۳۹۴) پر ہے۔ ہاں مسیح کی دادیوں اور نانیوں کی نسبت جو اعتراض ہے۔ اس کا جواب کبھی آپ نے سوچا ہوگا ہم تو سوچ کر تھک گئے اور اب تک عمدہ جواب خیال میں نہیں آیا کیا خوب خدا ہے جس کی دادیاں نانیاں اس کمال کی ہیں۔ (اعجاز احمد ص ۲۵، خزائن ج ۱۹ ص ۱۳۵) ”جس قدر عیسیٰ علیہ السلام کے اجتہاد میں غلطیاں ہیں۔ اس کی نظیر کسی نبی میں بھی نہیں پائی جاتی۔ شاید خدائی کے لئے یہ بھی ایک شرط ہوگی۔“ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ (کشتی نوح ص ۶۵، خزائن ج ۱۹ ص ۷۱) ”یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔“ (کشتی نوح حاشیہ ص ۶۵، خزائن ج ۱۹ ص ۷۱) کیا تمہیں خبر نہیں کہ مردی اور رجولیت انسان کی صفات محمودہ سے ہیجڑا ہوا کوئی اچھی صفت نہیں۔ جیسے بہرہ، گونگا ہونا کسی خوبی میں داخل نہیں۔ ہاں یہ اعتراض بہت بڑا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام مردانہ صفت کی اعلیٰ ترین صفت سے بے نصیب محض ہونے کے باعث ازواج سے سچی اور کامل حسن معاشرت کا کوئی عملی نمونہ نہ دے سکے۔ (مکتوبات احمدیہ ج ۳ ص ۲۸، فتح مسیح ص ۱۷، خزائن ج ۹ ص ۳۹۲) مسیح درحقیقت بوجہ بیماری مرگی کے دیوانہ ہوگیا تھا۔ (کتاب ست بچن ص ۱۷۱، خزائن ج ۱۰ ص ۲۹۵)

ناظرین! آپ پڑھیں اور اندازہ لگاتے رہیں۔

مسیح یوسف نجار کے بیٹے تھے۔ (ازالہ اوہام ص ۳۰۳، خزائن ج ۳ ص ۲۵۴ حاشیہ) مسیح کا چال چلن کیا تھا۔ ایک کھاؤ پیو شرابی نہ زاہد نہ عابد نہ حق کا پرستار، متکبر خود بین۔ خدائی کا دعویٰ کرنے

والے (مکتوبات احمدیہ نمبر۲ ج۳ ص۲۳، ۱۵، فتح مسیح ص۱۲، خزائن ج۹ ص۲۸۷) عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بمنبرم۔ یعنی عیسیٰ کا رتبہ کیا ہے جو میرے ممبر پر قدم تو رکھے۔ (ازالہ خورد ج۱ ص۱۵۸، خزائن ج۳ ص۱۸۰) ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اسی سے بہتر غلام احمد قادیانی ہے۔ (دافع البلاء ص۲۰، خزائن ج۱۸ ص۲۴۰) مگر تعجب ہے کہ عیسائی لوگ کیوں متعہ کا ذکر کرتے ہیں۔ جو صرف ایک نکاح موقت ہے اور اپنے یسوع مسیح کے چال چلن کو نہیں دیکھتے۔ وہ ایسی جوان عورتوں پر نظر ڈالتا جن پر نظر ڈالنا اس کو درست نہ تھا۔ (فتح مسیح ص۵۷، خزائن ج۹ ص۲۵۰) اور یہ کہنا بالکل بے سود ہے کہ مرزا قادیانی نے یہ سب عیسائیوں کے یسوع کو کہا ہے جو مسیح کا غیر تھا۔ کیونکہ مرزا قادیانی نے تسلیم کیا ہے کہ مسیح اور یسوع ایک ہیں۔ لکھتے ہیں کہ دوسرے مسیح ابن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں۔ (توضیح المرام ص۳، خزائن ج۳ ص۵۲) اور عیسائیوں کی حضور علیہ السلام کے حق میں گستاخی کے پیش نظر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ہماری گستاخی جائز نہیں۔ کیونکہ ہر دو معزز نبی و رسول ہیں۔ مرزا قادیانی خود لکھتے ہیں کہ بعض جاہل مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کچھ سخت الفاظ کہہ دیتے ہیں۔ (اشتہار مرزا مندرجہ تبلیغ رسالت، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۴۴)

ناظرین کرام! اندازہ لگائیں کیا ایک ایماندار یوں کہہ سکتا ہے ہرگز نہیں۔

(حقیقت الوحی ص۱۵۵، خزائن ج۲۲ ص۱۵۹) پر ہے: ”اور جب کہ خدا نے اور اس کے رسول نے اور تمام نبیوں نے آخر زمانہ کے مسیح کو اس کے کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا ہے تو پھر یہ شیطان کا وسوسہ ہے کہ کیوں تم مسیح بن مریم سے اپنے تئیں افضل قرار دیتے ہیں۔“

(حقیقت الوحی ص۱۴۸، خزائن ج۲۲ ص۱۵۲) پر ہے: ”خدا نے اس امت میں مسیح موعود بھیجا۔ جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بڑھ کر ہے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح بن مریم میرے زمانے میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ دکھلا نہ سکتا۔“ (دافع البلاء ص۱۳، خزائن ج۱۸ ص۲۳۳) پر ہے: ”خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا۔ جو اس پہلے سے تمام نشانیوں میں بڑھ کر ہے اور اس کا نام غلام احمد رکھا گیا۔“

نشانات صداقت مسیح موعود

(چشمہ معرفت ص۸۲، ۸۳، خزائن ج۲۳ ص۹۰، ۹۱) پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں۔ اس لئے خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح بن جائیں اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں۔

زمانہ محمدی کے آخری حصہ میں ڈال دی جو قرب قیامت کا زمانہ ہے اور اس تکمیل کے لئے اسی امت میں سے ایک نائب مقرر کیا جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے اور اسی کا نام خاتم الخلفاء ہے...... یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطا کرے اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیش گوئی میں کچھ تخلف ہو۔ اس لئے اس آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا۔"

نوٹ: ناظرین! کیا اسی مدعی مسیح موعود کے وقت سب قومیں ایک مذہب پر متفق ہوگئیں۔ کیا سب کا ایک مذہب ہوگیا ہے؟ ہرگز نہیں۔

مرزا قادیانی (ازالہ اوہام ص ۲۰۷، خزائن ج ۳ ص ۲۰۲) پر لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے آنے والے مسیح کو ایک امتی ٹھہرایا اور خانہ کعبہ کا طواف کرتے رہتے دکھایا۔ (فارسی ایام الصلح ص ۱۳۷) پر ہے۔ فی الحقیقت مارا وقتے حج راست در بیاید کہ دجال از کفر و دجل دست برداشتہ ایماناً واخلاصاً در گرد کعبہ بگردد۔ چنانچہ از قرار حدیث مسلم عیاں میشود کہ جناب نبوت انتساب صلوٰت اللہ علیہ وآلہ وسلم دیدند دجال و مسیح ہر دو در آں واحد طواف می کنند۔ یعنی مسیح موعود (مرزا قادیانی) و (قوم نصاریٰ) کو مسلمان کرکے ان کو ساتھ لے کر حج کریں گے۔

(ایام الصلح اردو ص ۱۶۹، خزائن ج ۱۴ ص ۴۱۶)

نوٹ: مرزا قادیانی نے حج نہیں کیا۔ حالانکہ ان کو حج کرنا لازمی تھا۔ جیسا کہ ان کو مسلم ہے۔

مرزا قادیانی اشتہار چندہ منارہ المسیح میں لکھتے ہیں۔ "اور مسیح موعود کا نزول اس غرض سے ہے کہ تا کہ تین کے خیالات محو کرکے پھر ایک خدا کا جلال دنیا میں قائم کرے۔"

(مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۲۸۸)

اور (شہادت القرآن ص ۱۶، خزائن ج ۶ ص ۳۱۲) پر ہے۔ آنحضرت ﷺ کے مسیح موعود کے آنے کی خبر دی اور فرمایا کہ اس کے ہاتھ سے عیسائی دین کا خاتمہ ہوگا اور فرمایا کہ وہ ان کی صلیب کو توڑے گا۔

نوٹ: مسیح موعود آیا اور چلا بھی گیا۔ کیا تثلیث عیسائیت بالکل فنا ہوگئی ہے یا اور بھی زوروں پر ہے۔ مسیح موعود کے زمانہ میں جزیہ نہیں لیا جائے گا۔ کیونکہ مال کی مسلمانوں کو کچھ ضرورت نہ ہوگی۔ مگر بخلاف مرزا قادیانی کہ باوجود مسیح موعود دعویٰ کرنے کے اور تو کیا خود ہی

ہزاروں روپیہ بطور چندہ وغیرہ لے کر ہضم کر گئے۔ مسیح موعود کے وقت مسلمان اپنے مال کی زکوٰۃ نکالے گا اور اس کو زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ ملے گا۔ سب مالدار ہوں گے اور بے نیاز ہوں گے۔ مگر مرزا قادیانی کے وقت تمام اقوام عالم میں سے سب سے زیادہ مفلس اور غریب مسلمان ہیں۔ زکوٰۃ دینے والے بہت تھوڑے ہیں۔ مسیح موعود کے وقت ذاتی کاوشیں بغض وعداوت وغیرہ باقی نہ رہے گی۔ سب میں اتحاد ومحبت ہوگی۔ مگر مرزا قادیانی کے وقت اتحاد تو کیا ایسا تفرقہ ہوا کہ مرزا قادیانی نے خود ہی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ بنائی اور اہل اسلام سے جدا ہو کر صراط مستقیم اور اہل سنت والجماعت کو چھوڑ دیا اور جملہ اہل اسلام کو کافر بتایا۔ مسیح موعود کے وقت زہریلے جانور کا زہر جاتا رہے گا۔ آدمی کے بچے سانپ سے کھیلیں گے۔ وہ کچھ ضرر نہ دے گا۔ بھیڑیا بکری کے ساتھ چرے گا۔ بھیڑیا بکری کے ساتھ ملنا گوارا نہیں کرتا۔ مسیح موعود کے وقت زمین صلح سے بھر جائے گی اور زمین کو حکم ہوگا کہ اپنے پھل پیدا کر اور اپنی برکت لوٹا دے۔ اس دن ایک انار کو ایک گروہ کھائے گا اور انار کے چھلکہ کو بنگلہ سا بنا کر اس کے سایے میں بیٹھیں گے۔ دودھ میں برکت ہوگی۔ یہاں تک کہ ایک دودھارا اونٹنی آدمیوں کے ایک بڑے گروہ کو اور دودھ گائے ایک برادری کے لوگوں کو کفایت کرے گی۔ گھوڑے سستے فروخت ہوں گے کیونکہ لڑائی نہ ہوگی۔ بیل گراں قیمت ہوں گے کہ تمام زمین کاشت ہو جائے گی۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر بخلاف مرزا قادیانی کے کہ آپ کے وقت کسی کا ظہور نہیں ہوا۔ بلکہ الٹ ہوا۔

سیرت مسیح علیہ السلام

عیسیٰ علیہ السلام جامع دمشق میں مسلمانوں کے ساتھ نماز عصر پڑھیں گے۔ پھر اہل دمشق کو ساتھ لے کر طلب دجال میں آرام سے چلیں گے۔ زمین ان کے لئے سمٹ جائے گی۔ ان کی نظر قلعوں کے اندر گاؤں کے اندر تک اثر کر جاوے گی۔ جس کافر کو ان کے سانس پر اثر پہنچے گا وہ فوراً مر جائے گا۔ یہ بیت المقدس کو بند پائے گا۔ دجال نے اس کا محاصرہ کر لیا ہوگا۔ اس وقت نماز صبح کا وقت ہوگا۔ ان کے وقت میں یاجوج ماجوج خروج کریں گے۔ تمام خشکی وتری پر پھیل جائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کو کوہ طور پر پہنچائیں گے۔ آپ روضہ آنحضرت ﷺ کے روضۂ اطہر میں مدفون ہوں گے۔ مسلمان ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے۔ دجال کو باب لد پر قتل کریں گے۔ اس کا خون اپنے نیزوں پر لوگوں کو دکھلاویں گے۔ بخلاف مرزا قادیانی کے کوئی چیز بھی مذکورہ بالا چیزوں سے ان کو حاصل نہیں ہوئی۔

قادیانی کے الہامات کی تقسیم

۱...... الہامات کاذبہ جن کے کاذب ہونے پر وہ خود ہی گواہ ہیں۔

۲...... الہامات کاذبہ جن کو بوجہ پورا نہ نکلنے ان کے کاذب سمجھا گیا ہے۔

۳...... الہامات صیادیہ جن کا ابن صیاد کے الہام کی طرح اگر سر ہے تو پاؤں نہیں، اگر پاؤں ہے تو سر نہیں۔

۴...... الہامات شیطانیہ انسیہ جن کو کوئی پڑھا لکھا انسان دل میں ڈال دیتا ہے۔

۵...... الہامات غیبیہ جن کو شیطان القاء کر دیتا ہے۔

۶...... الہامات شیطانیہ معنویہ کہ شیطان کبھی عام قاعدہ کے طور پر انسان کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ اور پھر وجوہ فاسدہ اور استدلالات فاسدہ کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ اس کو شیطان معنوی کہا جاتا ہے۔ مثلاً یہ کہہ دیتا ہے کہ جس شخص پر امور غیبیہ منکشف ہوں تو وہ شخص نبی و رسول ہے۔ پس مجھ پر کشف ہوتا ہے۔ لہٰذا میں نبی و رسول ہوں۔ علیٰ ہذا القیاس!

ناظرین قارئین حضرات! مرزا قادیانی کے الہامات اسی قسم کے ہیں۔ مگر چونکہ یہ سب شریعت پاک کے خلاف ہیں۔ لہٰذا نامقبول ہیں۔

مرزا قادیانی کے معتقدات

۱...... علماء نے سورۃ الزلزال کے معنی غلط سمجھے۔ (ازالہ اوہام ص۱۲۸، ۱۲۹، خزائن ج۳ ص۱۶۷)

۲...... قرآن خدا کی کتاب ہے اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔ دیکھو لیکھرام کی نسبت (اشتہار مورخہ ۱۵؍مارچ ۱۸۹۷ء، مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۳۵۹)

۳...... فرشتے نفوس فلکیہ اور ارواح کا ایک نام ہے اور جو کچھ ہوتا ہے۔ وہ سیارات کی تاثیر سے ہوتا ہے اور کچھ نہیں۔ (توضیح المرام ملخص ص۳۳، ۳۷، ۳۸، خزائن ج۳ ص۶۷ تا ۷۰)

۴...... جبرئیل امین (علیہ السلام) کبھی زمین پر نہیں آئے۔ نہ آتے ہیں۔ (توضیح المرام ملخص ص۷۰، خزائن ج۳ ص۸۷)

۵...... انبیاء علیہم السلام جھوٹے ہوتے ہیں۔ (ازالہ اوہام ص۶۲۸، ۶۲۹، خزائن ج۳ ص۴۳۹)

۶...... حضرت محمد ﷺ کی وحی بھی غلط نکلی۔ (ازالہ اوہام ص۶۸۸، خزائن ج۳ ص۴۷۱)

۷...... آنحضرت ﷺ کو ابن مریم دجال، دابۃ الارض، خردجال، یاجوج ماجوج کی وحی نے خبر نہیں دی۔ (ازالہ اوہام ص۶۹۱، خزائن ج۳ ص۴۷۳)

۸...... خر دجال ریل ہے۔ (ازالہ اوہام ص۷۳۰، خزائن ج۳ ص۴۹۳) دابۃ الارض علماء ہوں گے۔ (ازالہ اوہام ص۵۱۰، خزائن ج۳ ص۳۷۳) اور دجال پادری صاحبان وغیرہ وغیرہ۔ (ازالہ اوہام ص۴۹۵، خزائن ج۳ ص۳۶۵)

۹...... حضرت مسیح علیہ السلام مسمریزم میں مشق کرتے اور کمال رکھتے تھے۔
(ازالہ اوہام ص۳۱۲، خزائن ج۳ ص۲۹)

۱۰...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام یوسف نجار کے بیٹے تھے۔
(ازالہ اوہام ص۳۰۳، خزائن ج۳ ص۲۵۴)

۱۱...... براہین احمدیہ خدا کا کلام ہے۔ (ازالہ اوہام ص۳۷، ۳۸، خزائن ج۳ ص۱۲۱)

۱۲...... قرآن مجید میں جو معجزات ہیں وہ مسمریزم ہیں۔
(ازالہ اوہام ص۷۴۸ تا ۷۵۳، خزائن ج۳ ص۵۰۳ تا ۵۰۵)

۱۳...... قرآن میں ”انا انزلناہ قریب من القادیان“ موجود ہے۔
(ازالہ اوہام ص۷۶، ۷۷، خزائن ج۳ ص۱۴۰ حاشیہ)

۱۴...... مکہ، مدینہ، قادیان تین شہروں کا نام قرآن شریف میں بڑے اعزاز کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ (ازالہ اوہام ص۷۶، ۷۷، خزائن ج۳ ص۱۴۰ حاشیہ)

۱۵...... بیت الفکر واقع قادیان (وہ چوبارہ جس میں بیٹھ کر مرزا قادیانی کتابت کرتے تھے) مثیل حرم کعبہ ہے۔ ”من دخلہ کان امنا“
(براہین احمدیہ ص۵۵۸، خزائن ج۱ ص۶۶۶)

۱۶...... ”سبحان الذی اسریٰ بعبدہ“ کا معنی اور اصل طور پر مصداق وہ مسجد ہے جو کہ مرزا قادیانی کے والد نے بنائی اور مرزا قادیانی نے اس میں توسیع کی۔
(اشتہار منارۃ المسیح، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۲۸۶، ۲۸۷)

۱۷...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاچکے ہیں۔ دوبارہ دنیا میں نہیں آئیں گے۔
(مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۲۷۰ ملخص)

۱۸...... میں رسول اللہ الیکم جمیعاً اور مرسل من اللہ ہوں۔
(اشتہار معیار الاخیار ص۴۲۱، ۴۲۲)

۱۹...... قیامت نہیں ہوگی۔ تقدیر کوئی چیز نہیں۔ (اس لئے مرزا قادیانی نے دونوں کا ذکر نہیں کیا)
(ٹائٹل پیج ازالہ اوہام ص۲، خزائن ج ۳ ص ۱۵۲)

۲۰...... حضرت امام مہدی نہیں آئیں گے۔ (ازالہ اوہام ص ۵۱۸، خزائن ج ۳ ص ۳۷۸)

۲۱...... آفتاب مغرب سے نہیں نکلے گا۔

۲۲...... عذاب قبر نہیں۔
(ازالہ اوہام ص ۳۱۵، خزائن ج ۳ ص ۳۱۶)

۲۳...... تناسخ صحیح ہے۔
(ست بچن ص ۸۴، خزائن ج ۱۰ ص ۲۰۸)

۲۴...... قرآن مجید میں گالیاں بھری ہوئی ہیں۔ (ازالہ اوہام ص ۲۶، خزائن ج ۳ ص ۱۱۵ حاشیہ)

نوٹ: ناظرین کرام! یہ مرزا قادیانی کے اعتقادات ہیں۔ باقی مرزائیوں کی پانچوں پارٹیوں لاہوری پارٹی، قادیانی پارٹی، ظہیری پارٹی، تیماپوری پارٹی، سنمبھڑیالی پارٹی کے اعتقادات ونظریات کی مختصر سی کیفیت عنوان مرزا قادیانی کی مختصر سی تاریخ حیات کے ماتحت ذکر کردی گئی ہے۔ وہاں سے ملاحظہ فرمائیں اور پھر گذشتہ مرزائیت انگریز کا خودکاشتہ کے مضمون کو بھی پاس رکھ کر انداز فکر کو موقعہ دیں تو آپ پر پوری حقیقت منکشف ہو جائے گی کہ مرزا قادیانی اور ان کی عقیدت مند جماعتوں کو اسلام وایمان اہل اسلام کے ساتھ دلی طور پر کتنی وابستگی ہے۔ یہ فیصلہ آپ کو خود کرنا ہے۔

مرزا قادیانی کے دعوؤں کا اجمالی نقشہ

ناظرین کرام! مرزا غلام احمد قادیانی کی مصنفہ کتابوں سے ان کے عقائد ان کے خیالات ان کے اقوال کا مختصر سا تصور وتخیل آپ حضرات کے سامنے کھینچ دیا گیا ہے۔ ضرورت کے مطابق مسائل کی تحقیق کردی گئی ہے۔ ان تمام مذکورہ عقائد کو پھر ایک اجمالی نظر سے ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) دعویٰ الوہیت۔ (۲) دعویٰ ابنیت۔ (۳) نبوت۔ (۴) مہدویت۔ (۵) مسیحیت۔ (۶) وحی شریعت۔ (۷) تناسخ۔ (۸) حلول۔ (۹) انکار ختم نبوت۔ (۱۰) اکتساب نبوت۔ (۱۱) حضور علیہ السلام کے ساتھ دعویٰ مماثلت۔ (۱۲) توہین الوہیت۔ (۱۳) توہین ختم نبوت۔ (۱۴) توہین انبیاء۔ (۱۵) انبیاء پر فضیلت۔ (۱۶) توہین صحابہ۔ (۱۷) انکار معجزات۔ (۱۸) حضور کو بے علم کہنا۔ (۱۹) خدا کو مجسم کہنا۔ (۲۰) رحمۃ للعالمین بننا۔

(۲۱) حضور کا مظہر بننا۔ (۲۲) تمام انبیاء کا بروز ہونا۔ (۲۳) توہین اولیاء۔ (۲۴) حضرت عیسیٰ کا عیبی بتانا۔ (۲۵) ضروریات دین کا انکار کرنا وغیرہ وغیرہ۔

ان بے شمار دعووں کا سبب

مرزا قادیانی خود ارشاد فرماتے ہیں۔ ”دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرت ﷺ نے پیش گوئی کی تھی...... جو اس طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں۔ ایک اوپر کے دھڑ کی یعنی مراق اور ایک نیچے کی دھڑ کی یعنی کثرت بول۔“ (ملفوظات ج ۸ ص ۴۴۵)

”نیز حضرت اقدس نے فرمایا کہ مجھے مراق کی بیماری ہے۔“

(رسالہ ریویو آف ریلیجنز ج ۲۴ نمبر ۴، ص ۲۵، ماہ اپریل ۱۹۲۵ء)

مراق کیا ہے؟

(شرح اسباب ج ۱ ص ۷۴) پر ہے۔ مالیخولیا کی ایک قسم ہے جس کو مراق کہتے ہیں۔ (حدود الامراض ص ۱۵) پر ہے۔ شیخ بوعلی سینا نے کہا ہے کہ مالیخولیا کی ایک قسم ہے۔ جس کو مالیخولیا مراقی کہتے ہیں۔ (بیاض نورالدین جز اوّل ص ۲۱۱ مصنفہ حکیم نورالدین قادیانی خلیفہ اوّل مرزا قادیانی)

آپ فرماتے ہیں۔ چونکہ مالیخولیا جنون کا ایک شعبہ ہے اور مراق مالیخولیا کی ایک شاخ ہے اور مالیخولیا مراقی میں دماغ کو ایذاء پہنچتی ہے۔ اس لئے مراق سر کے امراض میں لکھا گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مراق مالیخولیا کی ایک قسم ہے۔ یعنی مراق مالیخولیا کا اثر اور مالیخولیا جنوں کا اثر ہوا اور جنوں پاگل پنے کو کہتے ہیں۔ تو گویا جس کو مراق ہے وہ دراصل پاگل پنے کا شکار ہے۔

علامات مالیخولیا

بعض مریضوں کو یہ فساد اس حد تک پہنچا دیتا ہے کہ وہ علم غیب کا دعویٰ کرنے لگتا ہے اور اکثر آئندہ واقعات کی خبر پہلے سے دے دیتا ہے۔ (شرح اسباب ج ۱ ص ۶۹)

بعض عالم اس مرض میں مبتلا ہو کر پیغمبری کا دعویٰ کرنے لگتے ہیں اور اپنے بعض اتفاقی واقعات کو معجزات قرار دینے لگتے ہیں۔ (مخزن حکمت ج ۲ ص ۱۳۵۲)

حکیم نورالدین خلیفہ اوّل مرزا قادیانی لکھتے ہیں۔ مالیخولیا کا کوئی مریض کبھی خیال کرتا ہے کہ میں بادشاہ ہوں۔ کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ میں پیغمبر ہوں۔ کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ میں خدا ہوں۔ (نورالدین حصہ اوّل ص ۲۱۲)

اس میں شک نہیں کہ جو شخص مراق مالیخولیا جنوں کا بزبان خود مقر ہو وہ ہرگز نبی نہیں ہوسکا۔

(ریویو بابت اگست ۱۹۲۶ء ص ۷۰۶)

ایک مدعی الہام کے متعلق اگر یہ ثابت ہوجائے کہ اس کو ہسٹریا، مالیخولیا مرگی کا مرض تو اس کی تردید کے لئے پھر کسی اور ضرب کی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ یہ ایسی چوٹ ہے جو اس کی صداقت کی عمارت کو بیخ و بن سے اکھیڑ دیتی ہے۔

(ریویو اگست ۱۹۲۶ء)

نیز مرزا قادیانی فرماتے ہیں۔ میری بی بی کو بھی مراق کی بیماری ہے۔ شاید میاں محمود صاحب کے مراقی ہونے کی یہی وجہ ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفہ المسیح ثانی (میاں محمود احمد) نے فرمایا کہ مجھ کو بھی کبھی کبھی مراق کا دورہ ہوتا ہے۔ (مسئلہ اجرائے نبوت اسی کا نتیجہ ہے)

مراقی کی عزت واحترام کیا ہے؟

(کتاب البریہ ص ۲۵۶، خزائن ج ۱۳ ص ۲۷۴) کے حاشیہ پر مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے متعلق لکھتے ہیں۔ ”مگر یہ بات تو جھوٹا منصوبہ یا کسی مراقی عورت کا وہم تھا۔“ یعنی بے اعتبار ہے تو جب مراقی کی بات کا اعتبار نہیں تو مرزا قادیانی جس وقت کہ وہ خود اقراری مراقی ہیں تو ان کے دعاوی کیونکر قابل اعتبار ہوجائیں گے۔

خلاصۃ الکلام یہ کہ چوٹی کے حکماء واطباء کی تحقیق یہ ہے کہ مراق مالیخولیا وغیرہ دماغی امراض جس میں پائی جائیں تو وہ مختلف دعویٰ مثلاً خدائی پیغمبر علم غیب پیش گوئیاں فرشتہ ہونا، بادشاہ ہونا، نبی، رسول، مہدی وغیرہ ہمچوں قسم دعویٰ کرنے کا عادی ہوجاتا ہے اور جب مرزا قادیانی بقول خود اقراری ہیں کہ میں مراق وغیرہ کا مریض ہوں تو یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا کہ مرزا قادیانی نے جتنے دعوے کئے ہیں۔ وہ سب کے سب مراق مالیخولیا وغیرہ دماغ امراض کا اثر ہے اور ان کا ذرا بھر اعتبار نہیں۔ بلکہ یہ مصیبت بالا مصیبت بڑھ جائے گی کہ جیسے مرزا قادیانی کے جملہ دعاوی بے اعتباری ہوگئے۔ اسی طرح مرزا محمود خلیفہ المسیح ثانی بلکہ ان کی والدہ کے اقوال وافعال بھی درجہ اعتبار سے گر جائیں گے۔ جس سے یہ بڑی کاوش سے بنائی عمارت نبوت وغیرہ دھڑام سے گر گئی۔

مرزا قادیانی نے افیون استعمال کی

”حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) فرمایا کرتے تھے کہ بعض اطباء کے نزدیک افیون نصف طب ہے۔ حضرت مسیح موعود نے تریاق الٰہی دوا خدا تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت بنائی اور اس

کا ایک بڑا جز افیون تھا اور یہ دوا کسی قدر اور افیون کی زیادتی کے بعد حضرت خلیفہ اوّل کو حضور چھ ماہ سے زائد تک دیتے رہے اور خود بھی وقتاً فوقتاً مختلف امراض کے دوران میں استعمال کرتے رہے۔"

(اخبار الفضل قادیان مورخہ ۲۹ر جولائی ۱۹۲۹ء)

اس سے یہ ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی افیون کا استعمال کرتے رہے۔ بلکہ خلیفہ اوّل کو بھی استعمال کرواتے رہے اور یہ بھی ہوا کہ مرزا قادیانی متعدد امراض کا شکار تھے۔

ٹانک وائن (شراب) کا آرڈر

(خطوط مرزا بنام غلام ص ۵) مکتوبات مرزا قادیانی حکیم محمد حسین قریشی قادیانی کو لکھتے ہیں۔ "اس وقت میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے۔ آپ اشیاء خردنی خریدیں اور ایک بوتل ٹانک وائن کی پلومر کی دکان سے خرید دیں۔ مگر ٹانک وائن چاہئے۔ اس کا لحاظ رہے۔"

ڈاکٹر عزیز احمد صاحب کی معرفت ٹانک وائن کی حقیقت لاہور پلومر کی دکان سے کی گئی۔ ڈاکٹر صاحب جواب دیتے ہیں۔ ٹانک وائن ایک قسم کی طاقتور اور نشہ دینے والی شراب ہے۔ جو ولایت سے سربند بوتلوں میں آتی ہے اس کی قیمت ساڑھے پانچ روپے ہے۔

(سودائے مرزا)

ناظرین کرام! شراب اور پھر طاقتور اور نشہ آور اور افیون ہر دو مرزا قادیانی استعمال میں لاتے رہے اور ہر نشہ آور چیز کا استعمال نشہ سبب ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ نشہ کے وقت انسان کے حواس حالت اعتدال کو کھو بیٹھتے ہیں اور اس وقت انسان کا حال وقال قابل اعتبار نہیں رہتا۔ تو عین ممکن کہ مرزا قادیانی سے یہ مذکور الصدر دعاوی نشہ کی حالت میں صدور پذیر ہوتے ہوں۔ یہ بات الگ ہے کہ نشہ آور چیز کا استعمال مرزا قادیانی کی شریعت میں جائز ہو۔ لیکن یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ ایسے شخص کا شرعی طور پر کوئی اعتبار نہیں۔ لہٰذا مرزا قادیانی کا یہ مرغوبہ مخترعہ دعاوی کا پھیلایا ہوا جال محض ایک دھوکہ اور فریب ہے۔

فتاویٰ جات

ناظرین کرام! اسلام سے پھر جانے اور ضروریات دین میں سے کسی کے انکار کو ارتداد کہتے ہیں اور ختم نبوت ضروریات دین سے ہے اور مرزائی چونکہ ختم نبوت کے منکر ہونے کے علاوہ اور بھی اجماعی عقائد اسلامیہ کے منکر ہیں۔ لہٰذا مرزائی کافر اور مرتد ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج

اور غیر مسلم ہیں۔ ان کو مسلمان سمجھنا یا ان سے اسلام کا سا سلوک کرنا حرام، اور قطعی نا قابل عفو جرم ہے۔ اگر آپ نے مشاہدہ کرنا ہو تو آپ بیانات علماء ربانی برارتداد قادیانی ج ۱، ۲ جو کہ عالی جناب ڈسٹرکٹ جج صاحب بہادر بہاولپور کی عدالت میں ہوئے۔ وغیرہ کا مطالعہ فرمائیں جس سے یہ مذکورہ بالا حقیقت یعنی مرزائی مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ واضح ہو جائے گی اور علماء اسلام کا اتفاق ہے کہ مرتد کسی اسلامی مراعات کا مستحق نہیں ہے۔ بلکہ ارتدادی فتنے کے پیش نظر وہ واجب القتل ہے۔

مرزائیت سے متعلق عدالتی فیصلہ

عالی جناب جج محمد اکبر خان صاحب بی اے ایل ایل بی ڈسٹرکٹ جج ضلع بہاولنگر ریاست بہاولپور فیصلہ مقدمہ بہاولپور جلد ثالث ص ۱۲۴۹ پر یوں منقول ہے۔ صاحب موصوف فرماتے ہیں۔ ''لہٰذا ابتدائی تنقیحات جو ۴ر نومبر ۱۹۲۶ء کو عدالت منصفی احمد پور شرقیہ سے وضع کی گئی تھیں۔ بحق مدعیہ ثابت قرار دے جا کر یہ قرار دیا جاتا ہے کہ مدعا علیہ قادیانی عقائد اختیار کرنے کی وجہ سے مرتد ہو چکا ہے۔ لہٰذا اس کے ساتھ مدعیہ کا نکاح تاریخ ارتداد مدعا علیہ سے فسخ ہو چکا ہے۔''

اسی طرح سول جج جیمس آباد کراچی جناب شیخ محمد رفیق گریچہ مسلمان عورت کا مرزائی سے نکاح کا فیصلہ سماعت فرمائیے۔

ترجمہ: آپ نے فرمایا...... 'مندرجہ بالا بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ مدعیہ جو ایک مسلمان عورت ہے کی شادی مدعا علیہ کے ساتھ جس نے شادی کے وقت خود اپنا قادیانی ہونا تسلیم کیا ہے۔ اور اس طرح جو غیر مسلم قرار پایا ہے غیر مؤثر ہے اور اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں۔ مدعیہ اسلامی تعلیمات کے مطابق مدعا علیہ کی بیوی نہیں۔'' فیملی سوٹ نمبر ۹، ۱۰۶۹ء مسماۃ امۃ الہادی دختر سردار خان مدعیہ بنام حکیم نذیر احمد برق مدعا علیہ۔

اسی طرح اور متعدد عدالتی فیصلے لکھے جا سکتے ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزائی جماعت مرتد ہے۔ غیر مسلم ہے۔ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اسلامی مراعات سے محروم ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو لازم ہے کہ مرزا قادیانی کیونکہ اسلام اور اسلامی مراعات میں شریک نہ کریں۔ بلکہ احتجاج کریں۔ ان کو کم از کم ملکی معاملات میں ہی غیر مسلم اقلیت تصور کیا جائے۔

وَما علینا الا البلاغ!